زبدۃ السالکین

(حصہ اوّل)

مُصنّفہ

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین علّامہ حضرت سید علیم اللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ

حسنی چشتی القادری فاضل جالندھری

خلیفہ حضرت قدوۃ المحققین زبدۃ الواصلین سراج الملت والدین پیر دستگیر

میر محمد سعید المعروف میراں سید بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

خادم قوم سیّد عطاء اللہ شاہ بیرسٹرایٹ لا

پبلشر

سیّد ذکاء اللہ شاہ - کوٹ پکشہ - جالندھر شہر

۱۹۴۱

سنہ ۱۳۶۰ ہجری القدس

اشاعت (اس کتاب کی اشاعت کے جملہ حقوق محفوظ ہیں) بار اوّل

انتساب

میں اس بیش بہا کتاب کے ترجمے کو زمانہ حاضرہ کے بے مثل فاضل اور زہد و اتقا کی زندہ مثال حضرت مولانا مولوی سید محمود علی صاحب حسینی جالندھری سابق پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ مصنف "دین و دانش" و "دین و آئین" وغیرہ کے نام نامی پر معنون کرتا ہوں۔ محترم مولانا موصوف خاندان پیران عظام سلسلۂ قادریہ دہلوی کے رکن اعظم ہیں۔ میرے بزرگوں اور تمام سادات حسنی جالندھر کو آپ سے اور آپ کے خاندان سے عقیدت ہے۔ اسی نیازمندانہ عقیدت کی وجہ سے میں نے اس ترجمہ کا انتساب ممدوح کریم کے اسم گرامی سے کیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید عطاء اللہ شاہ حسنی

بیرسٹر ایٹ لا۔ جالندھر

رائے گرامی حضرت مولانا مولوی سید محمود علی صاحب مصنف کتاب دین و دانش و دین و آئین وغیرہ سابق پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ جالندھر

جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا ساداتِ جالندھر کے مشہور خاندان سادات حسنی بلخی کے ایک ممتاز فرد ہیں اور باوجود زمانہ حال کے تہذیب و تمدن میں پرورش پانے کے اپنے خاندان کے گذشتہ بزرگواروں سے طبعی اُنس اور اُنکے عالمانہ کارناموں سے محبت رکھتے ہیں اور اس خاندان عالی کی جس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اس شاخ کے مورث اعلےٰ حضرت سید علیم اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ صوفی کامل۔ خدا رسیدہ بزرگوار اور حسنہ تصانیف ہونے کی خاص شہرت رکھتے ہیں اور آنجناب کا نام نامی صوفیائے کرام کے تمام چشتی خانوادوں میں نہایت احترام و اعزاز سے لیا جاتا ہے۔ اور آنجناب کی قابل قدر تحریریں نکات تصوف کو حل کرنے اور گمگشتگان راہ کو صحیح مسلک کی رہنمائی کرنے میں شمع روشن کا کام دیتی ہیں۔ مگر آہ زمانہ کی بے قدری

سے آنجناب کی کوئی تصنیف زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی اور سوائے چند سخن شناس بزرگواروں کے ان بیش بہا جواہر گراں مایہ سے کوئی شخص شناسا نہیں۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب کا بیقرار دل ایسے خزائن نفیسہ کے گوشۂ کسمپرسی میں بوسیدہ ہونے پر مضطرب تھا چنانچہ آپ نے سید علیم اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی ایک گرانقدر تصنیف "نزہتہ السالکین" کو زمانہ سے روشناس کرنیکا تہیہ کرلیا ہے وہ عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ علم دوست اور شائقین تصوف انکی زیارت سے بہرہ اندوز ہونگے تو اس بینظیر اسلامی ایجاد یعنی علم تصوف کی برکات سے خاص لطف اٹھائینگے۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے اسلامی پبلک پر احسان کیا ہے اور انھیں اس مدفون خزانہ کی اطلاع دی ہے جسکی خبر نہ لی جاتی تو کچھ عرصہ میں جنہیں خبر ہے وہ بھی اس سے محروم رہتے اور باوجود تجسس کے نشان نہ پاتے۔

سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے اس کتاب پر ممتاز اہلِ قلم سے چند قابلقدر مقدمات لکھوا کر کتاب کی فائدہ رسانی میں اضافہ کیا ہے۔ شائقین علم تصوف کتاب اور اسکے حواشی سے نہایت لطف محسوس کرینگے ہیں اگرچہ اس بینظیر تصنیف کے اندر کوئی مزید اضافہ کرنیکی جرأت نہیں کرسکتا ہوں مگر شاہ صاحب

کے دوستانہ تعلقات نے جو میرے ساتھ رکھتے ہیں باصرار تمام مجھے کچھ لکھنے پر مجبور کیا۔ میں صرف شاہ صاحب کو انکے اس نادر عزم و ارادہ پر تہ دل سے مبارکباد دے سکتا ہوں اور اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے میرے حال پر مزید توجہ یہ مبذول فرمائی ہے کہ اشاعت کو میرے نام پر معنون کرنیکا ارادہ کرلیا ہے۔ انتساب کی رسم کو پورا کرنے کے لئے کوئی صاحب شہرت انتخاب کیا جاتا ہے اور میں شہرت کے سرمایہ سے بالکل مفلس ہوں یہ شاہ صاحب کی مزید عنایت ہے مگر اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ قدیم اسلامی تہذیب اور اس کے کارناموں سے عوام آگاہ نہیں ہیں۔ انہیں میرے نام سے منسوب کرنے کا خیال پیدا ہوا جو حقیقت میں رسم کے مطابق لوازم طبع کی محض خانہ پری ہے۔ اس سے زیادہ نہیں فقط۔

جالندھر شہر
۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۴۱

راقم محمود علی
سابق پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ

رائے گرامی جناب سید مولانا مولوی مفتی عبد القیوم صاحب وکیل جالندھر

میں نے اپنے شہر جالندھر کے پرانے مقدس بزرگ سید علیم اللہ شاہ صاحب حسنی رح کی کتاب نزہتہ السالکین کا جو فارسی زبان میں ہے بغور مطالعہ کیا تھا۔ اب اس کے اردو ترجمے کو بھی پڑھا جس میں مصنف کے اصل مضمون کو اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ مترجم نے ترجمے کے اہم ترین فرض کو بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے یہ ترجمہ مصنف کے اصل خیالات کا پورا ترجمان ہے۔ عوام آسانی کے ساتھ اس روحانی معلومات کے قابل قدر خزانے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کتاب مفید مطالب پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف بڑے بلند پایہ صاحب حال صوفی اور خاندان چشتیہ کے درخشاں آفتاب تھے

میرے بزرگ حافظ باقر صاحب مرحوم جو بارھویں صدی ہجری میں اویسی سلسلے کے مشہور رکن تھے۔ مصنف رح کے ہمعصر اور دوست تھے۔ حافظ صاحب مرحوم کی خانقاہ شہر جالندھر میں دروازہ پنج پیر

کے باہر دو سڑکوں کے درمیان واقع ہے۔ وہ سید صاحب موصوف کے متعلق اپنے قلمی نسخہ رسالہ باقریہ میں لکھتے ہیں۔

کہ سید صاحب نہ صرف نسب کے لحاظ سے سید ہیں بلکہ وہ روحانی طور پر بھی سید یعنی سردار ہیں۔ شرعی علوم اور عرفان باری میں انہیں پورا حصہ ہے۔ اور ہم کو ایک دوسرے کے ساتھ باطنی تعلق اور نمایاں دوستی حاصل ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"سید علیم اللہ صاحب حسنی سیادت ظاہری و باطنی می دارد ایشاں را در علوم شرعیہ و عرفان باری نصیبے کامل ست و مارا بایک دگر ربطِ خفی و انسِ جلی است۔"

حافظ باقر صاحب مرحوم خود بڑے بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے ہمعصر بزرگ کی جو تعریف کی ہے۔ اسکی صداقت میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا۔ انکی کتابیں انکے علمی تبحر اور روحانی کمال کا زندہ ثبوت ہیں، جو روحانی پاکیزگی اور باطنی صفائی حاصل کرنیوالوں کیلئے مشعلِ ہدایت ہیں۔ امید ہے کہ طالبانِ صدق و صفا اس سے پورا فائدہ اٹھائینگے

۲۳ ستمبر ۱۹۴۲ء — عبدالقیوم جالندھر شہر

رائے گرامی فخرِ سادات کرام جالندھر ماہر علم التواریخ
سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے پروفیسر
اسلامیہ کالج و ڈین ڈگری ڈیپارٹمنٹ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

ہرگز نمیرد آں دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مغلوں کی حکومت کے استحکام سے پہلے جالندھر میں لودھی پٹھانوں کا زور تھا۔ انکے بعد سوریوں کی باری آئی۔ یہ لوگ محض نبرد پیشہ تھے انہیں مذہب اور علوم و فنون سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ سوریوں کی حکومت کا چراغ گل ہوا تو قدرت نے اکبر اعظم کو دہلی کے تخت پر لاکر بٹھا دیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں برکی الانصاری جالندھر اور اسکے قرب و جوار میں آکر آباد ہوگئے۔ یہ لوگ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے دین اور دنیا میں توازن قائم رکھا۔ بایوں

کہئے کہ انہوں نے دین اور دنیا دونوں کو خوب کمایا۔ مذہب کی
وادی میں قدم رکھا تو بہت سے قطب اور غوث پیدا کر دیئے۔
دنیاداری کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے نہ صرف مال و دولت
کو دونوں ہاتھوں سے جمع کیا بلکہ جالندھر کے بہترین اور زرخیز ترین
قطعات پر بھی قبضہ جما لیا۔ چنانچہ یہ زمینیں اب تک ان کی اولاد کے
قبضے میں چلی آتی ہیں۔

اسی زمانے میں سادات عظام جالندھر میں آ کر آباد ہوئے
اور چند سال کے عرصہ میں ان کی شہرت تمام علاقے میں چھا گئی۔
یہ لوگ احکام خدا و نبی کے پورے طور پر پابند اور خاندان نبوت
کے اسوۂ حسنہ کے بہترین نمائندہ تھے۔ علم و فضل، تقوےٰ و طہارت
صبر و قناعت اور زہد و ریاضت میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر
سکتی تھی یہاں تک کہ برکی الانصاریوں کے مایۂ ناز بزرگ بھی ان
کے سامنے ماند پڑ گئے اور وہ سادات کرام کے سامنے زانوئے ادب
تہ کرنے کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھنے لگے۔

اٹھارھویں صدی عیسوی میں مسلمانان ہندوستان کی جمعیت

سا شیرازہ بکھر گیا۔ اور سکھوں۔ جاٹوں اور مرہٹوں نے ان کی حکومت کی قبا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ لیکن اس افراتفری اور اور بدامنی کے باوجود سادات کرام جالندھر کی علمی اور دینی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا اور وہ بڑے انہماک کے ساتھ ملت اسلامیہ کی بدستور خدمت کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت سید کبیر صاحبؒ اور سید علیم اللہ صاحبؒ کے نام اس سلسلہ میں خاص طور سے لئے جا سکتے ہیں۔ حضرت سید کبیر صاحبؒ اس دور کے بے بدل فاضل اور حضرت علیم اللہ صاحبؒ علم و معرفت کی مملکت کے با اختیار تاجدار تھے مؤخر الذکر کی شہرت تو جالندھر کی حدود سے نکلکر ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہے اور اولیائے کرام کا کوئی تذکرہ ان کے ذکر سے خالی نہیں۔

سید علیم اللہ صاحبؒ فقر۔ استغنا۔ صبر اور قناعت کے مجسمہ تھے حتیٰ کہ وہ حکام وقت کی مجالس سے پرہیز کرتے تھے اور ان کے خوان نعمت کے ٹکڑوں کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جالندھر کے مشہور عالم دین مولوی جان محمد صاحب انصاری انہیں ملطائف الحیل

جالندھر کے مشہور صوبہ دار ادینہ بیگ کے دربار میں لے گئے۔ آپ
نے ادینہ بیگ کی اسلام دشمنی اور مسلم آزاری کے پیش نظر اسے
ایک ایسی چبھتی ہوئی بات کہی کہ ادینہ بیگ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا
اسی طرح آپ نے احمد شاہ ابدالی کے نائب حبیب خاں آفریدی
کے ہاتھ سے روزینہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ایک بلند پایہ ولی ہونے کے علاوہ سید علیم اللہ صاحبؒ بہت
سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ جن میں سے اکثر اس قابل ہیں کہ انہیں
زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کے اہل
خاندان نے صاحبِ علم و استطاعت ہونے کے باوجود ادھر توجہ
نہیں کی، اور اس وقت تک ان کی تمام تصانیف زیورِ
طاقِ نسیانی بن رہی ہیں۔

ہمیں سید عطاء اللہ شاہ صاحب بیرسٹرایٹ لا کا شکرگذار ہونا چاہیئے
کہ انہوں نے آخر کار اپنے جدِ امجد سید علیم اللہ صاحبؒ کی تصانیف
کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے کا عزم بالجزم کر لیا ہے اور وہ
اس سلسلہ کو آپ کی مشہور تصنیف نزہۃ السالکین کی طباعت سے شروع کر رہے ہیں

سے شروع کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بلند پایہ تصنیف ہے۔ مجھے
امید ہے کہ صوفیائے کرام کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اسے بہت
شوق سے پڑھینگے۔ چونکہ فارسی دانوں کی تعداد روز بروز کم ہو رہی
ہے اور ملک میں اردو زبان کا عام طور پر رواج ہو رہا ہے۔ اس لئے
برادرم سید عطاء اللہ صاحب اس کتاب کا محض اردو ترجمہ شائع
کر رہے ہیں۔

سید علیم اللہ صاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت میر سید عزت میراں
سید شاہ بھیکھ صاحبؒ کھڑامی کے حالات ان کے دوسرے خلیفہ
حضرت شاہ لطف اللہ صاحب نے جن کا مزار مبارک بستی شیخ جالندھر میں
ہے قلمبند کیا اور اس کتاب "ثمرۃ الفوائد" کو حضرت میراں صاحبؒ کے
خانداں کے بعض عقیدتمندوں نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے اس
کتاب کے ہر صفحے کو دو کالموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک کالم میں اصل
فارسی ہے۔ اور اس کے بالمقابل دوسرے کالم میں اس کا اردو ترجمہ۔
میرے خیال میں بہتر ہوتا اگر نزہۃ السالکین کو بھی اسی اہتمام سے
شائع کیا جاتا۔

اس موقع پر یہ لکھنا غالباً خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ میرے جد امجد اور ہمنام سید عبدالقادر بن سید آدم بن سید ہدایت اللہ سید علیم اللہ صاحبؒ کے ہمعصر اور ایک جدی تھے۔ سید عبدالقادر صاحب بہت بڑے عالم تھے ان کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں میرے کتب خانے میں اب تک موجود ہیں۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے بزرگانِ دین کی تصانیف کو بھی "بپاس خاطر برخوردار محمد عمر" (جو ان کے اکلوتے بیٹے تھے) اپنے ہاتھ سے نقل کر کے اپنے پاس رکھ لیتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید علیم اللہ صاحبؒ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ کیونکہ مولانا مولوی عبداللہ شاہ صاحب مرحوم ساکن بھگوال کی کتاب "اسرار العلیم" میں۔ جو حضرت سید علیم اللہؒ صاحب کے حالات پر مشتمل ہے۔ ان کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں ایک سید زادے نے جس کا نام غالباً ابوالحسن تھا۔ سید علیم اللہ صاحبؒ پر طعن کی کہ وہ زیدی الحسنی سید ہیں اس پر سید عبدالقادر بن سید آدم ہی نے آگے بڑھ کر دلائل و براہین سے معترض کا منہ بند کیا۔ نزہۃ السالکین کا جو نسخہ سید

عطاء اللہ شاہ صاحب کے پاس ہے اور جس کو انہوں نے اردو کا جامہ پہنا کر زیورِ طبع سے آراستہ کیا ہے۔ انہیں سید عبدالقادر کا لکھا ہوا ہے۔ زمانے کی نیرنگی دیکھیے ہ سید عبدالقادر بن سید آدم سید علیم اللہ صاحبؒ کے بہت سے معاملات میں دستِ راست تھے۔ اور انہوں نے غالباً اظہارِ عقیدت کے باعث ان کی کتاب نزہۃ السالکین کو اپنے ہاتھ سے تحریر کیا۔ اب اسی سید عبدالقادر بن سید آدم کا پڑپوتا سید عبدالقادر بن سید وزیر شاہ سید علیم اللہ صاحبؒ کی کتاب نزہۃ السالکین پر عقیدت کے پھول چڑھا رہا ہے۔ اور اس نادرِ روزگار کتاب کا ملتِ اسلامیہ سے تعارف کرا رہا ہے۔

۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۲ء — سید عبدالقادر ایم۔ اے

رائے گرامی فاضلِ اجل عالمِ باعمل مولانا مولوی حضرت خیر محمدؒ صاحب بانیٔ مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر شہر

وبعد الحمد والصلوٰۃ صحیفہ مقدسہ سبیل السالکین مؤلفہ حضرت مولانا سید علیم اللہ شاہ صاحب چشتی رحؒ کے ترجمہ کا صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۸ تک مطالعہ کرنے کا نہایت مصروفیت اور عدیم الفرصتی میں موقعہ ملا۔ جی چاہتا تھا کہ فرصت میں پوری کتاب کا مطالعہ کر کے مفصل رائے کا اظہار کرتا۔ مگر وقت کی کمی مانع رہی۔ اجمالاً عرض ہے کہ جس حصہ کا مطالعہ کیا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب اصلاح و تربیت کے باب میں حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ مصلحانہ و مرشدانہ طریقہ میں صحیح تصوف کا مرقع ہے۔ حق تعالیٰ اس کو عام مسلمین کے لئے عموماً اور حضرت مصنف کے متوسلین کے لئے خصوصاً رشد و ہدایت کا باعث بنا دے اور جناب مترجم و اشاعت کنندہ کو اپنے مورثِ اعلیٰ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے کر

اجرِ عظیم عطا فرماوے۔ کاش حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ کو ایک کالم میں ثابت رکھ کر دوسرے کالم میں ترجمہ کیا جاتا تو اہلِ علم حضرات کے لئے خصوصاً اہلِ فن کے لئے زیادہ نفع کا موجب ہوتا۔ فقط۔

احقر خیر محمد عفی عنہ
حنفی چشتی صابری ناظم مدرسہ خیر المدارس

جالندھر شہر
۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

کتاب نزہۃ السالکین

دیباچہ از مترجم

مجھ کو عرصہ دراز سے اپنے بزرگوں خصوصاً حضرت سید علیم اللہ حسنی چشتی القادری قدس سرہٗ کی قلمی تصانیف کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اور بچپن میں بھی انکے خوارق کمالات اور روحانیت کے قصے اکثر بزرگوں سے سنا کرتا تھا۔ مگر اس مادیات کے زمانہ میں جبکہ موجودہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کی زندگی میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیا تو اس کا اثر عوام پر یہ پڑا کہ ہر ایک معاملہ کو حکمت عملی پروپیگنڈا اور خصوصاً کے ترازو پر تولا جانا کوئی عیب نہ رہا۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جنکو میں اسلام کی تعلیم کا مغز کہنا زیادہ موزوں خیال کرتا ہوں۔ مجھ پر زمانہ تعلیم انگلستان، زمانہ افریقہ اور اپنے پیشہ وکالت کی سوسائٹی کے باوجود اس بات کا یقین قائم رکھنے میں مدد دی کہ موجودہ سیاسی تعلیمی اور تمدنی جدوجہد کی وجہ سے جو خیالات اور انتشار مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے وہ سب بیرونی اور غیر اثرات کا نتیجہ ہے اور ہمارے

تعلیمی ادارے خواہ وہ مذہبی سکول اور کالج ہوں۔ خواہ دنیوی اسلامیہ سکول اور کالج ان کا نصاب اور طریقۂ تعلیم بھی ہمیں بہت حد تک روحانیات سے دور لے گیا ہے اور اس کا اثر یہ پڑا ہے کہ ہر ایک معاملہ کو مادیات اور دنیاوی طاقت کے سہارے سے حل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

دوسری طرف ہمارے ہمسایہ مذاہب نے روحانیت کو اپنا اصول بنا لیا ہے۔ اور اس اصول کا سہارا لیکر ہندوستانی سیاست کو بھی روحانیت کے نام سے ہی حل کرنے کی کوشش میں ہیں اور اس کا اعلان دنیا کے سامنے کیا کہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہندو مسلمان سکھ عیسائی سب روحانیت کی طاقتوں مثلاً سچ۔ اہنسا یعنی عدم تشدد و سادہ زندگی اور تزکیہ نفس اور خلقِ خدا کے ساتھ مساوات کے برتاؤ رکھنے سے نہ صرف اپنی اخلاقی زندگی کو سنوار رہے ہیں بلکہ سیاسی زندگی کو بھی روحانیت کا رنگ دیکر غیر اقوام کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ رہے ہیں۔ اور ہمارے مسلمان رہنما روحانیت کے نام سے بیزاری کا اظہار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں دوسری قوموں کا خوف اور ابن الوقتی بلکہ ان کو طرح طرح کی تدبیریں اور اگر وہ روحانیت کا سبق دیتے ہمارے رہنما مادہ پرستی کا سبق دے رہے ہیں

ایسے وقت میں مترجم نے ان چند کتب کا ترجمہ کر کے پبلک میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے کہ ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں کو معلوم ہو کہ ان کے بزرگوں کا ملک ہندوستان میں آ کر آباد ہونے کا منشا عیریت اور علیحدگی نہ تھا اور نہ ہی انکا معیار نفس پرستی اور دولت وحشمت تھا۔ بلکہ روحانیت کو پھیلانا اور اس کے ذریعہ غیروں کو اپنانا مقصود تھا۔ یہ کتاب نزہۃ السالکین ایک بہت بڑے عالم صوفی کامل اور فدا ان مصطفویہ علے صاحبا الصلوٰۃ والسلام کے چراغ حضرت سید علیم اللہ حسنی چشتی کی تالیف ہیں سے ایک ہے۔ جو آنحضرت نے ۱۱۸۳ھ میں اپنی بہتر سال کی عمر میں منجملہ دیگر کتب تصوف، فقہ اور تاریخ کے لکھی۔ اسکی پہلی فصل سلسلہ بیعت کے بارے میں شروع ہوتی ہے۔ اور دوسری فصلیں جنکا ذکر موئف کے دیباچہ کے ساتھ درج ہے۔ جو بتدریج فارسی سے ترجمہ کر کے شائع ہو رہی ہیں۔ ان سے بہت سے حقائق اسلام پر روشنی پڑیگی اور واضح ہوگا کہ ہندوستان جسکی نسبت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے یہاں سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے واقعی کبھی روحانیت کا مرکز بننے والا تھا اور اس لئے اس ملک میں

اسلام کے بہترین پیشوایانِ دین جیسے حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش لاہور
حضرت خواجہ گیسو دراز گلبرگہ۔ حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ
معین الدین اجمیری۔ حضرت نظام الدین اولیا۔ حضرت علی احمد صابر کلیری
حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت امام ناصر الدین لنبہیر حضرت عبد القدوس گنگوہی
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی اور حضرت شاہ میراں سید محی جیسے
بزرگانِ دین نے روحانیت کے فیوض کی برکت سے ہندوستان کے لوگوں
کو مادہ پرستی کے خلاف روحانیت کی تعلیم دی اور اس ملک میں روحانیت
کے پودے کی آبیاری کر کے اسی سرزمین کو اپنے مدفن ہونے کا شرف بخشا۔
اب جبکہ دنیا کی قومیں سرمایہ داری کے لئے خاک و خون میں لت پت
ہو رہی ہیں وقت ہے کہ ہندوستان (جسکو روحانیت کا گہوارہ کہا جانا
غیر موزوں نہیں ہے) کے لوگوں کو ان بزرگوں کی تعلیم جس کی تمہید کی بنا
یہ ہے۔ حمد خدائے را عز و جل کہ قلوب عارفان را بنور عرفان منور ساختہ
تا در صورتِ اغیار مشاہدۂ یار نمودہ اللہ کا نقشہ دکھا کر توحید اور یگانگت
کا سبق دیا جائے۔ حالندہر شہر یکم اپریل ۱۹۴۲ء

احقر العباد سید عطاء اللہ شاہ حسنی
بیرسٹر ایٹ لاء

فصل اول

دربارہ بیعت و پیری مریدی

نزہتہ السالکین

نام کتاب جس کا حوالہ اس فصل میں دیا گیا ہے

نمبر شمار	کتاب	صفحہ نزہتہ السالکین	نام مصنف
۱	قرآن مجید		
۲	بوستان		سعدی علیہ الرحمۃ
۳	فتوح الغیب		حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح
۴	اخبار الاخیار		شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح
۵	سبع سنابل		سید عبدالواحد بلگرامی
۶	حوالہ کتاب معین الدین چشتی		خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح
۷	نفحات الانس		ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ
۸	قول حضرت عبداللہ انصاری رح " ابوالحسن صائغ " ابوجعفر صیدلانی		"

نمبر شمار	حوالہ کتاب		نام مصنف
۹	اقوال ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ		ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	قول حضرت ابو العباس عطام دربارہ بیعت		
۱۱	لطائف اشرفی		سید اشرف جہانگیر
۱۲	ذکر شیخ نصیر الدین محمود		"
۱۳	تفسیر حسینی		ملا واعظ حسین کاشفی
۱۴	ترجمہ مشکوٰۃ شریف		عبد الحق محدث دہلوی رح
۱۵	قول سید اشرف جہانگیر		از کتاب سید اشرف جہانگیر
۱۶	رسالہ محمد غوث پشاوری		کتاب رسالہ محمد غوث پشاوری
۱۷	مطلوب الطالبین		حضرت نظام الدین اولیا دہلوی رح
۱۸	کتاب اوراد چشتیہ		
۱۹	راحت القلوب	بیعت	
۲۰	قطب السالکین	"	
۲۱	عوارف المعارف		شیخ شہاب الدین سہروردی

نمبر شمار	حوالہ کتاب	دربارہ	مصنف
۲۲	قول حضرت سلطان المشائخ		
۲۳	شمائل الاتقیا	بیعت	
۲۴	مفتاح الفتوح	"	حضرت پیران پیر
۲۵	لطائف المنن والاخلاق	بیعت	امام عبدالوہاب مصری الشعرانی
۲۶	قول حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رح	بیعت عورات	
۲۷	مکتوبات عبدالقدوس قدس سرہٗ	"	عبدالقدوس حنفی
۲۸	غنیۃ الطالبین	"	پیران پیر
۲۹	مباہات و مرحصات شرعیہ	"	
۳	کتاب الاشباہ والنظائر	بیعت	
۳۱	فضائل صلوٰۃ اللیل	"	
۳۲	مکتوبات		حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح
۳۳	نفحات الانس	"	مولانا عبدالرحمٰن جامی

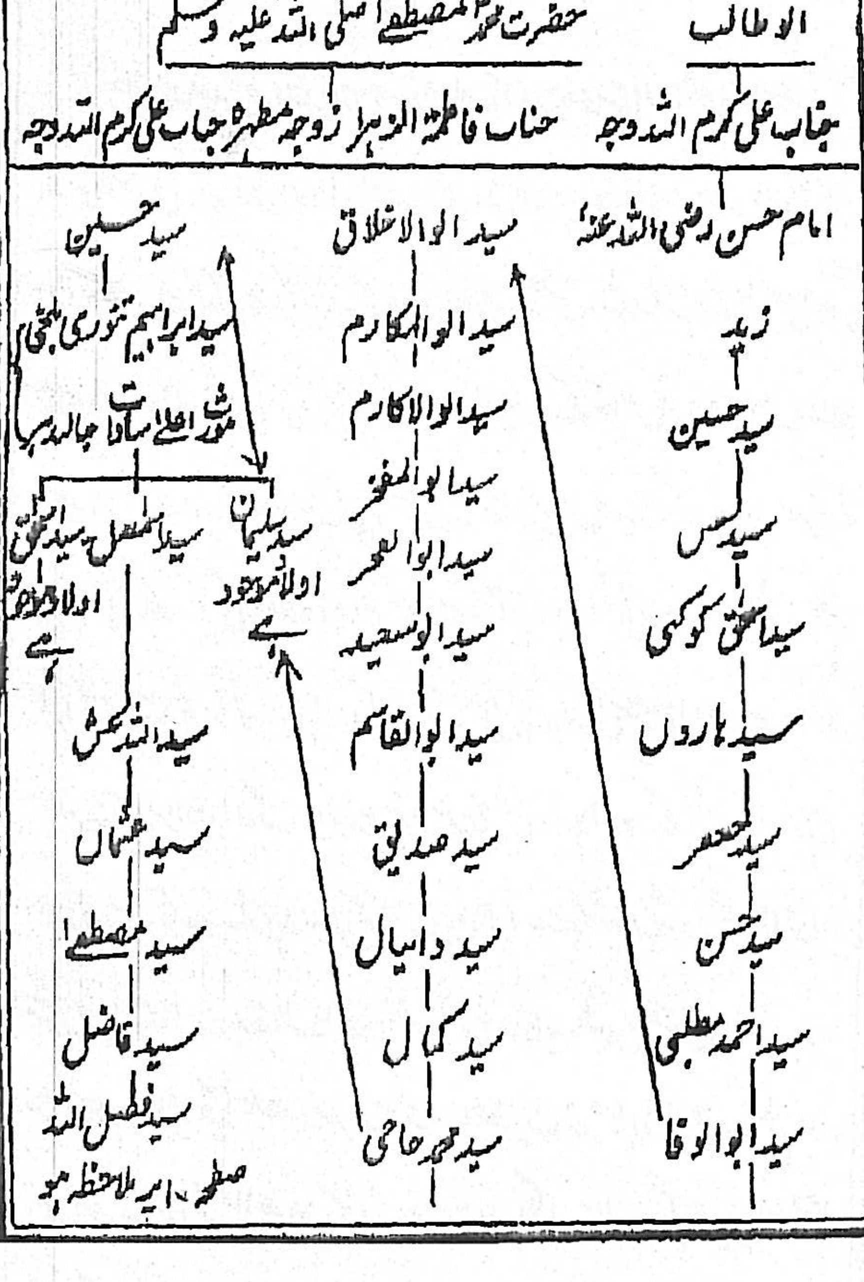
نسب و حالات حضرت سید علیم اللہ قدس سرہ فاضل جالندھری

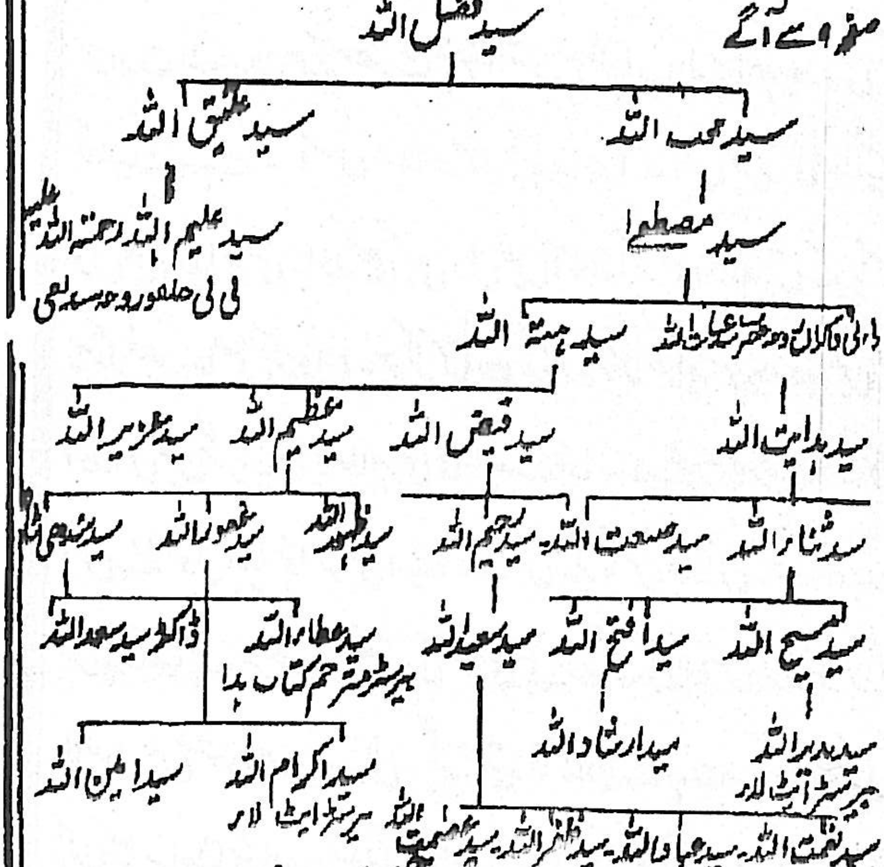
نسب
حضرت سید علیم اللہ قدس سرہٗ مولف کتاب نزہتہ السالکین کا سلسلہ نسب ۱۳ واسطوں سے حضرت جناب حسن رضی اللہ عنہ بن امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد سید عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہ انبیٹھہ ضلع سہارنپور کے خاص مریدوں میں سے تھے اس طرح وہ آنحضرت کے پیر حضرت شاہ میراں سید بھیکھ قدس سرہٗ کے پیر بھائی تھے۔ آپکی نسبت روایت ہے کہ آپ پیدائشی اولیاء اللہ تھے عمر آنحضرت پورا نوے برس کی ہوئی۔ تاریخ وصال سنہ ۱۲۰۱ھ ہے۔ اور حضرت کا مزار مبارک جالندھر شہر میں بہشتی دروازہ کے نام سے مرجع خلائق ہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں جن میں سے مشہور شرح گلستان شرح بوستان زبدۃ الہدایہ فی تفسیر شرح وقایہ شرح فتوح الغیب۔ سر الجواہر سوانح حیات حضور سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی آخیر عمر یعنی سنہ ۱۱۸۳ھ میں کتاب نزہتہ السالکین تالیف کی جسمیں تصوف کے دقیق مرحلہ اس خوبی اور اختصار سے بیان کئے گئے کہ جن کی مثال

نہیں ملتی۔

شجرہ نسب حضرت سید علیم اللہ حسنی الچشتی فاضل جالندھری

حسب ذیل ہے۔





قطب الاقطاب حضرت سید علیم اللہ صاحب رح فاضل جالندھری

اپنی اس تالیف کردہ کتاب نزہۃ السالکین میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جب میری عمر پندرہ سال کی تھی ان اوقات میں شرح تلخیص سیدی و سندی حضرت سید کبیر صاحب جالندھری سے پڑھتا تھا۔ چونکہ ان دنوں سید کبیر صاحب قدس سرہ کو اوراد و وظائف کا زیادہ شوق تھا اور پڑھانے وغیرہ سے دل سیر ہو گیا تھا اس لئے سبق زیادہ نہیں پڑھاتے تھے اور پڑھنے میں ناغے

زیادہ ہوتے تھے۔ بدیں وجہ مطالعہ میں کوتاہی ہوتی تھی۔ جو وقت بعد درد سے بچتا تھا اس میں صوفیائے کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ خاصکر کتاب عوارف المعارف جو کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ہے۔ اس مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس فرقہ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ اور کبھی کبھی دل میں آتا تھا کہ کسی درویش کے پاس پہنچکر فیض حاصل کروں۔ چونکہ کتاب مذکورہ بالا طریقہ سہروردیہ میں تھی اور اس میں شریعت کا ظاہری لحاظ بہت تھا۔ اور مجھے بھی شریعت کا بہت شوق تھا اس لئے شوق پیدا ہوا کہ کسی ایسے درویش کے پاس جاؤں۔ جو کہ سہروردی طریقہ رکھتا ہو۔ ہر چند کوشش کی مگر کسی ایسی بزرگ کی جو اس فرقہ کا ہو۔ اور طالبوں میں مشہور ہو۔ خبر نہ ملی۔ مگر چشتیہ خاندان کے بہت سے مشائخوں کا ذکر اکثر سنا جاتا تھا اور خاصکر لوگ جناب سید میراں بھیکہ صاحب کی تعریف کرتے تھے چونکہ ان کے طریقہ میں سماع کے سننے کا شوق تھا۔ اس لئے طبیعت اس فرقہ سے گریز کرتی تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ بچپن سے اگرچہ میں سماع اور اس کے سننے والوں کا منکر نہیں تھا۔ پھر بھی پرہیز لازمی سمجھتا تھا۔ حاصل کلام میری حالت اسی فکر میں تھی کہ رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان

آیا - جس نے مجھے کہا۔ کہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر نے مجھے تمہارے
پاس بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا کی یاد میں مشغول رہو۔ اور اس سے غفلت
نہ کرو۔ جب میں نیند سے جاگا میں نے خیال کیا۔ کہ خاندان چشت سے
کوئی بزرگ میری طرف توجہ رکھتے ہیں۔ اور چونکہ میرے آباؤ اجداد بھی اسی سلسلہ
میں شامل تھے۔ اس لئے پریشانی دور ہوگئی۔ اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ
ضرور چشتیہ طریقہ قبول کرونگا۔ اور مرید ہونگا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس
شیخ کا مرید ہوں۔ اور ہر ایک سے پوچھتا تھا۔ کہ اس زمانہ میں چشتیہ سلسلہ
کا کون بزرگ ہے جس سے ارادت کیجاوے۔ اکثر لوگ یہی کہتے تھے۔ کہ
آج کل مثل میراں سید بھیکھ صاحب نہ کوئی دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔
اور لوگ ان کی شان میں مناقب کہتے تھے مذکورہ بالا وجوہات کیوجہ سے دل
حضرت سید میراں صاحب کی طرف رجوع ہوا۔ یہانتک کہ ایک رات خواب
میں دیکھا کہ میں اور سید عابد فرزند سید ابراہیم مرحوم ایک جگہ بیٹھے ہیں
حالانکہ اُن دنوں میں خورد سال تھا۔ اور سید عابد مجھ سے چند سال بڑے
تھے مگر پھر بھی میری اور انکی بڑی محبت تھی۔ اور بدیں وجہ مجھے مزارات
کی زیارت کے لئے ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کو خواب میں ہی کہا کہ

میں چاہتا ہوں کہ زیارت میراں سید عبدکہ صاحب کی کروں۔ آپ میرے ہمراہ چلیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ چلو۔ پس ہم روانہ ہو گئے یہانتک کہ منزل بمنزل چلتے ایک صحرا لق و دق میں جس جگہ کہ نہ کوئی عمارت تھی اور نہ ہی کوئی درخت تھا پہنچے۔ اور اس صحرا میں ایک شہر دیکھا۔ جو چاردیواری سے گھرا ہوا تھا۔ اور حضرت پیر دستگیر اس صحرا میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ سر مبارک مغرب کی طرف اور رو مبارک جنوب کو اس شہر کی طرف۔ اور ہم مغرب کی طرف چارپائی سے ستر قدم فاصلے پر کھڑے ہو کر اور زیارت کر کے جانب مشرق روانہ ہو گئے تھوڑی دور چلکر میں نے سید عابد سے کہا واپس ہو کر پھر زیارت کرنی چاہیئے کیونکہ طبیعت کو ابھی تسکین نہیں ہوئی۔ حاصل کلام پھر واپس ہوئے۔ پہلی جگہ پہنچ کر چارپائی کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ ناگاہ حضرت پیر دستگیر نے برق کی مانند اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا۔ یہانتک کہ میرا سینہ چارپائی کے نزدیک پہنچا اور وہاں اس کے نزدیک ایک برتن مٹی کا پانی سے بھرا ہوا دیکھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ کوزہ لے لے اور وضو کر۔ میں نے اسکو اٹھا لیا اور وضو کر لیا۔

اور میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تاکہ معلوم کروں کہ کونسی نماز کا وقت ہے۔ جس کے لئے وضو کا حکم دیا ہے میں نے دیکھا۔ کہ وقت نماز عصر کا ہے اور ابھی تین گھڑی دن باقی رہتا تھا۔ جونہی کہ میں نے وضو کیا آنکھ کھل گئی۔ جب ہوش میں آیا۔ دیکھا کہ وقت نماز فجر ہے۔ اٹھا وضو کیا۔ اور مسجد میں جا کر نماز با جماعت پڑھی۔ اس سے پہلے میں نے بہت کوشش کی تھی کہ فجر کی نماز وقت پر گزاروں اور قضا نہ ہو۔ مگر بوجہ نوعمری اور غلبہ نیند اکثر وقت پر نماز ادا نہیں ہوتی تھی۔ میری آرزو بدرجہ کمال تھی کہ ہمیشہ فجر کی نماز وقت پر پڑھوں۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوتی تھی۔ اس روز حضرت میراں صاحب کی برکت سے نماز فجر با جماعت پڑھی۔ اور آئندہ بھی پڑھنے لگ گیا۔ حاصل کلام جو طبیعت تذبذب میں تھی وہ نہ رہی۔ اور یہ سمجھا کہ حضرت میراں صاحب نے مجھے اپنی طرف کھینچا ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ ضرور اُن کی بیعت کروں گا تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سید شاہ محمد[1] صاحب قدس سرہ کی حویلی

---

[1] آپ کے اولاد میں سے سید عبدالغفور و عبدالمجید اسوقت موجود ہیں

کے پاس جو مسجد ہے اور جالندھر میں واقعہ ہے تشریف فرما ہیں اور
بہت لوگ بیک بندوں میں سے گرداگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور میں بھی
اس مسجد میں ہوں۔ حضرت پیغمبر خدا صلعم نے سید میراں صاحب کو یاد فرمایا
حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ حاضر ہے۔ حضرت میراں صاحب
نے جونہی کہ یہ بات سنی۔ اٹھے۔ اور خدمت حضور صلعم میں حاضر ہوئے
رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ اپنے مریدوں کی فہرست مجھے دیدو۔ حضرت
میراں صاحب نے پیرہن سے اس کاغذ کو نکالا اور کھولا۔ رسول اکرم
صلعم نے فقیر کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس شخص کا نام اپنے مریدوں
میں تحریر کر دو۔ پس حضرت پیر دستگیر نے حضورؐ کے روبرو مجھ گمنام کا نام
فہرست میں اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اسی دم میں خواب سے بیدار ہو گیا اور
شکر بجا لایا۔ اور اس روز سے میں نے اپنے آپ کو حضرت میراں صاحب
کے مریدوں میں شمار کیا اور کھلم کھلا کہتا تھا۔ کہ میں میراں صاحب کا خادم
ہوں۔ چند مدت کے بعد اشتیاق قدمبوسی غالب ہوا۔ اور چاہا۔ کہ حضورؐ
کی زیارت سے مشرف ہوں۔ پھر اپنے دل میں سوچا کہ بارگاہ عالی میں بغیر
اجازت حاضر ہونا داخل بے ادبی ہے۔ اور خطرہ سے خالی نہیں لازم

ہے کہ پہلے عرضی حضور میں بھیجا وے۔ جو حکم صادر ہو۔ اس پر عمل کیا جاوے اس لیئے میں نے ایک عریضہ لکھا۔ کہ فقیر کو قدمبوسی کا اشتیاق از حد ہے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ علم دین کی ابھی چند کتابیں پڑھنی باقی ہیں۔ اگر حکم ہو تو ان کتابوں کو پھر کسی موقعہ پر چھوڑ کر حاضر ہو جاؤں۔ آگے جیسا ارشاد ہو کیا جاوے۔ اس خط کے پڑھنے کے بعد حضور میرانصاحب نے جواب لکھا کہ تحصیل علم کئے بغیر مت آنا۔ کیا جلدی پڑی ہے یار باقی صحبت باقی۔ اس جواب کے آنے پر باقی کتابوں کو جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش کی اور فراغت پاکر کعبۂ مقصود کی طرف جانے کا ارادہ کرتا رہا۔ ہر چند کوشش کرتا تھا۔ مگر بموجب لِكُلِّ شَيْءٍ آفَتَهٌ وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ تَعْوِيْقٌ۔ ڈھیل پڑتی گئی۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ ایک بزرگ مجھے کہتا ہے کہ جب تک فضیلت پناہ حضرت سید ابراہیم کے شاگرد نہ ہوگے تب تک تحصیل علم سے فارغ نہ ہوگے۔ اور ایسی بے فائدہ کوشش کیوں کرتے ہو۔ اور کیوں ان سید صاحب کی طرف رجوع نہیں کرتے ہو۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو سید صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ مجھے کچھ پڑھا یا کرو۔ انہوں

نے عذر کیا کہ ضعف اور ناطاقتی کے باعث ایک جگہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ آخر الامر جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو ازراہِ شفقت بزرگانہ دو سبق شروع کر لیئے۔ ایک تو کتاب التسفیہ سے منقولات ہدایہ کا دوسرا معقولات شرح حسین میبذی سے مباحثات عنصریات میں ہدایۃ الحکمت پر دو ہفتہ کے عرصہ میں ان دونوں کتابوں کو عبور کرا دیا۔ اور دو تین سبق شرح مواقف امور عامہ سے بھی پڑھائے اس کے بعد سید صاحب نے فرمایا۔ کہ مطالعہ تمہارا صاف ہوگیا۔ اور اب سبق کی حاجت نہیں ہے۔ بعد ازاں تھوڑے دنوں میں عالم محقق و حبر مدقق مولوی عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر علم سے فارغ ہوگیا۔ اور اب اس بات کے درپے ہوا کہ والد صاحب کی اجازت لے کر حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں جاؤں جب اجازت چاہی تو والد صاحب نے اگرچہ وہ باطن میں خوش تھے مگر یہ خیال کر کے کہ حضرت میر الصفا صاحب اکثر پانی پت میں رہا کرتے ہیں اور جالندھر سے وہاں تک دس روز کا راستہ ہے۔ اور یہ بچہ ہے۔ نہایت کمزور ہے۔ اور طاقت پیادہ چلنے کی نہیں رکھتا ہے۔ اور ابھی اس نے سفر کی مشقت نہیں

دیکھی۔ اور سواری کی طاقت نہیں۔ شاید ہے کہ سفر کی تکلیفوں میں پڑ کر اعتقاد میں فرق نہ ڈال لے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر والد صاحب کی بغیر اجازت جاؤں تو اغلب ہے کہ حضرت میراں صاحب ناراض ہوں اور دربار میں حاضر نہ ہونے دیں۔ اور اس لئے میں ظاہری اور باطنی طور سے راندہ جاؤں۔ لاچار کتابوں سے روایات تلاش کرنی شروع کیں۔ اور میں نے کتاب عین العلم میں دیکھا کہ سفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دینی چنانچہ حصول تجربہ اور علم کے لئے سفر کا ارادہ۔ اخلاق کی اصلاح کے لئے۔ حج کے لئے۔ بڑوں کے حالات مشاہدہ کرنے کی غرض سے اُنکی ملاقات کرنے کے لئے اور ان کی قبروں کی زیارت سے فائدہ اٹھانے کے لئے۔ دوسرا دنیاوی چنانچہ فساد اور قحط سے بھاگنے کا سفر۔ پس حج اور علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر نے نامل کرنا چاہیئے۔ خزانۃ الروایات فتاوی قاضی خاں میں یہ لکھا دیکھا۔ کہ رَجُلٌ خَرَجَ فِی طَلَبِ العِلْمِ بِغَیْرِ اِذْنِ وَالِدَیْهِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَلَمْ یَکُنْ هٰذَا عُقُوقًا قِیْلَ هٰذَا اِذَا کَانَ مُلْتَحِیًا فَاِنْ کَانَ اَمْرَدَ صَبِیْحَ الْوَجْهِ فَلِاَبِیْهِ اَنْ یَمْنَعَ مِنَ

الخروج۔

اور عین العلم میں پڑھا۔ کہ جو کچھ حدیث میں آیا ہے کہ۔ طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اور اس معائنہ قلبی کے علم سے یہ مراد ہے کہ علم تمام مسلمانوں پر واجب ہے پس ایسی ایسی روایات پڑھ کر اپنے دل میں کہا کہ سفر طلب علم کیلئے واجب ہے اور والد صاحب کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور سفر کرنے کا قصد شروع کیا۔ اور وقت کا متلاشی رہا کہ کون نیک وقت ہو کہ میں بغیر اطلاع والد صاحب روانہ ہوں۔ چنانچہ ایسا عمدہ اتفاق ہوا کہ جناب والد صاحب برائے وجہ معاش زراعت اور مزارعان کی خبر گیری کے لئے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ اور سیدی سید محمد جو عبدالرشید کے چچازاد بھائی اور حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مرید تھے۔ چند خادموں کے ساتھ آنحضرت کی زیارت کے واسطے تیار تھے میں نے بھی ان کو بزرگ مشفق اور بجائے والد محترم سمجھ کر خیال کیا۔ کہ ان کے ہمراہ جانا غنیمت ہے چونکہ نحیف الجثہ تھا۔ دو تین ہی منزل طے کیں تھیں کہ دونوں پاؤں سوج گئے اور آبلے بھی چھالے پڑ گئے۔ بعد ازاں اس طرف کی اس قدر کشش تھی اور

خوشی تھی کہ بجائے ایک قدم کے ۔ دو قدم اٹھاتا تھا اور قافلے سے آگے رہتا تھا ۔ یہانتک کہ بعض اوقات قافلے کو بہت دور پیچھے چھوڑ جاتا تھا ۔ جس وقت خوف تنہائی کا خیال آتا تھا تو بیٹھ جاتا تھا ۔ تاکہ آرام کروں ۔ جب قافلہ نزدیک آتا تھا تو پھر چلتا تھا یہاں تک کہ منزل بمنزل چلتے چلتے پائی پتایں منزل مقصود پر پہنچے ۔ چونکہ سیدی سید محمد خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے ۔ اس لئے انہوں نے دربان سے کہا کہ حضرت میرالصاحب کے پاس جاکر عرض کرے ۔ کہ طالب مرادیے بیانہ حاصل کرنے کے واسطے دروازہ پر کھڑے ہیں ۔ دربان نے ہماری عرض پہنچا دی ۔ حکم ہوا کہ چلے آویں ۔ جب حاضر ہوئے اور آداب بجا لائے میرالصاحب نے جان بوجھ کر قہر آمیز زبان سے پوچھا کہ تم کون ہو ۔ سید محمد نے عرض کی کہ سید محمد وغیرہ ۔ پھر حضور نے اسی جلال سے پوچھا ۔ سید احمد ساکن تہاڑہ ۔ سید محمد نے عرض کی کہ حضور نہیں ۔ سید محمد جالندھری پھر حضور نے فرمایا کہ شاہجہان آباد سے آئے ہو سید محمد نے عرض کی کہ نہیں حضرت جالندھر سے ۔ پھر فرمایا ۔ کہ شاہجہان آباد کی طرف بغرض تجارت گئے تھے پھر عرض کیا گیا ۔ کہ محض حضور کی زیارت کو آئے ہیں ۔ جو ہی کہ یہ الفاظ

L 889

حضور یہ سن کر تو جلال میں آگئے۔ اور کہا کہ اے مردودو تم پیر کی کچھ حقیقت
نہیں جانتے۔ اور خاطر میں نہیں لاتے۔ میں نے بارہا تم سے کہا ہے کہ موسم
سرما میں اس طرف کا ارادہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ راستہ میں تکلیف ہوگی
اور اگر کوئی پلید ہو جائے اور بوجہ سردی کے خوف سے غسل نہ کر سکے
اور نماز قضا ہو جائے۔ خود گنہگار ہے۔ اور مجھے بھی گناہ میں شامل کرے
کیونکہ وہ نماز میرے سبب قضا ہوگی۔ تم پیروں کے حکم کی تعمیل نہیں
کرتے۔ اور قماربازوں اور بدکاروں کی صحبت نہیں چھوڑتے۔ غرضیکہ
بہت سا جلال جس میں رنگ برنگ کی مہربانیاں بھی دبی تھیں ظاہر
ہوئیں۔ اس وقت حضور چارپائی پر رونق افروز تھے۔ اور جلالت
کی زبان میں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اور تم میں سے جو سید ہے چارپائی
پر بیٹھ جائے اور باقی لوگ فرش پر بیٹھ جائیں۔ ایک اور علیحدہ چارپائی
حضرت کے روبرو پڑی ہوئی تھی۔ میں اور سید محمد موجب حکم اس
چارپائی پر بیٹھ گئے۔ کیونکہ ہم حضرت عالی کے کرم سے واقف تھے۔ اگر
کوئی کسی قسم کی عدول حکمی کرتا تھا۔ خواہ وہ بوجہ ادب ہی کیوں نہ ہوتی۔
اس پر عتاب کی نظر ہوتی تھی۔ اور دوسرے تمام لوگ فرش پر بیٹھ گئے

اور سید ابوالحسن باوجودیکہ سید اور ہم سے بڑا تھا چارپائی پر بیٹھنے کی تاب نہ لا سکا۔ اور فرش پر بیٹھ گیا ایک لحظہ کے بعد ہی حضرت نے از راہ کرم پوچھا۔ کہ بھائیو! بخیریت پہنچے؟ ہم نے بکمال عجز عرض کی۔ کہ حضور کی توجہ اور امداد سے بخیریت پہنچ گئے۔ اور اسی وقت چارپائی سے ہم لوگ اٹھ کر حضرت کی چارپائی کے نزدیک آ گئے۔ اور یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کیا۔ یہانتک کہ خود چشم پوشی کرتے تھے۔ اور کسی کا نام نہ پوچھتے تھے۔ جب نوبت مصافحہ کی احقر تک پہنچی۔ ہاتھ پکڑتے ہی فرمایا۔ ہم کو تمہارے آنے کا انتظار تھا۔ اور پوچھا کہ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے ہو۔ حقیر نے عرض کیا کہ حضور کی توجہ سے فراغت حاصل کر لی ہے۔ حضرت میرالصاحب نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو علوم ظاہری سے فارغ کیا۔ اسی طرح اس کام میں بھی تم کو انجام پر پہنچا دے۔ اسی روز ظہر کی نماز کے بعد طریقہ چشتیہ میں داخل کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

الغرض آپ جب بعد حصول خرقہ خلافت جالندھر میں آ کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے یہانتک مرجع انام تھا۔ کہ لاکھوں آدمی آپ

کے فیض سے بہرہ مند ہوئے۔ اور فیض کی حالت یہ تھی۔ کہ جو طالب حق
آپ کے پاس باعتقاد آتا تھا۔ تیر نظر کیمیا اثر سے ولی کامل ہو جاتا تھا
الغرض آپ سے بہت سی خوارق و کرامات ظہور میں آئیں۔ جن کو آپ
کے خلیفہ حضرت عبداللہ شاہ صاحب ساکن بیگوال نے قلمبند کیا ہے
اور آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں چنانچہ (۱) شرح
بوستان مسمی اظہار الاسرار (۲) شرح اخلاق ناصری (۳) کتاب سر الجواہر
سوانح حیات حضور صلعم (۴) زبدۃ الروایہ علم فقہ میں (۵) نزہۃ السالکین
علم سلوک میں۔ آخر ۱۶ صفر سنہ ۱۲۰۲ ہجری کو شہسوار عالم قدس گرم سیوار
ہوا۔ اور اس مرد میدان تجرید شہنشاہ ممالک توحید و سلطان جہان
تفرید نے مردانہ وار آخر لقائے الٰہی کا جام نوش فرمایا۔ اور نہایت
الوصال کا پردہ درمیان سے اٹھایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ۔ تاریخ وفات آپ کی "آفتاب چشتیہ" سے نکلتی ہے جو
۱۶ صفر کو بروصہ شریف آپ کا جالندھر شہر بہشتی دروازہ کے نام سے مشہور
ہے۔ اور ہر سال ۵ محرم الحرام (دیپی) کو حضرت بابا فرید شکر گنج کے عرس کے دن
اور سولھویں تاریخ ماہ صفر بڑا بھاری عرس ہوتا ہے اور دور دور سے زائرین آکر فیض حاصل کرتے ہیں

ہیں اسکے سلسلہ عالیہ چشتیہ یا شجرہ شریف خواجگان چشت معہ تاریخ ومقام وفات بزرگان کرام جن کے واسطہ اور طفیل سے حضرت سید علیم اللہ حسنی قدس سرہٗ اپنے کمال کو پہنچے ہیں درج کیا جاتا ہے جو مفصل ذیل ہے۔

شجرہ بزرگان چشت

نمبر شمار	نام بزرگ	تاریخ وفات	خانقاہ
۱	حضرت شاہ علیم اللہ صاحب اصل جالندھری	۱۶ صفر	جالندھر شہر
۲	حضرت شاہ میر محمد سعید عرف میر سید بھیکھہ کہڑامی رح	۵ رمضان گروہ ہمکلیف درویشاں ۱۲ ر ۱۳ شعبان مقرر ہے	کہڑام
۳	،، ،، شاہ ابوالمعالی رح	۱۲ ربیع الاول	انبیٹھہ
۴	،، داؤد صادق رح	۱۰ رمضان المبارک	گنگوہ
۵	،، صادق محمد بن فتح اللہ رح	۲۹ محرم الحرام	،،
۶	،، ،، ابوسعید نور رح	یکم ربیع الآخر	،،

نمبر شمار	نام بزرگ	تاریخ وفات	خانقاہ
۷	حضرت نظام الدین رحؒ	۷ ر رجب	تھانیسر
۸	" " جلال الدین تھانیسریؒ رحؒ	۲۵ ر ذوالحجہ	"
۹	" " عبدالقدوس رحؒ	۲۳ ر جمادی الآخر	گنگوہ
۱۰	" " محمد بن عارف احمد عبدالحق رحؒ	۲۱ ر شعبان	اردولی
۱۱	" " عارف بن احمد عبدالحق رحؒ	۱۷ ر صفر	"
۱۲	" " احمد عبدالحق رحؒ	۱۵ ر جمادی الآخر	"
۱۳	" جلال الدین قدس سرہٗ	۱۳ ر ربیع الاول	پانی پت
۱۴	" " شمس الدین ترک رحؒ	۱ ر جمادی الآخر	"
۱۵	" " علاؤالدین علی احمد صابر رحؒ	۱۳ ر ربیع الاول	کلیر
۱۶	" فریدالدین گنج شکر رحؒ	۵ ر محرم الحرام	پاکپٹن
۱۷	" " قطب الدین رحؒ	۱۴ ر ربیع الآخر	دہلی
۱۸	" " خواجہ معین الدین چشتی رحؒ	۶ ر رجب المرجب	اجمیر شریف
۱۹	" " خواجہ عثمان ہارونی رحؒ	۶ ر ۱۶ ر شوال	مکہ شریف

نمبر شمار	نام بزرگ	تاریخ وفات و عرس	خانقاہ
۲۰	حضرت حاجی شریف زندنی رح	۳ یا ۶ رجب المرجب	زندن
۲۱	" " قطب الدین مودود چشتی رح	یکم "	قصبہ چشت
۲۲	" " ناصر الدین یوسف چشتی رح	۴ ربیع الآخر	"
۲۳	" " ابو محمد چشتی رح	یکم رجب المرجب	"
۲۴	" " ابو احمد چشتی رح	آخر جمادی الآخر	"
۲۵	" " ابو اسحٰق شامی رح	۱۴ ربیع الآخر	عکہ ملک شام
۲۶	" " علو ممشاد دینوری رح	۱۴ صفر	دینور
۲۷	" " ہبیرہ بصری رح	۷ یا ۸ شوال	بصرہ
۲۸	" " حذیفہ مرعشی رح	۱۴ یا ۱۸ "	مرعش
۲۹	" " ابراہیم بن ادھم رح	یکم یا ۱۴ "	ملک شام
۳	" " خواجہ فضیل عیاض رح	۲۹ محرم الحرام	جنت البقیع
۳۱	" " خواجہ عبدالواحد بن زید رح	۲۷ صفر	بصرہ
۳۲	" " خواجہ حسن بصری رح	یکم رجب المرجب	"

نمبر شمار	نام بزرگ	تاریخ وفات و عرس	خانقاہ
۳۳	جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہٗ	۲۱ یا ۲۳ رمضان المبارک	نجف اشرف
۳۴	حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	۲ یا ۱۲ ربیع الاول	مدینہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

خدائے بزرگ و برتر کی تعریف کے بعد جس نے عارفوں کے دلوں کو عرفان کے نور سے اس لئے روشن کیا ہے کہ وہ غیروں کی صورتوں میں یار کا مشاہدہ کریں۔ اور طالبان ہدایت کے لئے اس لئے دروازہ کھول دیا ہے کہ بیگانہ کے دل کی تختی سے غیریت کا حرف مٹ کر دو یگانہ ہو جائے۔ اور صاحب تاج لولاک کے لئے درود نامعدود جس کی درگاہ میں عرش و کرسی آستاں افلاک جبیں سیار جاگیر رکھتے ہیں۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر عباد اللہ الغنی علیم اللہ الحسنی لکھتے ہیں۔ کہ اس حقیر نے اس سے پہلے غواص دریائے حقیقت و مجاز حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بوستان کی شرح معروف بہ اظہار الاسرار جو سالکان طریقت کے ذوق کو بڑھانے کے فوائد پر حاوی ہے لکھی تھی جس کو مطالعہ

کرنے کے بعد اکثر دوستوں نے فرمایا کہ یہ کتاب متفرق فوائد میں لکھی گئی ہے جس کا سمجھنا مشکل ہے۔ میرے دل نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ ان فوائد کو ایک عمدہ ترکیب سے ترتیب دیکر ایک مستقل کتاب کی شکل میں جمع کیا جائے۔ لیکن زمانے کی مصروفیتوں کی وجہ سے مافی الضمیر پوشیدہ رہا اور ظاہر نہ کر سکا۔ سنہ ۱۱۸۳ھ میں اندرونی خواہش کے تقاضے سے باوجود بہت سی روکاوٹوں کے ان مسائل پر حاوی یہ کتاب لکھی گئی۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے مسائل جن کا مطالعہ سالکان راہ طریقت کے لئے تازگی بخش ہے۔ اور مضمونوں کے موقع و محل کے لحاظ سے حضرت شیخ الاسلام مرشد الامام مطلع اسرار شریعت وطریقت ومطلع انوار حق وحقیقت سیدنا ومولانا بحر النظامی میر سعید معروف بہ سید حکیم الیسوانی الکھرامی کے حالات واقوال وافعال سے بھی کچھ مختصراً لکھ کر اس کتاب کو چوبیس فصلوں میں تقسیم کیا۔

پہلی فصل: پیری مریدی کے فوائد اور اس کے آداب اور شرطیں۔

دوسری فصل سلوک کے بیان میں۔

چوبیسویں[۲۴] فصل حضرت پیر دستگیر کا وصال۔ اور بزرگوں کے عرسوں کے فوائد کے بیان میں۔

لہ اس کتاب مسمی بہ مرشد السالکین میں جہاں پیر پیر دستگیر کا لفظ بطریق اطلاق وارد ہوا ہے۔ اس سے مراد پیر دستگیر حضرت میراں صاحب سید بھیکھ ہے اور شاہ صاحب سے مراد حضرت واحد مطلب عالی سید ابوالمعالی قدس اللہ تعالےٰ اِسْرَارَہُمَا وَ اَفَاضَ عَلَیْنَا اَنْوَارَہُمَا بِمَنِّہٖ وَفَضْلِہٖ ہے

محمد لالہ کیشب چاندو ... ایم۔اے مینیجنگ پروپرائیٹر ... رئیس جالندھر شہر میں چھپا اور سید ذکاءاللہ شاہ مہتمم جمعیۃ اخوان الدین نے جالندھر شہر سے شائع کیا۔

ترجمہ

نزہۃ السالکین

فصل اوّل

پیری مریدی، اسکے فوائد، شرائط اور آداب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دربیان پیری مریدی

معنے مجاہدہ

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ ترجمہ (اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہمارے حق میں ضرور ہی ہم ان کو اپنا راستہ دکھائینگے) ہدایت کو مجاہدہ سے وابستہ کیا ہوا ہے۔ مجاہدہ کے معنے ہیں نفس کو مالوفات مستلذات (جن چیزوں سے نفس کو الفت ہو اور وہ ان سے لذت حاصل کرے) سے باز رکھنا۔ اور یہ معنی اعتبار کے رو سے اغلب ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی یہ ہمیشہ سے عادت ہے کہ انسان بغیر مجاہدہ کے خدائے تعالےٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور کبھی کبھی شاذ و نادر محض عنایت ازلی یا صاحب معرفت کے باطن کی توجہ سے بھی وصول حاصل ہوتا ہے لیکن اس بات پر بھروسہ کرکے مجاہدہ کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ۔ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور

جب نفس کی عادت تجبر اور دوسرے کی فرمانبرداری سے انکار کرنا ہے
جو اکثر بری عادتوں کا منشا ہے اور بری عادتوں کے ازالہ کیلئے
حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ اور رحمت شاملہ سے انبیا علیہم
السلام کو مبعوث کرکے فرمایا ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں اور یقین
سے ان کی فرمانبرداری کریں تاکہ نفس میں عادت کی تبدیلی ہو اور
اپنے جیسی مخلوق کی تابعداری کریں۔ اس مقصد کے آسانی سے حاصل
ہونے کے لئے بعض اولیا کو ارشاد کی مسند پر متمکن فرمایا تاکہ لوگ انکی
بیعت اور انکے حکم کی تابعداری کرکے غرور و سرکشی سے باز آئیں اور نفس
کو شکست پر شکست حاصل ہو۔ وہ شریعت کا اسلام تھا۔ اور یہ طریقت
کا اسلام ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں اَلشَّیْخُ فِی قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ
فِی اُمَّتِہٖ۔ ترجمہ (شیخ اپنی قوم میں نبی کی مانند ہوتا ہے) بالفرض؟
اگر کوئی شخص کسی پیر کی بیعت کرکے عبادت و طاعت میں ترقی نہ کرے
تو بھی فائدے سے خالی نہ رہیگا۔ جیساکہ ایک شخص نبی علیہ السلام پر
ایمان لے آئے لیکن عمل نہ کرے۔ ایمان کے احکام اس پر دارین
میں جاری ہو جائینگے اگرچہ وہ عاملوں کے درجہ کو نہیں پہنچیگا۔

اہل اللہ کی دوستی و ارادت کا فائدہ

کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی دوستی و ارادت مومنوں کیلئے دوزخ کی آگ سے نجات اور جنت میں جانے کی کفیل ہے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے پیری و مریدی کے طریقہ کو جاری فرما کر قیامت کے روز لوگوں کی نجات کا ذریعہ ٹھہرایا ہے کیونکہ قیامت کے دن مریدوں کے گروہ پیروں کے جھنڈوں کے نیچے کھڑے ہونگے اور انکی برکت سے لوگ قیامت کے دن کی سختی سے بے خوف ہوں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں۔ کسی بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ کتاب خدا و سنت پر عمل کرتے ہوئے میری موت ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ تیرا پیر شیخ عبدالقادر ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے تین بار آپ سے یہی درخواست کی۔ آپ نے بھی اس کے جواب میں یہی فرمایا۔

بزرگوں کے ایک گروہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کیلئے اس بات کے ضامن ہیں کہ قیامت تک ان میں سے کوئی بغیر توبہ کے نہیں مریگا۔

سید عبدالواحد بلگرامی اپنی کتاب سبع سنابل میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرا یا میرے فرزندوں میں سے کسی کا مرید ہوگا معین الدین اسوقت تک بہشت میں پاؤں نہ رکھیگا جبتک کہ اسے بہشت میں نہ لیجائے۔ لوگوں نے عرض کیا فرزندوں سے مراد آپکی صلبی اولاد ہے یا آپکے خلفاء ہیں فرمایا فرزندوں سے مراد قیامت تک ہمارے بعد آنیوالے خلفاء ہیں۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حرم کعبہ کی زیارت میں مشغول تھا۔ فرشتہ غیب نے آواز دی کہ اے معین الدین! ہم تجھ سے بہت ہی خوش ہیں تجھے اور تیرے اہلبیت کو ہم نے بخشدیا۔ میں نے بہت خوش ہو کر کہا خداوندا میری کچھ اور خواہش بھی ہے۔ ندا آئی کہ مانگئے ہم تجھے دینگے میں نے عرض کیا جو لوگ میرے مرید اور میرے مریدوں کے مرید ہیں انکی بخشش بھی فرمایئے۔ ہاتف

نے آواز دی اے معین الدین جو شخص تا قیامت تیرا اور تیرے مریدوں
کا مرید ہوگا ہم نے سب کو بخشدیا۔

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام
(یعنی عبداللہ انصاری ؒ) فرماتے ہیں کہ ابوالحسن صایغ کہتے ہیں کہ میرے
استاد ابوجعفر صیدلانی نے کہا ہے کہ میں نے ایک بار خواب میں حضرت
محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ اللہ علیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بہت سے اور مشائخ آپ
کے اردگرد بیٹھے ہوئے آپ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اچانک آسمان
کے دروازے کھل گئے اور ایک فرشتہ جس کے ہاتھ میں طشت اور آفتابہ تھا
آسمان سے نیچے اتر کر ہر ایک کے ہاتھ دھلانے لگا جب میری باری
آئی تو انہوں نے کہا کہ اسکے ہاتھ دھلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ
ہم میں سے نہیں ہے۔ فرشتہ آفتابہ اٹھا کر چلدیا۔ میں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں
لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں انکو عزیز سمجھتا ہوں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو شخص انکو عزیز سمجھتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ اس کے
بعد طشت میرے سامنے لایا گیا۔ میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور ہنسکر فرمایا! ابو جعفر مجھکو بھی
عزیز سمجھتے ہو۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اسوقت میری صحبت اس قوم سے
نہیں تھی۔

ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات خواب
میں دیکھا ایک فرشتے کے ہاتھ میں کتاب ہے اور اس میں کچھ لکھتا ہے۔
میں نے اس سے پوچھا کیا لکھ رہے ہو۔ اس نے کہا خدا تعالے کے
دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے
اس میں میرا نام نہیں لکھا۔ میں نے کہا اگرچہ میں اسکا دوست تو نہیں
ہوں لیکن اسکے دوستوں کا دوست ضرور ہوں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں
کہ اتنے میں ایک اور فرشتہ نے وہاں پہنچکر کہا کہ کتاب میں انکا نام بھی
لکھو کہ یہ خدا کے دوستوں کے دوست ہیں۔

ابو العباس عطا کہتے ہیں کہ اگر خدا تک تیری رسائی نہیں ہو سکتی
تو اس کے دوستوں تک ہی پہنچ اگر تو ان کے درجہ تک بھی پہنچیگا وہ
تیری شفاعت تو کرینگے۔

معنے بیعت | جاننا چاہیئے کہ بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور عہد و

پیمان کے معنے میں بھی آیا ہے۔ اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا جائے۔ اور مشہور یہ ہے کہ پیران طریقت مریدوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ان سے عہد لیتے ہیں۔ حقیقتاً ہو یا حکماً چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ آگے آئیگی۔

مرید ہونیکے بغیر بیعت درست نہیں

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس میں اس بارے میں کہ بغیر بیعت کے مرید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ صوفیوں میں مباحثہ ہوا، بہت سی قیل و قال، مشائخ سے استفسار اور تصوف کی کتابوں کی چھان بین کے بعد اس بات پر فیصلہ ہوا کہ بغیر مرید ہونے بیعت درست نہیں۔

---

۱ اتمام بیعت تین چیزوں سے ہے۔ اول قصر ما خلق۔ دوسرا شیخ کے ساتھ اقرار کرنا۔ تیسرا خرقہ پہننا اگر خرقہ نہ ملے تو جامہ یا دستار اس طریقہ پیر شیخ سے پابند بیعت ہونے کی رسم ہوا کرتی تھی اور اسی کو خرقہ اور بیعت کہتے ہیں

۲ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے مشائخ کے ساتھ صحبت اور اختلاط ہی بس تھی۔ اور یہی نعمت شیخ کے دربار سے کافی ہوا کرتی تھی۔ اذن و بیعت و خرقہ حضرت خواجہ جنید رحم کی ولایت کے زمانہ سے شروع ہوا کیونکہ وہ ایک بہت بڑے مجتہد طریقت ہو گذرے ہیں۔ اسلئے مومنین نے اس طریقہ میں استقامت پکڑلی۔

منقول از شمائل الاتقیا

اخبارالاخیار میں لکھا ہے کہ مشائخ سے منقول ہے۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا اگر کوئی اپنے آپکو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ منسوب تو کرے لیکن آپ سے بیعت نہ کرے اور آپکے ہاتھ سے خرقہ نہ پہنے وہ آپکے مریدوں میں شمار اور فضائل میں انکا شریک ہوگا یا نہیں فرمایا! جس شخص نے اپنے کو میرے ساتھ منسوب کیا اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرکے اسکو بخشیگا اور اس پر رحمت کریگا اور میرے دوستوں اور مریدوں میں سے ہوگا۔ اگرچہ اسکا یہ کام سختی کے طریق پر ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ رحمت ومغفرت کے لحاظ سے میرے مریدوں کے درجہ میں ہوگا۔ اگرچہ وہ حقیقت میں میرا مرید نہ ہو۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ اولیا کے ساتھ مریدوں کی ارادت کا ثبوت اس آیت سے ثابت ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ترجمہ (اے لوگو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اسکے پاس پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو) وسیلہ سے مراد حضرات مشائخ ہیں اور اصحاب بیعت کیلئے یہ آیہ شریفہ

زبردست دلیل ہے کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ البتہ ضرور راضی ہوا اللہ تعالٰے مومنوں سے جب انہوں نے تیری بیعت کی درخت کے نیچے۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تشریف لائے تو آپ نے فراش بن امیہ کو مکہ میں لوگوں کی اطلاعیابی کیلئے بھیجا کہ آنحضرت بغرض عمرہ تشریف لائے ہیں۔ آپکا ارادہ جنگ کا نہیں ہے تو اہل مکہ نے ان کو آنے اور بات بیعت کرنے سے روکدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ذی النورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انکو اہل مکہ نے روک لیا اور انکے قتل کی شہرت اڑادی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوستوں کو طلب فرما کر جو تعداد میں صحیح قول کے مطابق ایکہزار پانسو تھے ان سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ قریش کے ساتھ مقابلہ کریں اور لڑائی سے منہ نہ پھیریں۔ درخت سمرہ کے نیچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جاسکتا۔ اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں اس لئے کہ حق سبحانہ تعالےٰ ان لوگوں سے بیعت کرنے پر بہت

خوش ہوا۔

پوشیدہ نہ ہے کہ خدائے تعالےٰ کا انسان کو پیدا کرنیکا مناسب مضمون آیہ شریفہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ۔

ترجمہ (اور نہیں پیدا کیا ہم نے انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں) یعنی معرفت حاصل کریں اور معرفت الٰہی اغلب صورتوں میں نفس سے جہاد کرنے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ نیز تا وقتیکہ خلل انداز امور کمطرف نہ ہٹ جائیں اور کفار جو دین کے دشمن ہیں خاص طور پر مخل ہیں انبیا علیہم السلام ان کو معرفت حق تعالےٰ کی طرف دعوت دینے کیلئے مامور ہیں۔ پس کفار کے ساتھ جہاد کا جواز جسکو جہاد اصغر کہتے ہیں اس لیئے ہے کہ تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے جہاد نفس میں (جو جہاد اکبر ہے) اشتغال کیا جائے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں

ترجمہ (رجوع ہوئے ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف) پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جہاد اصغر کیلئے بیعت درحقیقت جہاد اکبر کیلئے معین تھی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیہ السلام کے بعد خلفاء اور سلاطین جہاد اصغر کے امور کے کفیل ہوتے رہے ہیں مشائخ کبار نے بھی بیعت میں جہاد اکبر کو کافی سمجھا اگرچہ خرقہ جہاد

اصغر بھی جس پر مشائخ کبار عہد لیتے ہیں ضمناً خدا اور رسول کی اطاعت میں داخل ہو جاتا ہے۔

عورتوں کی بیعت

صحیح مسائل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لائے تو عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوئیں۔ آپ نے عورتوں کو بیعت کرنے میں کچھ تامل کیا۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں اس لئے کہ) وہ تیری بیعت کریں اس پر کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریگی اور نہ چوری اور زنا کریگی اور نہ اپنی اولاد قتل کریگی)۔ پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کے حکم کے مطابق عورتوں سے بھی بیعت لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت کسی
عورت کو مس نہیں کیا۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی پردہ نشین عورت کسی پیر کی مرید ہونا چاہے مناسب ہے کہ ایک پردہ درمیان میں لٹکا کر ایک پیالہ پانی کا حاضر کر پردہ کے نیچے رکھا جائے۔ چنانچہ اس پیالہ کا ایک حصہ پردہ کے اندر ہو اور دوسرا باہر۔ اس کے بعد شیخ اور وہ عورت اپنی اپنی شہادت کی انگلیاں اپنے اپنے کنارہ سے ڈالیں۔ اس طرح سے پیری اور مریدی کی رسم ادا کریں

بعضوں کے نزدیک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیر اپنے دائیں ہاتھ کو صندل یا زعفران یا پاک مٹی سے آلودہ کر کے سفید کپڑے پر لگائے تاکہ کپڑے پر ہاتھ کا نشان ظاہر ہو وہ کپڑا عورت کو دیکر اس سے کہے کہ ہاتھ کے نشان پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کے بیعت کی شرط کو پورا کرکے وہ کپڑا عورت کو بخشدے۔ بعض مشائخ عورت کو مرید کرنے کے واسطے یوں فرماتے ہیں اسطرح کہ شیخ اس عورت کے خویشوں میں سے کسی کو اپنا وکیل کرکے بیعت کی رسم ادا کرے۔ بعض مشائخ اپنی چادر دامن رومال وغیرہ عورت کے ہاتھ میں پکڑا کر اس کا دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بیعت کی رسم

کو ادا کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں اگرچہ بیعت کا مطلب ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے لیکن یہ مردوں کیلئے ہو سکتا ہے عورتوں کیلئے صرف زبان سے اتنا کہدینا ہی کافی ہے کہ میں نے تجھے بیعت کر لیا ہے۔ دیگر تکلفات جو اکثر مشائخ کرتے ہیں انکی ضرورت نہیں سنت کے اقتضا پر اکتفا احسن و افضل ہے۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ عورتوں کے مرید کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح وارد ہے کہ انه كان اذا بائع النساء دعا بقدح من ماء فغمس ايديهن فيه وغمس رسول الله صلى الله عليه وسلم يده فيه جالسا من وراء الحجاب۔

ترجمہ (تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بیعت کرتے وقت ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھ کے پردے کے پیچھے بیٹھتے عورتیں اور آپ اس پیالے میں ہاتھ ڈالتیں اسطرح سے بیعت کی رسم ادا ہوتی) دیگر مشائخ نے بھی عورتوں کو اس طریقہ سے بیعت کیا ہے۔ غالباً یہ حدیث سید اشرف کے نزدیک صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک عورت کو بیعت کرنے کا یہ طریقہ

نہیں ہے۔

سبع سنابل میں ہے کہ عورتوں کو مرید کرنے کے وقت ان کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا۔ عورت اگر شیخ کے سامنے حاضر ہو اور بالمشافہ استفسار کرے تو جائز ہے۔

عورت کا بیعت کے وقت حاضر ہونا

جاننا چاہیئے کہ مشائخ کے اطلاق اور اجنبی عورت کو مقید نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب عورتوں کے بیعت کرنے کے بارے میں اگرچہ وہ اجنبی نہ ہوں یہی حکم ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا جائے۔ بعض مقامات پر عورت کو مس کرنا حرام لکھا ہے بے ریش لڑکوں کی بیعت تصوف کی کتابوں میں کہیں ثابت نہیں ہے اس کے متعلق فقیہوں کا خیال ہے کہ بے ریش لڑکا جو قد و قامت میں مردوں کے برابر ہو اگر خوبصورت نہ ہو تو مردوں کے حکم میں ہے ورنہ وہ سر سے پاؤں تک عورت کے مشابہ ہے۔ اسکو شہوت سے دیکھنا درست نہیں۔ بغیر شہوت کی نظر کے اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

بیعت صغیر چھوٹا بچہ جو نفع و نقصان میں کسی قسم کا فرق نہ کر

سکتا ہو بیعت کرے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اسکی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اسکا سرپرست اگر آسے بیعت کرائے تو جائز ہے لیکن بالغ ہونے پر اسکو اختیار ہے کہ وہ اس بیعت پر رہے یا بالکل نہ رہے بعضوں کا خیال ہے اگر بچے کو اس کے باپ یا دادا نے پیر کی مریدی میں داخل کیا ہو تو ارادت لازم ہے اور وہ مریدی سے نکل نہیں سکتا۔ اگر بچے کو باپ یا دادا کے سوا کسی اور وارث نے مرید کرایا ہو تو اسکو اختیار ہے مرید رہے یا نہ رہے۔ اگر بچہ تمیز دار ہے اس کی بیعت جائز ہے جیسے ولی کی رضا کے بغیر مسلمان ہو سکتا ہے۔ بلوغت پر بیعت کو توڑ نہیں سکتا۔ علی ہذا القیاس اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر مرید ہو جائے تو جائز ہے کیونکہ یہ امر اس کے مالک کی ملکیت میں نہیں ہے اگر عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مرید ہو تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے اور جائز ہے۔ (رسالہ محمد غوث پشاوری)

اگر ولی اس کو اس کی رضامندی یا نارضامندی سے بیعت کرائے

قرین قیاس یہی ہے کہ بیعت جائز نہیں ہے۔

بیعت غائب سبع سنابل میں لکھا ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ

بیعت الرضوان کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا اور دوسرے ہاتھ کو خدائے تعالے کے ہاتھ کا نائب گردان کے فرمایا کہ هٰذَا يَدُ اللهِ وَهٰذَا يَدُ عُثْمَان (یہ خدا کا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا) پھر ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر آپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ طالب صادق کو اس کی عدم موجودگی میں مرید کر سکتے ہیں۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ اگرچہ روبرو بیٹھکر ارادت و بیعت میں اور لطف ہے لیکن بزرگان زمانہ نے زاحم اور مشقت کو مد نظر رکھ کر عقیدتمندوں کو دور و دراز سفر کی تکلیفوں سے بچانے کی غرض سے ان کے مکان پر کلاہِ ارادت و خرقہ اجازت بھیج دیتے ہیں۔ ان کا یہ عمل ہمارے لئے دلیل قطعی ہے۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الوفا نے اپنی مریدی کی کلاہ شیخ علی ہیبتی کے وسیلے شیخ جاگیر کے لئے بھیجی اور ان کو حاضر ہونے کی تکلیف نہ دی اور خداوند تعالےٰ سے دعا مانگی کہ اسے میرے

خاص مریدوں میں سے ٹھہرا۔ چنانچہ خدائے تعالٰی نے شیخ جاگیر کو مجھے بخشدیا۔

مطلوب الطالبین میں کتاب اوراد چشتیہ سے نقل کرتے ہیں اگر کوئی شخص غائبانہ مرید ہونا چاہے تو پیر کو چاہیئے کہ مرید ہونے کی رسمیں اور ہاتھ کا نقش لکھ کر ارادت مند کے لئے بھیجے۔ ارادتمند اپنا دایاں ہاتھ اس نقش پر رکھے اور اس مکتوب پر عمل کرے۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ارادتمند اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرے کہ اس کے ذریعہ سے اس مرید غائب کی مراد حاصل ہو۔ اگر اس طرح نہ کیا جائے تو غائب مرید کا ارادہ شک و شبہ میں رہتا ہے۔

میت کی بیعت

سبع سنابل میں لکھا ہے۔ ایک دنیا دار شخص مسافرت میں فوت ہو گیا۔ اس کا سر ہلنے کسی وقت آرام نہ لیتا تھا۔ لوگوں نے اس کی لاش اس کے وطن کو بھیج دی۔ وہ جس منزل پر پہنچے وہاں کے علماء و مشائخ سے اس کے سر ہلنے کی وجہ پوچھتے۔ لیکن کوئی شافی جواب نہ ملتا۔ حتٰی کہ انہوں نے لکھنؤ پہنچکر حضرت مخدوم مینا رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیفیت بیان کی۔

حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ اس شخص نے آجتک کسی کی میت نہیں کی ۔ فی الفور کلاہ اور شجرہ منگوایا۔ کلاہ اس کے سر پر اور شجرہ اسکی چھاتی پر رکھتے ہی اس کے سر کی جنبش دور ہوگئی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت کو بھی اس کے دفن کرنے سے پہلے مرید کرنا جائز ہے ۔

پیدا ہونیکے پہلے مرید کرنا

سبع سنابل میں لکھا ہے کہ سید فتن ساکن زید پور رجو ایک نہایت صالح اور متقی شخص تھے انکے ہاں جب لڑکا پیدا ہوا تو اس نے حضرت شیخ صفی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر فتوح پیش کرکے عرض کی کہ خداوند تعالےٰ نے مجھے لڑکا بخشا ہے اس کیلئے کلاہ اور شجرہ عنایت فرمائیے حضرت مخدوم نے نور باطن سے معلوم کیا کہ سید فتن کے گھر میں پانچ لڑکے پیدا ہونگے اور ہم اسوقت تک زندہ نہ رہیں گے ۔ پانچ کلاہ اور پانچ شجرے دیکر سید فتن سے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پانچوں لڑکوں کو مرید کرلیا ہے ۔ حضرت شیخ کے فوت ہونے کے ایک مدت بعد سید فتن کے گھر میں پانچ لڑکے پیدا ہوئے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیدا ہونے سے پہلے بھی مرید کرلینا جائز ہے ۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ ہم کسی شخص کو اسوقت تک مرید نہیں کرتے جب تک لوح محفوظ کی فہرست میں اس شخص کا نام بخشش یافتہ لوگوں میں نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ آپ بعض مریدوں کو فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تمہیں اور تمہاری اولاد میں سے تین پشت تک اپنی بیعت میں قبول کر لیا ہے جزائر فلسطین میں بعضے لوگوں نے فرنگیوں کے خوف سے خفیہ طور پر مسلمان ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ ازراہ مہربانی فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں اور تمہارے فرزندوں کو ہم نے مریدی میں قبول کر لیا ہے۔ ان کی اولاد بھی ارادتمندوں کی طرح استقلال رکھتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی بصیرت اس حد تک پہنچی ہوئی ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی شخص کو اس کے لڑکوں اور اس کے پوتوں پڑپوتوں کو چند پشتوں تک جیسا کہ اسکو ضمیر کی روشنی سے معلوم ہو مرید کر سکتا ہے۔ چنانچہ پیر دستگیر سیدنا و مولٰنا و مرشدنا لسامی میر سعید المعروف بہ سید بھیکھ ایسوانی ثم الکہرامی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی جگہ یہ باتیں ظہور میں آئی ہوئی ہیں۔ منجملہ یہ کہ موقع ٹھسکہ (جو حضرت پیر دستگیر کی خانقاہ معروف بہ تکیہ شریفہ کے قریب ایک گاؤں ہے) وہاں کے بہت سے

زمیندار کئی پشت تک حضرت پیر دستگیر کے مرید ہوئے ہیں اور ان کی اولاد اب ۹ ماہ ذوالقعد ۱۱۸۲ھ میں حضرت کے وصال سے باون ۵۲ سال بعد تک اسی ارادت و اعتقاد پر قائم ہے۔ دوسرے سے ہرگز ارادت نہیں کرتے۔ دیگر[ملہ] متوطن کھرالم بھی معہ فرزندوں کے مرید ہوگئے تھے اور اب تک اسی طریقہ پر قائم و مستحکم ہیں۔

فیض اللہ قوال ساکن جالندھر (جالندھر مضافات لاہور میں ایک مشہور قصبہ ہے اور نزہۃ السالکین کے مولف کا مولود و مسکن ہے) نے بارہا میرے سامنے یہ بیان کیا ہے کہ میں آنحضرت کا پشت در پشت مرید ہوچکا ہوں۔ اس کی اولاد اس کی بیعت کے بعد اب تک دل و جان سے قائم ہے۔

معتبر لوگوں سے سنا گیا

بیعت کی رسوم کے بغیر مریدی

ہے کہ سید عبدالرشید جالندھری (جو معقول و منقول کے بہت بڑے عالم اور حضرت پیر دستگیر کے گہرے دوست تھے) نے حضرت کی زندگی میں وفات پائی۔ اس وقت سید قطب پسر سید عبدالرشید شیر خوار بچہ تھا۔ جب اسکی عمر قریب تین

ملہ نام نہیں پڑھا گیا۔

سال کے ہوئے ۔ ان کا بھتیجا سید غلام محی الدین جو نوجوان تھا اور ان کا چچا ابوسعید اور درویشوں کے بیعت کے ارادہ سے پیر دستگیر کی طرف روانہ ہوئے چلتے وقت اس چھوٹے بچے کی والدہ نے کہا کہ میرے لڑکے سید قطب کو بھی حضرت پیر دستگیر کا مرید کرا دینا ۔ چنانچہ جب وہ حضور کے سامنے حاضر ہوئے ۔ والدہ شریفہ کے فرمان کو رخصت ہونیکے وقت تک بھولے رہے ۔ حضرت پیر دستگیر نے خود بخود فرمایا کہ ان لوگوں کو جو کچھ گھر میں کہا جائے انھیں یاد نہیں رہتا ۔ سید غلام محی الدین اور شیخ ذاکر ساکن قصبہ شائستہ پور بھی اس سفر میں ان کے ساتھ تھے ۔ یہ بات سنتے ہی خوفزدہ ہو کر کانا پھوسی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کیا تمہیں چلتے وقت مستورات میں سے کسی نے کچھ کہا ہے چنانچہ سید غلام محی الدین کو محترمہ والدہ کا حکم یاد آیا تو حضور میں عرض کیا پیر دستگیر نے فرمایا ہم نے اس کو مرید کر لیا ہے ۔ اسی وقت سید ابوسعید نے بھی عرض کیا کہ فقیر زادہ جسکا نام زین الدین ہے اور ابھی بہت کم عمر ہے ۔ اس کو بھی مریدی میں قبول فرمائیے ۔ حضرت پیر دستگیر نے صرف اتنا ہی فرمایا کہ "ہم نے اس کو اپنا مرید کر لیا ہے" کہنے پر اکتفا

کیا۔ اور کوئی بیعت کی رسم ادا نہیں کی۔

بہت لوگوں کو یکبارگی مرید کرنا

مشہور قصبہ ہے کہ
حضرت پیر دستگیر
معہ درویشوں کی جماعت کے ڈولی پر سوار ہو کر سیر کرتے ہوئے تھانیسر کی طرف جا رہے تھے۔ تھانیسر اور کرنال کے درمیان کا راستہ خطرناک ہونے کی حیثیت سے بہت مشہور ہے۔ اکثر قافلے اس راستے میں لوٹے جاتے ہیں۔ اس لئے درویش اپنے دلوں میں متفکر تھے کہ اچانک رستے میں اعظم آباد کے قریب سواروں کی ایک فوج ظاہر ہوئی۔ درویشوں نے عرض کیا حضور ڈاکو آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مت ڈرو۔ خاطر جمع رکھو۔ ایک سوار ان میں سے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس ڈولی میں کون ہے تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور حقیقت معلوم کر کے اپنی جماعت کو خبر کی کہ حضرت سید شاہ بھیکہ سوار ہیں۔ آپ کا نام نامی واسم گرامی سنتے ہی اس خوفناک جنگل میں تمام سواروں نے پیادہ ہو کر آپکی قدمبوسی کر کے عرض کی کہ جس وقت ہم اس طرف کو روانہ ہوئے ہیں ہمارا ارادہ تھا کہ ہم پہلے حضور کے مرید ہو جائیں پھر اور کام کاج

میں مشغول ہوں۔ الحمدللہ کہ حضور کی روحانی کشش کی برکت سے
ہم راستے ہی میں منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر نے کہاروں
سے فرمایا کہ ٹھہرو۔ آپ ڈولی میں سے نکل کر بیٹھ گئے۔ ان سواروں سے
فرمایا سب وضو کریں وہاں ایک بڑا بھاری پختہ تالاب تھا۔ اس
تالاب پر سب وضو کر کے حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ دو جگہ تقسیم ہو کر بیٹھ
جائیں۔ سلسلہ قادریہ کا ارادہ رکھنے والے ایک صف میں سلسلہ چشتیہ
کے خواہشمند دوسری میں۔ اور جو کچھ میں کہوں اسکو قبول کرنا۔ جب
دونوں صفیں دل کی صفائی سے مرتب ہو چکیں تو آپ نے ایک صف سے
فرمایا کہ تم سب کو ہم نے مرید کر لیا ہے۔ ان سب نے قبول کیا۔ بعدہٗ
دوسرے گروہ کو بھی اسی طرح سے نواز کر ان کے حسب حال نصیحتیں
بیان فرما کر ان کو رخصت کر کے آپ نے ڈولی میں سوار ہو کر درویشوں
سے فرمایا کہ اپنی منزل مقصود کا راستہ لو۔ یہ واقعہ لوگوں میں مشہور
ہوا کہ (میراں صاحب اس طریقہ سے ایک جماعت کو ایک ہی وقت میں
مرید کرتے ہیں) سید محمود سرہندی (جو حضرت پیر دستگیر کی برادری میں
سے اور عالم متبحر اور بلدہ سرہند کے علماء و فضلاء کا مرجع تھے) تک

پہنچا۔ جب انہوں نے یہ قصہ سنا کہنے لگے کہ اس قسم کی مریدی جائز نہیں ہے۔ یہ بات حضرت پیر دستگیر کے کانوں میں بھی پہنچی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور اسے اپنے دل میں ہی رکھا۔ ایک مدت کے بعد جب آپکا ورود سرہند میں ہوا پہلے آپ سید محمود کے گھر تشریف لائے ان سے ملاقات کر کے علوم و معارف کی باتیں (جیساکہ علماء و فضلاء کا طریقہ ہے) کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں حضرت پیر دستگیر سے سید محمود نے فرمایا کہ ہمیں سورۂ فاتحہ کے معنے سنائیے۔ سید محمود یہ بات سنتے ہی ایسے مبہوت ہوئے کہ ہر چند چاہتے تھے کچھ کہیں لیکن کہہ نہ سکتے تھے۔ اور انہیں کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ بالآخر عرض کیا کہ یا سیدی اس وقت تمام علوم میرے سینے سے محو ہو چکے ہیں حتیٰ کہ حروف ابجد بھی یاد نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے سید محمود ایسا شخص اگر بہت سے لوگوں کو ایک بار مرید کرے جائز ہے یا نہیں۔ سید محمود نے کہا جائز ہے۔

اس قسم کی بیعت بزرگان سلف سے اور ان لوگوں سے بھی جنہیں ایسا تصرف حاصل ہے وقوع میں آئی ہے۔ چنانچہ لطائف اشرفی کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ پیر کا زندہ ہونا بھی ارادت کی ایک شرط ہے۔ انتقال کے بعد اس سے ارادت جائز نہیں۔

شیخ کی قبر سے بیعت

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ جو لوگ شیخ کے مزار کی بیعت کرتے ہیں یہ بیعت ناجائز ہے۔ چنانچہ منقول ہے شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین کے مزار کے پاس سر منڈا کر مزار کے مرید ہوگئے۔ شیخ فرید الدین کو جب اس بات کا پتہ چلا تو فرمایا خواجہ قطب الدین ہمارے خواجہ صاحب کے پیر و ہیں، لیکن مشائخ کے مزارات کی بیعت درست نہیں۔ بیعت وہی ہے جو زندہ پیر کا ہاتھ پکڑیں۔

بیعت کے آداب

مطلوب الطالبین میں راحت القلوب و قطب السالکین کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کی سلک ارادت میں منسلک ہو کر اس کے ہاتھ پر توبہ کرنا چاہے تو اسے لازم ہے کہ دوشنبہ یا پنجشنبہ کو تمام رات جاگے اور انہی دو دنوں میں سے کوئی دن بیعت کے لئے پسند کرے۔

دن کو نہا دھو کر نئے کپڑے پہنکر خوشبو اور شیرینی حاضر کر کے مغرب اور عشا کے درمیان مرید ہو اگر روزہ نہ رکھے اور رات کو جاگ نہ سکے تو نہا لینا ہی کافی ہے۔ روزہ۔ غسل اور وقت کا مقرر کرنا اس میں شرط نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ چنانچہ صاحب مشیر الاولیا لکھتے ہیں کہ شیخ فریدالدین گنجشکرؒ اور سلطان المشائخ وغیرہما مشائخ چشت کے پاس جس وقت کوئی ارادت مند راسخ العقیدہ پہنچتا فوراً مرید کر لیا جاتا۔ بیعت کا اصلی رکن ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے۔ جب تک شیخ مرید کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھے۔ بعض صوفیوں کے نزدیک بیعت درست نہیں۔ شیخ بیعت کے لوازم سے فارغ ہو کر مشائخ کی سنت کے مطابق مرید کو کلاہ اور شجرہ دے۔

کتاب معارف میں لکھا ہے کہ مرید جب ارادت و بیعت کی رسوم سے فارغ ہو تو مشائخ کی سنت کے مطابق دو رکعت نماز اس طریقہ پہ پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَلَم نَشرح۔ دوسری میں اَلَم تَرَ کَیفَ پڑھے۔ سلام کے بعد دونوں ہاتھ سینہ کے برابر اٹھا کر پیر کی بہتری خیر و محبت اور معرفت الٰہی کے لئے دعا کرے۔ چونکہ وہ رحمت کا وقت ہے اور مرید اس گھڑی میں صدق دل سے توبہ کرنے کے بعد بالکل پاک و صاف

ہوتا ہے اور پاک بندوں کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

تجدید بیعت حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ اگر مرید بیعت کی تجدید کرنا چاہے۔ اور پیر موجود نہ ہو تو مرید کو چاہیے کہ شیخ کے خلیفہ کے سامنے تجدید بیعت کی رسم کو پورا کرے۔ اگر خلیفہ بھی موجود نہ ہو تو شیخ کے کپڑوں کو سامنے رکھ کر ان سے بیعت کرے۔ تجدید بیعت کا فائدہ یہ ہے کہ مرید کے اعتقاد میں جو لغزش پیدا ہوگئی ہو زائل ہو جائے۔ اور اس ذریعہ سے اس کا اعتقاد مضبوط ہو۔

سبع سنابل میں لکھا ہے۔ بھائی صاحب! پیری و مریدی میں اب رسم و اسم کے سوا کچھ باقی نہیں ہے اور وہ رسم و اسم بھی چند شرائط پر مبنی سمجھنی چاہئیں۔ انکے بغیر پیری و مریدی جائز نہیں ہے۔

پیری کی شرطیں

اول:۔ پیر کا مسلک صحیح ہو۔

دوم ۔ پیر حق شریعت ادا کرنے میں قاصر اور سست نہ ہو۔

سوم :۔ پیر کا اعتقاد اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق درست ہو۔

پس رسم اور اسم جو پیری و مریدی سے باقی ہے۔ مذکورہ بالا تین

نوٹ:۔ اگر شیخ موجود نہ ہو تو مرید خرقہ تسبیح اور کپڑا جو شیخ نے مرید کو دیا ہو اس سے بیعت کرے۔ شمائل الاتقیاء ۱۲

شرطوں کے بغیر درست نہیں ہے۔ مرید اگر پیر کو تین صفتوں سے موصوف پائے تو اُسے اسکی بیعت کرنی جائز و مستحسن ہے۔ اگر پیر میں ان تینوں شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس کی بیعت جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے نادانی کے سبب سے ایسے پیر کی بیعت کر لی ہو تو اُسے ترک کر دے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے وہ لوگ جن کی ارادت کا سلسلہ صحیح ہے اگرچہ ان میں کوئی کمال پیدا نہ ہوا ہو ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے مرید ہونا جائز ہے سلسلہ صحیح ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر درمیانی واسطوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہو جو خدا رسی میں مرید کی کوئی مدد نہ کر سکے تو یقیناً کوئی شخص اسکے بزرگوں میں ایسا بھی ہوگا جو اسکی فریاد کو پہنچے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کو نزع میں سختی پیش آئی۔ اس حالت میں اس نے پیر کی روحانیت کی طرف توجہ کی۔ پیر ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو اسکی مشکل کو حل کر سکے۔ پیر نے اپنے پیر کی روحانیت سے استمداد کی اس سے بھی یہ تکلیف دور نہ ہوئی۔ اس نے اپنے پیر سے حتیٰ کہ ہوتے ہوتے صاحب لولاک کی روحانیت پاک سے مدد چاہی۔ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپکی روحانیت دارین کے غم و فکر

ہٹا دینے والی ہے۔ فی الفور آپ نے اس شخص کی مدد کر کے اسکی مشکل کو حل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس جہاں پیر سلوک کے راستے میں سالک کو رکاوٹ ہوگی۔ اسے پیر صاحب حل کرینگے۔ اگر ان میں طاقت نہ ہوگی تو پیران پیر تا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے مشائخ رح نے فرمایا ہے ہر چند سلسلہ ارشاد کے ذرائع زیادہ ہیں اور رستہ بھی زیادہ روشن ہے۔ اسناد حدیث کے برخلاف کہ وہاں واسطہ بہت کم ہے اور صحیح حدیثیں زیادہ اسلئے کہ وہاں خبر ہے۔ جتنا بھی واسطہ زیادہ ہوگا تغیر کا احتمال بھی زیادہ ہوسکا۔ مگر یہاں جتنے بھی خرقے زیادہ ہونگے۔ مشائخ کا نور اور راستہ بہت روشن ہوگا۔ تو اگر سلسلہ میں خلل ہوگا تو وہاں مدد منقطع ہوجائیگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخیر زمانہ کے طالب پہلے زمانہ کے طالبوں کی نسبت بہت جلد وصول کو پہنچتے ہیں۔

اقسام خلافت

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے۔ کہ مشائخ کی خلافت جو اس زمانہ میں مروج ہے۔ سات قسم پر ہے۔

ان میں بعض قسمیں معتبر ہیں اور بعض غیر معتبر۔

اول۔ خلافت اصالتہً۔

دوم ۔ اجازۃً

سوم ۔ اجماعاً

چہارم ۔ وراثۃً

پنجم ۔ حکماً

ششم ۔ تکلیفاً ۔

ہفتم ۔ اویسی

اول ۔ اصالۃً خلافت یہ ہے کہ کوئی بزرگ خدا کے امر کے مطابق کسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے ۔ ایسی خلافت کو خلافت الہی بھی کہتے ہیں ۔

دوم ۔ خلافت اجازۃً یہ ہے کہ کوئی پیر اپنے مرید کو خواہ اس کا وارث ہو یا بیگانہ ۔ کام کے سرانجام دینے کے قابل خیال کر کے اپنی رضا و رغبت سے خلیفہ بنائے ۔ جیسا کہ قدیم مشائخ کی رسم ہے ایسی خلافت کو خلافت رضائی بھی کہتے ہیں ۔

سوم ۔ خلافت اجماعاً یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا سے انتقال کرتے وقت کسی کو اپنا خلیفہ نہ بنائے مگر اسکی قوم یا اسکا سلسلہ جمع ہو کر اسکے

وارث یا مرید کو سجادہ نشین تجویز کریں جیسا کہ عام رسم ہے۔ لیکن یہ خلافت مشائخ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ اس خلافت کو اختراعی خلافت بھی کہتے ہیں۔

چہارم۔ خلافت وراثتاً یہ ہے کہ کسی شیخ نے جہاں سے رخصت ہوتے وقت کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس کے کسی وارث نے جو اس کام کے قابل تھا سجادہ نشین ہو کر اپنے کو خلیفہ بنا لیا۔ ایسی خلافت کو مشائخ پسند نہیں کرتے۔ مگر ہاں اس صورت میں کہ شیخ باطن میں اسے سجادہ نشینی کیلئے حکم فرمائے تو جائز ہو سکتا ہے کیونکہ صوفیوں کے نزدیک امر باطن معتبر ہے۔

پنجم۔ خلافت حکماً یہ ہے کہ کسی بزرگ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اس نے کسی کو اپنا خلیفہ نہ کیا۔ اور بادشاہ وقت نے کسی وارث کو لائق سمجھکر خلافت کیلئے ممتاز کر دیا۔ اس قسم کی خلافت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور جو تم میں سے بادشاہ ہو اس کے حکم کی تابعداری کرو) کے حکم کے مطابق جائز ہے۔

حضرت سلطان المشائخ اس مضمون کے متعلق کتاب فوائد الفوائد

میں ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں۔ قال جل وعلا

قلوب الملوک بیدی (اللہ تعالے فرماتے ہیں بادشاہوں کے

دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں جو کام ان سے لینا چاہتا ہوں ان

کے دلوں کو اس پر راغب کرتا ہوں۔ پس بادشاہوں کی رغبت

خدا کی عین مرضی سمجھنا چاہیئے۔

ششم۔ خلافت تکلیفاً یہ ہے کہ مرید پیر سے بذریعہ سفارش یا لوگوں

کی حمایت سے یا اور کوششوں سے خلافت حاصل کرے۔ اس قسم

کی خلافت ناجائز اور خالی از لطف ہے۔

ہفتم۔ خلافت اویسی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی انتقال کردہ بزرگ کی

روح سے تربیت پاکر خلافت حاصل کرے۔ اس قسم کی خلافت

کو بزرگان قدیم نے جائز مانا ہے اور ان میں سے بہت سے

بزرگ اویسی ہیں۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ مرید جب تک شیخ یا شیخ کی روحانیت

یا حق تعالے کی طرف سے مامور و ماذون نہ ہو اور دوسروں کے

حق میں تصرف نہ کرے۔ ارشاد و مشیخت کی مسند پہ متمکن ہونا اپنے آپ پسند نہ کرے۔ جان لے کہ یہ پیغمبر علیہ السلام کی نیابت کا مقام ہے۔

ارباب طریقت کی پیری و مریدی کی شرطیں

اگرچہ پیری کی شرطیں بہت ہیں۔ منجملہ ان کے چار شرطیں ایسی ہیں۔ جن سے لوگوں کو مرید کرنے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے [1] اور یہ حضرت شیخ المشائخ شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہ کے قول کی طرف اشارہ ہے جو آپ نے سلطان المشائخ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ نے تمہیں علم حلم عشق اور عقل دی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جو شخص ان چاروں صفتوں سے موصوف ہوگا وہ بوجہ احسن خلافت کے لئے موزوں ہوگا

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے اخبار الاخیار میں حلم کا ذکر نہیں کیا پس عشق میں داخل ہو جائیگا۔

بمعنے شریعت و طریقت و حقیقت

علم سے مراد علم شریعت ہے جس کے ذریعہ سے

---

[1] وایں شرط بہم است کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باخبر ہو کر اعضاء و جوارح
کا تزکیہ کیا جاتا ہے پس شیخ فرائض اور سنن اور نفلی عبادتیں اور
حرام و حلال کے انواع کے خطرات کو اچھی طرح جانتے ہوئے ان کو
بجا لانے میں سستی نہ کرے۔ اسلئے کہ علم بغیر عمل[1] کے بمنزلہ جہالت ہے
علم سے مراد علم طریقت ہے جس سے بری باتیں اچھی باتوں سے تبدیل
ہو کر نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ پس شیخ کو اخلاق ذمیمہ (مثلاً کبر۔ بخل۔
حسد و عقد۔ حرص۔ امل۔ حمقت) سے بالکل پاک ہو کر اخلاق حمیدہ
(جیسے تواضع۔ ذکر۔ توفیق۔ سخاوت۔ نصیحت۔ سلامت صدر۔
قناعت۔ کوتاہی امل۔ تحمل) کے زیورات سے متحلی ہونا چاہیئے۔

عشق سے مراد وہ حقیقت ہے جس سے ماسوے اللہ کو دل سے
دور کر کے روح کا تخلیہ ہوتا ہے پس شیخ کو لازم ہے کہ سینہ کے آئینہ
سے غبار اغیار کو دور کر کے اس میں شاہد حقیقی کا جلوہ دیکھے۔

مفتاح الفتوح میں لکھا ہے کہ کمل سلوک جس کے معنے سیر الی اللہ
کے ہیں فنا میں مسیر ہے اور ولایت کا دروازہ ہے جس میں داخل ہو کر

---

[1] قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام العلم بدون العمل ضلال و العمل بدون العلم وبال "۔ علم بغیر عمل گمراہی ہے اور عمل بغیر علم وبال ہے۔ مترجم عفی اللہ

شہر ولایت میں پہنچتے ہیں۔ منتہائے کلام یہ ہے کہ انسان اس مقام پر پہنچا ہوا ہو۔ جب اس مقام پر پہنچکر زیور کمال سے آراستہ ہوگا تو اس کے بعد اس کے لیئے بقا ہے۔ اس مقام میں وہ حق تعالےٰ کی تجلیات کی صفات میں تربیت پاتا ہے اور سیر فی اللہ کی یہی ابتدا ہے۔

عقل۔ عقل سے بصیرت نافذہ کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ نہایت عقلمند اور صاحب فہم و فراست ہو۔ مریدوں کے مزاج اور ان کے اوصاف ذمیمہ معلوم کر کے ان کے حسب حال مجاہدات ان کے لئے مقرر فرمائے یہ آخری شرط دوسروں کی تکمیل کیلئے ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی تکمیل اسکی تکمیل پر موقوف نہیں ہے۔

اور دوسری باتیں جنکو مشیخت کی شرائط میں سے ضروری گنا گیا ہے وہ یا تو مذکورہ بالا شرائط کی تفصیل ہے یا مستحسن و بہتر ہیں۔ لیکن مشیخت کا ان پر دارومدار نہیں۔ چنانچہ سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ شیخ کی یہ تعریف ہے۔ جب کوئی شخص ارادت کی نیت سے اس کے پاس حاضر ہو تو پہلے اپنے معرفت کے نور سے اس کے سینہ سے زنگار دور کرے یہاں تک کہ اسکے دل میں کوئی کدورت باقی نہ رہے اور

اسکا سینہ شیشہ کی طرح صورت نما ہو جائے۔ اگر شیخ میں مذکورہ بالا تعریف نہ ہو تو اسے کسی شخص کو مرید کرنا جائز نہیں۔ وہ خود ہی گمراہ ہے۔ کسی کو گمراہ کرنے کا اسے کیا حق ہے۔

امام عبدالوہاب المصری الشعرانی کتاب لطائف المنن والاخلاق میں لکھتے ہیں قد صرحوا ان من شرط الشیخ ان یسمع نداء مریدہ ولو کان بینہما مسیرۃ الف عام ترجمہ (شیخ کی شرطوں میں سے اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ وہ ایک ہزار سال کی مسیرۃ کے بعد سے بھی اپنے مرید کی آواز کو سنے)

کتاب مسطور میں شیخ کی شرائط کے متعلق لکھا ہے کہ اسے حقیقتوں کے کشف کا علم ہو اور وہ حق و حقیقت اور وہم و خیال میں اچھی طرح فرق کر سکے۔ جائز الوجود اور ممتنع الوجود کو اچھی طرح جانتا ہو۔ علوی اور سفلی عوالم سے باخبر ہو۔ شیطانی ملکی القاء اور نفث فی الروع والالہام کے فرق میں تمیز کر سکے اور مرید کے خطرات سے آگاہ ہو اور جو صورت چاہے اس میں متمثل ہونے کی قدرت رکھتا ہو۔ دلوں اور نفسوں کی مرضوں اور اس کے اسرار سے واقف ہو۔ نفسانی نجاستوں کی تطہیر کر سکے

باپ کی صلب اور ماں کے رحم میں آنے سے پہلے کے مرید کے حالات لوح محفوظ میں دیکھ کر معلوم کرے وغیرہ وغیرہ۔ رسائل القوم میں یونہی لکھا ہے۔ ایسا شیخ موجودہ زمانے میں گذشتہ زمانے کے برخلاف بالکل نادر الوجود ہے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ بہت سے پیران عظام مرید کے حالات اور نیت کے جاننے کو مشیخت وارشاد کی شرط نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسی کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر مرید کو کوئی مشکل لاحق ہونے سے قرب اور ترقی کا دروازہ اس پہ بند ہوجائے۔ مرید کے عرض حال کرنے پہ اسکی مشکل کو حل کرے۔ تاکہ ترقی کا دروازہ اس پہ کھلا رہے۔

جب پیر مرید کو دستار خلافت عنایت کرے۔ اگرچہ مرید اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتا ہو لیکن پیر کا حکم بجا لاتے ہوئے اسے مناسب ہے کہ خلافت کو قبول کرے۔ چنانچہ سید عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل میں لکھتے ہیں کہ جب مخدوم شیخ حسین قدس سرہ نے مجھے خلافت کا لباس فاخرہ پہنایا تو میں بہت مدت تک حیران و متفکر رہا کہ آپ نے بزرگان دین کا لباس مجھ سے نالائق و غافل کو کس مصلحت کی

بنا پر عطا فرمایا ہے۔ چونکہ میں اس لباس کو پہننے کا مقدور اپنے میں نہیں پاتا تھا۔ ایک مدت تک حیران و متفکر رہا۔ بالآخر میرے دل میں یہ بات گزری کہ شاید اہل معرفت کے آثار مجھ میں ظاہر ہو جائیں۔ ایک عمر گذر گئی اور اسکا کچھ اثر رونما نہ ہوا۔ طرفہ یہ کہ ایک دن حضرت مخدوم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کوئی تمہارا مرید بھی ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کوئی نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا کسی نے تمہاری طرف رجوع بھی نہیں کیا یا تم نے قبول نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا کہ اکثر لوگوں نے میری طرف رجوع تو کیا تھا مگر میں اپنی عدم قابلیت کی وجہ سے مرید نہیں کر سکا۔ حضرت مخدوم نے جھڑک کر فرمایا کہ ہم نے بزرگوں کے فرمان کے مطابق ایک کام تمہارے سپرد کیا تھا اور تم اپنی لیاقت اور نالائقی میں پھنسے ہوئے ہو۔ تمہیں اس بے معنی تصرف اور بیہودہ باتوں سے کیا مطلب اور پیروں کے حکم اور تصرفات میں کیا اختیار ہے خبردار آئندہ کو ایسا نہ ہو۔ گذشتہ کے برخلاف اگر کوئی شخص صدق دل سے تمہاری طرف رجوع کرے۔ اسکو اپنی مریدی میں قبول کرنا۔ اسکے بعد نہایت نرمی سے فرمایا کہ اے میک بخت صادق مریدوں کو پیروں کا بیعت کرنا اس

لیئے نہیں کہ ان کی نجات اپنے ذمہ لازمی ٹھہرالیں بلکہ یہ غرض ہے کہ دینی یار بہت ہو جائیں اور اس گروہ میں سے جو اہلِ نجات ہوں ان کے طفیل سے ہماری بھی نجات ہو۔ پس اس کارِ خیر میں ہرگز تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔

عورتوں کی خلافت

حضرت گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتیں اگرچہ کمال میں مردوں کے برابر ہوں انہیں خلافت کے لیئے مامور کرنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس حنفی اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے عورتوں کو خلافت نہ دینے کی معذرت میں بوبو اسلام خاتون کی طرف لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اگرچہ بہن اسلام نے ہمت میں مردان خدا کے برابر قدم رکھا ہے مناسب ہے کہ وہ پیروں کی طرح فیض کا چشمہ جاری کرتے مگر چونکہ یہ دعوت کا کام ہے اور عورتوں سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے انہیں پیری کے کپڑے اور خرقہ مشیخت اور مرید کرنے کی اجازت نہ دی گئی لیکن مناسب ہے کہ جب کوئی صادق الاعتقاد مرد یا عورت مرید ہونے کی خواہش کرے تو عورت کو حضور و غیبت میں چادر اور مردوں کو غیبت میں کلاہ اور اپنے پیر کا شجرہ لکھ کر اپنے پیر کی وکالت مرد سے اور لیئے

پیر کامرید کرکے اسے دولت عظیم سے نہال کرے۔

لطائف المنن والاخلاق میں لکھا ہے کہ شیخ ابی عبداللہ قریشی جب جذام کے مرض میں مبتلا تھے اُن کی زوجہ ہر وقت ان کی خدمت میں مصروف رہتی۔ اور جو غلاظت ان کے بدن سے نکلتی اس سے بالکل کراہت نہ کرتی۔ تا آنکہ شیخ نے جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ اور اپنی زوجہ کو اپنا خلیفہ مقرر کردیا اور اس نے شیخ کے دوستوں کو ان کے انتقال کے بعد کمال کے درجہ تک پہنچایا۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں۔ اگرچہ عورتیں مراتب کے لحاظ سے بہت بلند مرتبہ حاصل کرلیتی ہیں لیکن ان سے مریدوں اور مستفیدوں کی تربیت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ دو چیزوں کے لئے منافی ہے جیسا کہ عورت میں۔ لیکن بعض مشائخ نے استفادہ کرکے ان سے حقائق و معارف حاصل کئے ہیں۔

غنیۃ الطالبین اور دوسرے مشائخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پیر کو مریدوں کی زیادتی کرنے میں حریص نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شیخ کے خادموں کے کہنے سنے کے بغیر خود بخود نہایت عجز سے شیخ کی طرف رجوع کرے اسکو

بیعت میں قبول کرے اور خدائے تعالےٰ کا عطیہ خیال کرتے ہوئے
اسے رد نہ کریں۔ ورنہ فارغ البال ہو کر خدائے تعالےٰ کی عبادت میں
مشغول رہے۔ اگر بڑے بڑے دولت مند لوگ اور تمام خلقت اسکی
طرف رجوع کریں تو اسے ان پر رغبت اور ان کے قبول کرنے کے سبب
سے ظاہرا اور باطن میں کسی قسم کا فخر اور خوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ مرید کی
خدمت اور مال پر متوقع اور طامع رہو۔ اگرچہ مرید کے لئے پیر کی تعظیم
وعزت کے لئے کھڑے ہونا نہایت ضروری امر ہے۔ لیکن پیر کو اس کی
امید رکھنا جائز نہیں۔ پیر مرید کی صدق ارادت پر بھروسہ کر کے اس
کے حقوق ادا کرنے میں کسی وقت بھی قاصر نہ رہے۔ مرید کرنے میں
برادران دین کی زیادتی کی نیت کرے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد
ہے۔ اکثروا اخوان الخیر فان اللہ حیٌّ کریمٌ یستحیی
آن یعذب الرجل بین یدی اخوانہ ترجمہ۔ دینی بھائی بہت سے
بنا لو کیونکہ خدائے تعالےٰ زندہ اور کریم ہے وہ کسی کو اس کے بھائیوں
کے روبرو عذاب دینے کو پسند نہیں کرتا۔ فراہمی اسباب معاش اور
حصول جاہ کے لئے کسی کو مرید نہ کرے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے جب کوئی طالب حضرت سید اشرف جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ پہلے اسے توبہ کیلئے تلقین فرما کر کہتے کہ خدائے تعالیٰ کے حضور میں توبہ کے لئے التماس کر۔ جب توبہ کا نام آپ کے سمع مبارک میں پہنچتا تو نہایت خوش ہوتے اور فرماتے کہ بھائی جان آؤ ہم اور تم اکٹھے ہو کر توبہ کر لیں اور ہمیں بیعت میں ایک فائدہ لیتے طور پر حاصل ہوتا ہے کہ اس ذریعہ سے بخشش کا ذریعہ حاصل ہو جس سے بدکرداری سے نجات ملے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے بہت اچھے ہیں کیونکہ بیعت سے مرید کی خواہش تو دینی استفادہ ہے اور بہت سے پیروں کا مدعا دنیائے دوں کا فائدہ ہے۔ جب یہ عالم طرفین بالمقابل ہو جائیں تو فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

لطائف المعنیٰ میں لکھا ہے۔ سید الطائفہ فرماتے ہیں۔ شیخ کو پہلی صحبتوں میں مرید کا کھانا نہیں کھانا چاہیئے تاکہ اسکی آنکھوں میں حقیر معلوم نہ ہو بلکہ اس کے کھانے کی دعوت کو رد کر دے۔ مرید جو کچھ خندہ پیشانی اور خوشی سے اس کی خدمت میں پیش کرے۔ اس کی بابت مرید سے کہے کہ ہم نے تمہیں ایسی تکلیفیں کرنے کے لئے اپنی مریدی میں نہیں لیا۔

تم یہ چیزیں کسی ہم سے زیادہ محتاج کو دیدو۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔ جب شیخ مرید کے اعتقاد کو یہانتک بڑھا ہوا پائے کہ وہ خیال کرنے لگے جو کچھ میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے کھانے پینے کیلئے میسر ہوتا ہے سب پیر کا صدقہ اور اسی کی برکت ہے۔ اسوقت مرید کا کھانا کھانے اور اسکا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ طَعَامُ الْمُرِیْدِ حَرَامٌ عَلَی الشَّیْخِ (شیخ کے لئے مرید کا کھانا کھانا حرام ہے) اس سے یہ مراد نہیں کہ پیر کو مرید کا مال کھانا حرام ہے بلکہ یہ کہ بہت سے کھانے جیسے مباحات و مرخصات شرعیہ ایسے ہیں۔ انکا مرید کو (یعنی اسکو جو راستے میں ہے) کھالینا جائز ہے۔ شیخ یا بخلاف شیخ وہ شخص جو کمال و تکمیل کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو اس کو عمل اور احتیاط کرنا چاہیئے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں) جیسا کہ پہلے اور بعد میں ان معنوں کی تصریح کی گئی ہے اور ایسے ہی وہ اشخاص جنکو وہ لوگ اپنا مقتدا تصور کرتے ہیں جیسے علما و سادات اور پیرزادے انکو

لازم ہے کہ وہ احوط پر عمل کریں تاکہ لوگ ان کی اقتدا سے ہدایت حاصل کریں۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ وہ اپنے آپکو نہایت مقدس و پاکیزہ صورت میں آراستہ کرکے مریدوں پہ ظاہر ہوں۔

اور کسی وجہ سے اپنے کھانے سونے وغیرہ کے اسرار پہ مریدوں کو مطلع نہ کرے۔ کیونکہ اوصاف بشریہ کا مشاہدہ مرید کے ضعف اعتقاد اور قلت حرمت شیخ کا باعث ہوتا ہے۔ شیخ مرید سے اس کے حوصلہ کے مطابق بات کہے۔ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ شیخ چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں صرف ایک بار اختلاط کرے۔ کیونکہ (کثرۃ المشاہدۃ تفقد الحرمۃ)۔ زیادہ دیکھنا حرمت کو کم کر دیتا ہے۔ شیخ کے اپنے بیٹھنے کی جگہ علیحدہ ہو۔ اہل خانہ کے اجتماع کے لئے علیحدہ مکان ہو۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے شیخ کو مناسب ہے کہ لینے میں بغیر کسی قسم کی بزرگی کا خیال رکھتے ہوئے مریدوں کے لئے جو نصیحت دینا بنتا کا حق ہے اسے پورا کرے۔ ورنہ اس کا متکبروں میں شمار ہوگا۔ مریدوں کے علیحدہ ہو جانے کے خوف سے ترک نصیحت نہ کرے۔ مریدوں کو ہمارے مرید یا ہمارے خادم نہ کہے۔ بلکہ میرے دوست اور میرے بھائی کے خطاب

سے مخاطب کرے۔ اپنے اور کسی دوسرے شیخ کے مریدوں کو یکساں سمجھے سماع اور کھانے کی محفلوں میں اپنے مریدوں کا خاص خیال کرکے دوسرے شیخ کے مریدوں پر کسی قسم کی ترجیح نہ دے۔ اور جب اپنے مرید کو بے راہ چلتا ہوا معلوم کرے تو اس کی اصلاح اور تربیت کی غرض سے پوشیدہ طور پر جس سے اور لوگ اسکے عیب کو معلوم نہ کرسکیں۔ ہمیشہ نہایت موثر نصیحت کرتا رہے۔ جب اس کی بہتری کی امید بالکل منقطع ہوجائے تو اسے زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ اسے دل سے گرادے۔ اگر معلوم ہو کہ اسکی صحبت سے اور لوگ تباہ ہوں گے۔ اسکو خانقاہ اور مدرسہ میں آنے سے روک دے۔

شیخ فضل الدین فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے لڑکے یا خادم کو نصیحت یا سزا دینا چاہو تو ایسے وقت میں دو جب وہ تمہارے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول ہوں۔ وہ بہت جلد تمہارے فرمانبردار ہوجائینگے۔ کیونکہ وہ اپنے دل میں خیال کرینگے کہ جس کا ہم کھانا کھا رہے ہیں اس کی کس طرح مخالفت کریں۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر سید علی کی خدمت میں عرض کی کہ مہربانی فرما کر آپ مختصر طور پر مرید صادق کے اوصاف

بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ هی اربعة، الاولی صدقة فی محبة الشیخ ۔ الثانیة امتثال امره ۔ الثالثة ترك الاعتراض علیه بالباطن فی لیل و نهار او غیبة او حضور ۔ الرابع سلب الاختیار بمعه فکل مرید جمیع هذه الصفات الاربع فقد صحب بابلیته و نفذ فیه و تحمع به الدواء ۔

ترجمہ ۔ چار صفتیں ہیں ۔

اول ۔ شیخ کی محبت میں صادق ہو ۔

دوم ۔ اس کا فرمانبردار ہو ۔

سوم ۔ پیر پہ اسکے حضور و غیبت ۔ ظاہر و باطن ۔ دن اور رات میں کوئی کو کسی قسم کا اعتراض نہ کرے ۔

چہارم ۔ سلب اختیار ۔ پس جس مرید میں یہ چاروں صفات جمع ہو جائیں تو وہ ہر طرح کے قابل ہے ۔

مریدی کی شرطیں اور آداب

رسالہ مکیہ میں لکھا ہے ۔ اگر مرید کے دل میں بات آجائے

کہ مجھے خدا تک پہنچانے کے لیے میرے پیر کے سوا اور پیر بھی دنیا میں ہیں فی الفور شیطان اس کے اعتقاد میں تصرف کر کے ہر ممکن طریقہ سے اسے پیر کی صحبت سے دور کر دیتا ہے۔ اس کام میں اصل چیز صرف مرید اعتقاد ہی ہے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے۔ لوگوں نے سلطان المشائخ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال کیا۔

اول۔ کوئی شخص نہایت عابد و زاہد کسی پیر کا مرید ہوتا ہے اور پیر کی محبت اس کے دل میں کم ہوتی ہے۔ دوسرے مرید سے فرائض نماز و روزہ پورے طور پر ادا نہیں ہوتے لیکن پیر سے محبت اور اعتقاد و اخلاص رکھنے میں وہ نہایت چست ہے۔ ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا جو شیخ کا محب و معتقد ہے۔ اس کا تھوڑا سا وقت بھی اس سست اعتقاد عمر کے بہت سے حصے سے فضیلت و شرف رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں کو دوسرے پیر کی زیارت کرنے سے منع کرتے ہیں کہ ان کے اعتقاد میں فتور نہ پیدا ہو جائے۔ البتہ ثابت قدم اور راسخ الاعتقاد مرید کو دوسرے

شیخ کی زیارت بدوں حضرت اکثر اوقات اس کے عقیدے میں رسوخ کا سبب ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اکثر دفعہ اس رسالہ کے مؤلف کو سابقہ پڑا ہے۔ منجملہ ان کے ایک بار عارف گرامی شیخ عبدالنبی سیامی (جو اپنے زمانے کے بزرگ مشائخ میں سے تھے) حضرت پیر دستگیر کے وصال سے کچھ مدت بعد قصبہ جالندھر میں حضرت اعلم العلماء واعظ المسلمین شیخ جان محمد انصاری معروف بہ بہ کی مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ فقیر بھی دو طالبعلم ساتھ لے کر ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوا اتفاقاً فضیلت مآب سید ابراہیم (جو اس فقیر کے ننہال میں سے تھے اس مجلس میں موجود تھے) نے بزرگانہ شفقت و حسن ظن کے بموجب اس فقیر سے شیخ کا تعارف کرایا۔ سلام و مصافحہ کے بعد شیخ نے تلطف آمیز باتیں کر کے نقشبندی گروہ کے اصول کے مطابق مراقبے میں سر نیچا کیا اور بندہ کے حالات پر توجہ کی۔ چنانچہ مجھ پر اسکا اثر ہو کر حواس میں سستی پیدا ہو گئی۔ اسی وقت آفتابِ جہاں تاب حضرت پیر دستگیر کا چہرہ مبارک دکھائی دیا۔ اسوقت شیخ اپنا باطنی ہاتھ بندہ کے صنوبری قلب کی جانب بڑھا کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا

کہ حضرت پیر دستگیر نے ان کے ہاتھ پر ایک طمانچہ رسید کر کے اسے
واپس لوٹا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے پھر اسی طرح ہاتھ بڑھایا
لیکن انہیں پھر ناکامی ہوئی۔ قریب آدھ گھنٹے کے یہی کشمکش جاری رہی
لیکن بندہ پر کوئی اثر نہ ہوا شیخ نے جب معلوم کیا کہ اس کا پشت پناہ
بہت قوی ہے اور کسی دوسرے کے تصرف کا مقام نہیں ہے سر کو اٹھا
کر فرمایا کہ میراں صاحب کا حق تم پر بہت ہے۔ تمہیں ان کے فرمانے پر
عمل درآمد کرنے میں کبھی غفلت اور سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ خصوصاً نماز
فجر اور عصر کے بعد تین بار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مشائخ چشتیہ کے
طریقہ کے مطابق ضرور پڑھا کرو۔ اگرچہ شیخ عبد النبی اپنے حالات نہایت
کوشش سے چھپانے تھے۔ لیکن ظاہر ایہ تمام باتیں محض مجھے اپنی طرف
کھینچنے کیلئے تھیں کہ دو تین گھنٹے کے عرصہ میں۔ ان سے کئی خوارق
میرے دیکھنے میں آئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ جناب پیر دستگیر کی
نسبت میرا اعتقاد دورسوخ ہر خارق کے دیکھنے کے ساتھ زیادہ سے
زیادہ ہوتا جاتا تھا۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سچے اعتقاد سے سیاہ پتھر کی طرف بھی توجہ کرے تو یقیناً وہ اپنے مقصود کو حاصل کر کے کامیاب ہوگا۔ اگر اعتقاد و بہار سے خالی ہو کر پیغمبر کی صحبت میں بھی بیٹھیگا۔ ہرگز اپنے مقصود کو نہ پہنچیگا۔

خواجہ عبدالصدق

حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ ایک عابد ویراں جنگل میں رہا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے جامع مسجد میں حاضر ہو کر فریضہ سے فارغ ہو کر بقیہ نماز جنگل میں ادا کرتا اسی طرح کرنے اسے ایک مدت گذر گئی رؤسائے شہر جب اس کے حالات سے آگاہ ہوئے تو انہیں اس سے بہت محبت پیدا ہو گئی۔ انہوں اس عابد کے حالات معلوم کرنے میں بہت کوشش کی۔ لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔ ایک شخص نے حوصلہ کر کے اسکا دامن پکڑ کر اس سے کہا کہ تم جب تک اپنا حال نہ بتاؤ گے میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تب اس عابد نے کہا تم کیا پوچھتے ہو۔ اس نے کہا تمہارا اور تمہارے پیر کا کیا نام ہے اور کہاں رہتے ہو۔ اس نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے۔ میں اور میرا پیر جنگل میں رہتے ہیں۔

لوگوں نے کہا مہربانی فرماکر ہمیں اپنے پیر کی زیارت و ملاقات سے مشرف فرمائیے۔ اس نے کہا حضرت پیر صاحب چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ آئندہ جمعہ کے روز جس شخص کو ان کی ملاقات کی خواہش ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ یہ بات کہہکر وہ جنگل کی طرف چلدیا۔ چونکہ یہ عابد کسی پیر کا مرید نہیں تھا حیران ہوکر سوچنے لگا کہ آئندہ جمعہ کے روز لوگوں کو کیا جواب دونگا۔ اسی خیال میں اسے نیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص نورانی صورت سفید ریش اس سے کہہ رہا ہے کہ صبح کو جو کوئی تمہارا دامن تھام لے تم اس کے مرید ہو جانا۔ صبح کے وقت نیند سے بیدار ہوکر وہ ایک طرف کو جا رہا تھا۔ اچانک اس کا کپڑا ایک خاردار جھاڑی میں الجھ گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ حکم یہی تھا جو تمہارا دامن تھامے اسکے مرید ہو جانا۔ اب میرا دامن اس جھاڑی کے چھوٹے سے پودے نے پکڑ لیا ہے۔ یقیناً میرا پیر یہی ہو سکتا ہے۔ فی الفور نہایت تعظیم و تکریم سے پیروں کی طرح سے آداب بجا لاکر اسکی خدمت کرنے لگا۔ اور جمعہ کے روز شرمندگی محسوس کرکے شہر میں نہ گیا۔ بالآخر اسے خیال آیا کہ اگر میں شہر میں جاؤنگا تو لوگ میرے پیر سے ملاقات کرنا چاہینگے

تو اپنے واقعات ان سے صحیح صحیح بیان کر دونگا۔ چنانچہ جب شہر میں آکر وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو لوگ اس خیال سے کہ ہمارے استفسارات سے وہ ناراض ہو گیا ہے معذرت کر کے معافی کے خواستگار ہوئے اس نے کہا فکر کی بات نہیں۔ میرے شہر میں نہ آنے کا اور سبب تھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ نے فرمایا تھا تم سے اپنے پیر کی ملاقات کرائینگے۔ اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰا کا تقاضا یہی ہے آپ اپنے وعدہ کو پورا فرمائیے۔ اس نے کہا تم خوشی سے میرے ساتھ آؤ۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس کے ہمراہ ہو لئے۔ عابد راستے میں سوچتا جا رہا تھا کہ یہ لوگ تعجب سے مجھے کہینگے کیا تم اس خاردار جھاڑی کے مرید ہو۔ جب وہ اس خاردار جھاڑی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ فرش بچھا ہوا ہے اور اس پہ ایک بزرگ نورانی صورت دراز سفید ریش جلوہ گر ہیں۔ دل میں کہا الحمد للہ میں ان لوگوں میں شرمندہ نہیں ہوا۔ جب اور نزدیک ہوا تو لوگوں سے کہا یہ میرے پیر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے قدموں پہ سر رکھو۔ تمام جماعت نہایت تعظیم سے آداب و نیاز کر کے ان کے سامنے بیٹھ کر مناسب حال علم تصوف

بھی باتیں کرنے لگے۔ آخرالامر تھوڑی دیر کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ اس کے بعد تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ جو مجھ سے ملاقات اور بیعت کرنی چاہتا ہو وہ میرے مرید اور خلیفہ عبدالصدق سے بیعت کرے۔ جب سب لوگ یہ بات قبول کر کے رخصت ہو گئے اور شیخ کی متمثلہ صورت نے غائب ہونے کا ارادہ کیا تو عبدالصدق نے اسکا دامن پکڑ لیا۔ استفسار حال پر اس نے کہا کہ میں تیرے صدق کی صورت ہوں۔ خدائے تعالےٰ نے تیرا کام نہایت اچھا کر دیا ہے۔ کوئی غم نہ کر۔ بے فکری سے جو کام کر رہا ہے اس میں مشغول رہ۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے۔ مرید کو پیر کا حکم ماننے اور اس پر عمل درآمد کرنے میں بہت جلدی کرنی چاہیئے۔ اس کا مطلب اور فائدہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ پیر کا حکم ماننے میں جس طرح حضرت مولانا جلال الدین رومی نے حضرت شمس الدین تبریزی کی مطابعت کی اگر خلافت شریعت ہو۔ موافق شریعت میں کلام ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرید کا عقیدہ اس درجہ تک نہیں پہنچیگا۔ اس کا کام بہتر نہیں ہوگا۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے۔ پیر احکام شریعت و طریقت کا عالم

ہو۔ اور خارج از شریعت وطریقت مرید کو کوئی بات نہ کہے۔ اگر کہے تو اس میں اختلاف ہے۔ لیکن مرید کو جو کچھ پیر فرمائے اس پر فوراً عملدرآمد کرنا چاہیئے۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ شیخ حسام الدین مانک پوری فرماتے ہیں مرید لوگ پیروں کے لئے کپڑے میں پیوند کی مثال ہیں۔ سچا اور حقیقی مرید جو پیر کے کہنے پر عمل کرے اسکی مثال سفید کپڑے پر سفید پیوند کی ہے جو دھونے پر سفید ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو فیض کسی طرف سے پیر کو پہنچتا ہے اس میں سے وہ بھی بہرہ ور ہوتا ہے اور جو پیر کے حکم پر عملدرآمد نہیں کرتا وہ رسمی مرید سفید کپڑے پر سیاہ پیوند کی مثال ہے اگرچہ پیر کا فیض اسے پہنچتا ہے لیکن وہ اس سے مستفید اور کامیاب نہیں ہوتا۔ رسمی مریدوں کے حق میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ نیک ہیں تو وہ جانیں۔ اگر برے ہیں تو انہیں بخشندے۔ یہ دولت کم نہیں بہر حال پیر اچھا ہونا چاہیئے۔

اگر پیر کوئی خلاف شریعت حکم دے اسکو نہ مانے

بالفرض اگر رسمی پیر کسی ایسے کام کا حکم کرے جس پر بظاہر عندالشرع اعتراض ہو سکتا ہے تو اس کے کہنے پر عمل نہ

کرے۔ کیونکہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ (خدائے خالق کی معصیت میں مخلوق کے لئے کوئی طاعت نہیں)۔ اگر پیر حقیقی اور ناصح و مشفق اور مریدوں کے امراض باطنہ اور ان کے معالجات سے واقف ہو، مریدوں کو چاہئے کہ اس حکم کو ظاہر شرع کی رعایت سے کہ پیر کی نظر وہاں تک ہے اس اعتقاد سے کہ مجھ میں کوئی نہایت بری بات ہے جس کے ازالہ کے لئے پیر نے یہ حکم فرمایا ہے۔ اس کام کا ارتکاب کرے۔ جیسا کہ طبیب امراض ظاہرہ کے ازالہ کیلئے مریض کو کڑوی اور بدمزہ دوا کھانے کے لئے حکم کرتا ہے۔ اور مریض طبع کو برا ہونے کے باوجود شفا حاصل ہونے کی غرض سے اس دوا کو کھاتا ہے۔ اس قسم کے حکم کا ارتکاب بہت کم لوگوں کیلئے ہوتا ہے۔ فقیہوں کا مقررہ قاعدہ ہے اور بہت سے احکام اس سے نکالے گئے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں الکذب مفسدة محرمة ومن تقس جلب مصلحة تزيد عليه جائز كالكذب الاصلاح بين الناس وعلى زوجته لاصلاحها۔ (جھوٹ بولنا تباہی کا باعث اور حرام ہے۔ لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے جھوٹ بولنے میں زیادہ فائدہ معلوم ہو تو جائز ہے مثلاً لوگوں میں صلح

۲۲ سطر آخر۔ صفحہ ۲۵ شروع۔

کرنے اور اپنی زوجہ کی اصلاح کیلئے ۔ چنانچہ کتاب الاشباہ والنظائر میں اس قاعدہ کی تعریفات مذکور ہیں اس کے ارتکاب پر نفس کی شکست جو تمام ریاضتوں کی نہایت ہے دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے ۔

اول ۔ اس امر کا ارتکاب سختی کے ساتھ ۔

دوم ۔ اس بات کا جاننا کہ مجھ میں کوئی نہایت بری بات ہے جس کے ازالہ کے لئے ایسے امر قبیح کے ارتکاب کا پیر نے جواز فرمایا ہے ۔

سراج المجلدی میں لکھا ہے کہ فیصلہ اس میں ہے اگر مرید نفلی نماز پڑھ رہا ہو اور شیخ آواز دے تو اسے کیا کرنا چاہیئے ۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے کیا مبارک الفاظ فرمائے ہیں ۔ بہتر یہی ہے کہ نوافل چھوڑ کر پیر کے جواب میں مشغول ہو ۔ اس میں بہت ثواب ہے ۔ آپ نے سید السادات کی خدمت کو نفلوں سے بہت بہتر فرمایا ہے ۔ اگر باپ یا ماں یا استاد جس سے علم فقہ سیکھا ہو آواز دیں ۔ ان کے جواب میں نماز نفل اور تلاوت کو چھوڑ دینا چاہیئے ۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے جب کوئی ایسی ویسی بات اپنے پیر سے دیکھے جو ظاہر میں اسے معلوم نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے حضرت موسیٰ اور

خضر علیہا السلام کے قصہ کی طرف دھیان کرے۔

میر محی الدین شیخ عبدالقادر گیلانی رحمتہ علیہ فرماتے ہیں جب اپنے پیر سے کوئی نامشروع بات دیکھے تو اسے اپنے پیر سے ہی دریافت کرے اشارہ ضرب المثل سے اسکی صراحت نہ کرے۔ اگر پیر میں کوئی عیب دیکھے تو اسے نالودہ خیال کرکے خود کو ملزم گردانے کہ جس بات کا میں اپنے پیر کی نسبت گمان کرتا ہوں فی الحقیقت اس میں نہیں ہے۔ اور خود ہی اس کی تاویل کرے۔ اگر کوئی تاویل نہ ہو سکے تو اسکی آمرزش کے لئے خدائے تعالےٰ سے درخواست کرے کہ خدائے تعالےٰ اس کے عیب کا اسے علم بخشکر اسے آئندہ کے لئے محفوظ رکھے۔ اور پیر پر معصوم ہونے کا گمان نہ کرے۔ کیونکہ یہ انبیا علیہا السلام کا خاصہ ہے۔ اپنے پیر کی خامی پر اولاد آدم میں سے کسی کو اطلاع نہ کرے۔ جب پھر کبھی اس کی خدمت میں حاضر ہو تو سمجھے کہ وہ خامی دور ہو گئی ہے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے حضرت شیخ نظام الحق والدین نے ایک دعا اپنے پیر شیخ فریدالحق سے سیکھی۔ ان کے حکم کے مطابق آپ اسے ہمیشہ پڑھا کرتے۔ شاید اس دعا کے لفظوں کے اعراب میں غلطی ہوگی۔ اگرچہ علمائے

ص ۲۵ سطر آخر

نحو نے اس لفظ کے اعراب کو تبدیل کرنے میں بہت ہی مبالغہ کیا۔ لیکن آپ نے بالکل نہ بدلا اسی طرح پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک متعلم نے بہت اصرار کیا کہ یہ لفظ غلط ہے۔ فرمایا کہ میں اس لفظ کو غلط خیال کرکے، اپنے پیر کی طرف غلطی کو منسوب کروں۔ یہ مجھ سے نہ ہو سکیگا۔ مسائل نحوی کی تنقیح و تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہی اعراب جو حضرت شیخ پڑھا کرتے تھے درست تھا علی ہذا القیاس مشائخ کے اور افعال و اقوال جو ان سے قصداً اور عمداً ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ ان میں سے بعضے سطحی نظر میں نہایت قبیح معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن حسب غور سے ان کی تہ کو معلوم کیا جاتا ہے تو ان کی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ اگر مرید پیر سے دونوں جہانوں سے متعلق کسی قسم کی خواہش کا طالب ہو تو وہ حرص کا بندہ ہے مرید نہیں ہے۔ اور مرید پیر کے ہاتھ میں ایسا ہے جیسا غسال کے ہاتھ میں مردہ جدھر چاہے اسے حرکت دے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ مرید اپنے مرتبے کو شیخ کے مرتبہ سے بڑھا ہوا کبھی خیال نہ کرے۔ اور جو کچھ شیخ سے دیکھے اسکی اقتدا نہ

کرتا جائے ایسا نہ ہو کہ شیخ اُسے کسی اہم کام کیلئے فرما دے۔ کیونکہ بہت سی باتیں شیخ اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے کرتا ہے اور وہ باتیں مرید کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے زہر قاتل ہیں۔ اگرچہ وہ نمازیں اور نوافل ہوں لیکن جس میں مذکورہ ذیل صفتیں پائی جائیں وہ حقیقی مرید ہوگا ورنہ رسمی سمجھیں۔ علاوہ ازیں اور بھی آداب ہیں جنکی رعایت مرید کو شیخ کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ صفات ارلیعہ حسب ذیل ہیں:۔

اول۔ یہ کہ کوئی بات شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور جو کچھ خیر و شر سے اسکے دل میں آئے پیر کے سامنے بیان کر دے۔ یہ نہ سمجھ لے کہ مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ پیر میرے حالات سے اچھی طرح سے واقف ہے۔ کیونکہ بہت سے مشائخ کبار مرید کی نیت اور شیخی وارشاد سے باخبر نہیں ہیں۔ کبھی وہ مرید کے حال جانتے ہیں کبھی نہیں جانتے۔

لطائف اشرفی میں امام ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے کہ مرشد و شیخ اگر بزرگ آدمی ہے۔ مرید کا اس سے عرض احوال کرنا ترک ادب ہے۔

عوارف المعارف میں فرماتے ہیں ان الصادق لایحتاج الی

السوال باللسان فی حضرت الشیخ مل البادیۃ سایرید۔

مرید صادق جناب شیخ میں زبان سے سوال کرنے کی حاجت نہیں رکھتا بلکہ شیخ جو کچھ اس کے ارادے میں گذرتا ہے۔ اسے جانتا ہے۔

حضرت پیر دستگیر کی جناب میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ درویشوں کو زبان سے عرض کرنے کے بعد آپ کی طرف سے جواب با صواب (جس سے ان کی مشکل بالکل حل ہو جاتی تھی) سنا کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ ہذا کے مولف فقیر کو بھی ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بیعت کرنے سے پیشتر جبکہ میرا عنفوان شباب اور لہو لہوسی کا زمانہ تھا مشائخ اور محدثین کی کتابوں کے مطالعہ سے فضائل صلواۃ اللیل معلوم کرکے رات کا آخری ربع نفل پڑھنے میں گزار دیتا اور طلوع صبح کے وقت جب نفل ادا کرنے مکروہ ہو جاتے تو دوسرے اوراد میں مشغول ہوتا۔ لیکن جب پیر دستگیر کی خدمت میں پہنچکر بیعت سے مشرف ہوا۔ آپ نے عنایت و مہربانی فرما کر ذکر و شغل تلقین فرمائے۔ وہی وقت جس کا بہت سا حصہ نوافل اور اوراد میں صرف ہوتا ذکر و شغل ادا کرنے کے لئے تعین فرمایا۔ اسوقت میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ ایک ہی وقت میں دو شغلوں کا جاری رکھنا چاہئے

جیسے لوگوں سے مشکل ہے۔ حیران تھا کہ پیر و مرشد کے حکم سے انحراف کی مجال نہیں۔ اگر سابقہ لازمی اوراد و نوافل کو ترک کر دوں تو جیسا کہ مشہور ہے شامت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے میرے دل میں یہ خیال گذرتے ہی آپ نے فرمایا۔ ارے میاں تہجد کی لمبی لمبی نمازیں اور نوافل یہ سب بزرگان سلف کے شغل تھے۔ اس زمانے کے طالبوں کو ان باتوں سے کیا نسبت ہے۔ تمہیں سابقہ اشغال کے ترک کی شامت سے نہ ڈرتے ہوئے مرشدوں کے فرمان پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس سے کسی شامت میں نہ پڑو گے۔

كَلِّمِ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ

وہ تم پیر کے بھید کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے

کرامات و واقعات یا کوئی امر دنیاوی وغیرہ ذالک جس کو شیخ پوشیدہ رکھنا چاہے۔ اور مرید اس سے خبردار ہو اسے ہرگز ظاہر نہ کرے اور شیخ کی باتیں لوگوں کی فہم و فراست کے مطابق سنائے۔ دقیق باتیں جنکی حقیقت کو سننے والا نہ پہنچ سکے ہرگز نہ کرے کہ کلم الناس علی قدر عقولهم کیونکہ سننے والا جس بات کی مراد کو نہ پہنچے اور اس سے اسے کوئی

فائدہ نہ ہو تو الٹا وہم میں پھنس جاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس کا عقیدہ
شیخ کے بارے میں فاسد ہو جائے۔

شیخ کی صحبت میں کبھی بلند آواز سے نہ بولے۔ کیونکہ بزرگوں کے حضور میں بلند آواز سے بولنا ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ اور شیخ سے قول و فعل میں جھگڑا نہ کرے۔ اس سے فیض کے مجاری بند ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی شیخ سے دینی یا دنیاوی کاموں کی باتیں کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے معلوم کرے کہ انہیں باتیں سننے کی فرصت بھی ہے۔ دلیرانہ باتیں نہ کرے۔ مخاطب کرتے وقت اس کے ادب و احترام کا خیال رکھے۔ شیخ کا نام نہ لے بلکہ حضور، پیر جی، قبلہ، سیدی کے خطاب وغیرہ سے پکارے اس کے سامنے نہ ہنسے اور نہ اپنی تعریف بیان کرے۔ مگر ضرورت کے وقت بقدر ضرورت۔ شیخ کے کلام کو رد نہ کرے۔ اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کا سننے کیلئے منتظر رہے۔ اس کی زبان کو شجرہ موسیٰ جانکر یقین کرے کہ وہ اپنی خواہش کیلئے نہیں بلکہ خدا کے لئے کلام کرتا ہے۔ اس کے کلام کے فوائد سے محروم نہ رہے۔ جب شیخ کے سامنے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہو تو خاموشی سے سنتا رہے اگرچہ اس کا جواب بخوبی جانتا ہو۔ بلکہ شیخ

کے جواب کو شیخ کی زبان سے سننے کو غنیمت جانے۔ اگر شیخ کے جواب میں غلطی ہو تو اپنے فہم کا قصور خیال کرے۔ پیر یا اور بزرگوں کے حضور میں واہیات باتیں نہ کرے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے بلکہ سر نیچا ڈالکر بیٹھا رہے۔ اس کے کھڑے ہونے پر کھڑا ہو اور بیٹھنے پر بیٹھے۔ باتوں میں مباسطت نہ رکھے۔ افعال میں اسکی توقیر و احترام کو واجب جانے۔ اسکی جگہ پر نہ بیٹھے۔ شیخ کے سامنے نماز کے وقت کے سوا اپنا مصلی نہ بچھائے نماز پڑھتے ہی مصلے کو لپیٹ کر رکھدے۔ شیخ اور حاشیہ نشینوں کی خدمت میں کشادہ پیشانی سے حاضر ہو۔ اپنا مصلی شیخ کے مصلے پر اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے۔ اور شیخ کے سامنے امامت نہ کرے۔ اگر وہ حکم کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ امامت کی حالت میں نماز کے بعد ایک مختصر سی دعا پڑھکر فوراً پیچھے اٹھ کھڑا ہو۔ سنتیں نوافل وغیرہ شیخ کے پس پشت ہو کر ادا کرے۔ شیخ کے سامنے نوافل ورد وغیرہ وظائف میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ مرید کے لئے شیخ کے مشاہدے سے بڑھکر کوئی شغل نہیں ہے۔ اگر نہ ہوسکے تو علیحدہ کسی کونے میں یا شیخ کی پس پشت جاکر اپنا وظیفہ ادا کرے۔ کسی وقت بھی شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے اور اس کی طرف

پاؤں پسار کر نہ بیٹھے۔ اگر کسی کام کے لئے پیر کے سامنے سے گذرنا پڑے الٹے پاؤں شیخ کی طرف منہ کرکے چلے حتیٰ کہ شیخ کی نظر سے دور ہو جائے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ شیخ فریدالدین گنج شکر اور سلطان المشائخ کے اکثر مریدان کے سامنے الٹے پاؤں چلا کرتے تھے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر کو اودھ میں سفر کرتے ہوئے شیخ شمس الدین کے زاویہ میں اترنا پڑا وہاں کے لوگ انواع و اقسام سے انکی خدمت میں ضیافتیں کرنے لگے۔ شیخ نے عرض کیا۔ مہربانی فرماکر اس سفر میں بندہ کو بھی ہمراہ لے چلیں مجھ سے مفارقت برداشت نہیں ہو سکتی۔ فرمایا میں تو ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ خطہ خالی رہ جائیگا۔ تمہیں مناسب ہے کہ یہیں رہ کر اس علاقہ کے لوگوں کو مستفیض کریں۔ اسی قیل و قال میں بہت دور تک ان کے ہمراہ نکل گئے بہت اصرار کے بعد شیخ کو قصبہ منگلی کے مقام پر رخصت کیا۔ شیخ نے علاقہ منگلی سے علاقہ اودھ تک پیٹھ نہیں کی اور الٹے پاؤں تمام راستہ طے کیا۔ شیخ کے پاس بالخصوص مشغولی اور قیلولہ کے وقت میں حاضر ہوکر مزاحمت نہ کرے۔ جہانتک ہو سکے بے وضو پیر کے آستانہ میں داخل

نہ ہو۔ آتے وقت دہلیز کا بوسہ واجب جانے۔

مطلوب الطالبین میں لکھا ہے کہ مشائخ کے سامنے اور مشائخ کے مقام پر جوتا اتار کر حاضر ہو۔ اگر پیر یا استاد یا کوئی بزرگ راستے میں مل جائے تو پاؤں سے جوتا اتار کر اسکی ملاقات کرے۔ جوتا پہن کر بزرگوں سے ملاقات کرنا بے ادبی میں داخل ہے۔ دیگر پیر۔ استاد اور ماں باپ کا منہ بے وضو نہ دیکھے۔ اس ادب کی رعایت اگر ہر وقت نہ کر سکے تو جب دریا سفر اور کسی جگہ سے دیر کے بعد حاضر ہو تو مذکورہ بالا ادب کو بالکل ملحوظ رکھے۔ شیخ کی طرف گہری نظر سے دیکھنا اگرچہ محبت کا باعث ہے۔ لیکن اکثر اوقات پاؤں کی پشت یا زانو کی طرف نظر رکھے۔ حضرت شیخ کی طرف گہری نظر سے دیکھنا دلیری اور تکبر ہے۔ پیر یا کسی بزرگ کا جھوٹا پانی یا کھانا یا میوہ وغیرہ میسر ہو جائے تو کھڑے ہو کر کھائے پیئے۔ اگرچہ کھڑے ہو کر پانی پینا ممنوع ہے۔ لیکن تین پانی (اول آب زمزم دوم کسی بزرگ کا پس خوردہ پانی۔ سوم وضو سے بچا ہوا) کھڑا ہو کر پیئے تو اس کی برکت تمام اعضا میں ظاہر ہو گی۔ اگر پیر سے خرقہ یا کلاہ یا پیرہن ملے تو دوگانہ ادا کر کے اسے پہنے۔ بعد ازاں کوئی چیز شکرانہ کے طور پیر کے

سامنے رکھ کر قبول کرنے کی التجا کرے۔ قبول ہونے پر پا بوسی شکریہ اور تسلیمات بجا لائے۔ پیر کا خرقہ بے وضو نہ پہنے۔ کلینؔ وغیرہ پیر کے سامنے اپنے ساتھ نہ لیجائے۔

دیگر پیر کی خدمت میں انتہا سے زیادہ کوشش کرے۔ مال و جان دینے میں حتےٰ کہ کسی چیز کی اس سے پرہیز نہ کرے۔ کیونکہ مرید کیلئے شیخ کی خدمت سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں ہے شیخ کی خدمت کی لذت دارین کی لذت سے بہت زیادہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ المشائخ حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہٗ حضرت پیر دستگیر کے پیر و مرشد اپنے وطن انبیٹھہ سے سیر کی غرض سے سہارنپور تشریف فرما ہوئے۔ حضرت پیر دستگیر بھی معہ دیگر دوستوں کی جماعت کے ان کے ہمراہ تھے۔ سہارنپور میں کسی شخص نے آپکی ضیافت کرکے انواع و اقسام کے کھانے تیار کرکے دسترخوان پر چنے۔ حضرت شاہ صاحب کی زبان مبارک سے نکلا سبحان اللہ ہمارے لئے اب یہاں قسما قسم کے کھانے حاضر ہیں۔ با فقر کو شاید کچھ میسر ہوا ہو یا نہ ہو جب یہ آواز حضرت پیر دستگیر نے سنی تو اپنے سب یاروں سے فرمایا کہ تم نے

لہ کلین صفحہ ۲۹ سطر ۹

جن کھانوں میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔ وہی کھانے کھاؤ۔ دوسرے کھانوں
کو مت چھونا۔ کھانا کھانے کے بعد بقیہ تمام کھانے اپنی چادر میں حفاظت
سے باندھ کر محفوظ کر لئے۔ حضرت شاہ صاحب کو عشاء کے بعد وضو کرانے
سے فراغت پاکر (وضو کرانے پر حضرت پیر دستگیر مامور تھے) کھانوں کو
اٹھا قصبہ انبیہٹہ میں جو سہارنپور سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے حضرت
شاہ صاحب کے متعلقین کو پہنچا کر راتوں رات لوٹکر حضرت پیر صاحب کے
حلقہ میں داخل ہوگئے۔ حضرت شاہ صاحب ایک مہینہ کے قریب سہارنپور
میں ٹھہرے۔ اس اثنا میں حضرت پیر دستگیر انبیہٹہ شاہ صاحب کے متعلقین
کو اسی طرح کھانا پہنچاتے اور لوٹ کر حلقہ میں داخل ہوتے رہے۔ اور
حضرت کی خدمت ادا کرنے میں جس عہدے پر آپ مامور تھے۔ اس میں کوئی
نقص واقع نہیں ہوا۔ القصہ جب حضرت شاہ صاحب سیر سے فارغ ہو
کر وطن میں تشریف لائے تو شہزادہ والا تبار آپ کی خدمت میں زیارت
کیلئے حاضر ہوئے۔ شہزادہ محمد باقر ابھی بچہ ہی تھے۔ بچپن میں بچوں کی طبیعت شیرینی
کی طرف بہت راغب ہوتی ہے۔ آپ نے تھوڑی سی شیرینی جو ہمراہ لائے
تھے شہزادہ محمد باقر کو دیکر کہا کھاؤ۔ یہ کہکر انہیں دونوں جہان کی

نعمت سے شیریں کام کر دیا۔ اس وقت آپکی زبان مبارک سے نکلا کہ اے باقر ہم نے سہارنپور میں پلاؤ۔ قورمہ۔ قلیہ علاوہ ازیں اور بڑے بڑے کھانے کھائے۔ شہزادہ باقر نے عرض کیا کہ ہم نے یہ کھانے یہیں پر کھائے ہیں۔ شاہ صاحب یہ سنکر متعجب ہوئے تحقیقات پر معلوم ہوا کہ پہلی ہی رات کھانا کھاتے وقت حضرت پیر دستگیر نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ شاہ صاحب چاہتے ہیں میرے متعلقین بھی ان نعمتوں سے محظوظ ہوں۔ اسی وجہ سے ہمارے قیام کی تمام مدت تک روزانہ رات کو ہمارے گھر میں کھانا پہنچاتے رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے میراں صاحب۔ ع

این بیست کار دیگراں این کار تست ایں کار تو

اس کے بعد شاہ صاحب نے کوئی ایسی مہربانی نہیں تھی جو حضرت پیر دستگیر پر نہ فرمائی ہو حضرت پیر دستگیر نے ایک مہینہ کی مدت تک یہ خدمت ادا کی۔ سید باکمال علی ترمذی میوانی (جو حضرت پیر دستگیر کے قرابتداروں میں سے ہیں) اسے سنا اور دوسرے درویشوں سے ایک بار کھانا پہنچانے کا مذکرہ سنا گیا ہے۔ بہر حال کچھ بھی ہو انہوں نے سب ایسی خدمتیں کیں تو ضروری تھا کہ وہ مخدومی کے درجے کو پہنچتے۔ مَنْ خَدَمَ خُدِمَ جس نے

خدمت کی وہ مخدوم ہوا) حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ٭ ہر کہ خود را دید او محروم شد

علیٰ ہذا القیاس جو لوگ شیخ سے نسبت رکھتے ہیں جیسے خادم مریدین و دیگر متعلقین اور ہم وطنوں کی خدمت گزاری اور تعظیم سے قاصر نہ رہے شیخ کی اولاد باپ دادا دیگر اقربا کی خدمت تو درکنار بلکہ اس کے کتّوں اور چارپاؤں کی بھی خدمت و تعظیم کرتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس حنفی گنگوہی ایک خط میں (جو انہوں نے اپنے ایک مرید قاضی عبدالرحمن کو لکھا ہے۔جب شیخ رکن الدین نے حضرت شیخ کے فرزند کو ناراض کر دیا تھا) لکھتے ہیں۔بھائی صاحب! تم مجھ سے تو اتنی بڑی نعمت حاصل کرتے ہو اور میرے فرزندوں سے تمہاری جنگ ہے۔افسوس صد افسوس۔تمہیں ہرگز نعمت سے حصہ اور راہ حق نہ ملیگا۔جو حال و قال ہے۔سب ضلال و وبال ہے۔جو نور ہے سب اندھیرا اور غروب ہے۔جب تک شیطان زندہ ہے۔طالبوں کی جان طشت خون میں ہے۔جب تک اجل نہ آئے فرصت ہی فرصت ہے۔توبہ و استغفار اور اپنے آپکو شیطان کے فریبوں سے بچانا چاہئے

بھائیصاحب! قرآن مجید کا مطالعہ کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو کہا کیجئے کہ میں اس (دعوت پر جو تمہیں راہ حق اور صراط مستقیم پر لانے کیلئے کرتا ہوں) اس کے سوا کچھ اجر نہیں چاہتا کہ (میرے) قرابتیوں (اور فرزندوں) کو دوست رکھو۔ پس جو شخص آج اپنے شیخ کے فرزندوں سے ناراض ہے وہ کل قیامت کے دن حق کے سامنے حاضر ہو کر کیا جواب دیگا اور کس طرح منہ دکھائیگا۔ یہ فقیر شیخ جلال الدین پانی پتی قدس سرہ کی پانچویں چھٹی کرسی میں ہے (دیکھنے کی بات کہ) ان کی کس طرح اطاعت کرتا ہے اور اپنے آپ کو ان کے راستے کی خاک تصور کرتا ہے۔ ہوش کر۔ ہوش کر۔ ہوش کر۔ توبہ کر کہ سلامتی سے رہے۔

تعظیم متعلقان شیخ

شیخ کے دوستوں اور ثناخوانوں کو اپنا عزیز سمجھے۔ اس کے بدخواہوں اور دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھے۔

نفحات الانس میں لکھا ہے جو شخص تیرے استاد کو تکلیف دے

اور اس سے تجھے کچھ تکلیف نہ ہو تو تجھے لیتا بہتر ہے۔

دیگر۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیر کا پہنا ہوا کپڑا[1] کسی غیر کو نہیں دینا چاہیئے۔ اگر اسے دھو لیا جائے تو حرج نہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ اسے دھویا نہ جائے شیخ کے صحبت یافتہ شیخ کی قبر کے پاس اپنے دفن ہونیکے لئے اگر وصیت کرے تو جائز ہے یا نیک فرزندوں کے لئے وصیت کرے کہ انکو دیدیا جائے۔

صالحین کے لباس کا تبرک قبر میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ صالحین کے لباس اور ان کی دیگر نشانیاں موت کے بعد قبر میں رکھنا ایسا ہی مستحب ہے جیسا زندگی میں۔ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آزاربند آپ کی دختر زینب کو غسل دینے

[1] حضرت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے دفن کرتے وقت حضرت سلطان المشائخ کا خرقہ جو انکی طرف سے مجھے عنایت ہوا ہے میرے سینے پر ڈالدینا اور حضرت پیر کا عصا مبارک لحد میں میرے برابر لٹا دینا۔ اور حضرت شیخ کی تسبیح میری انگشت شہادت پر لپیٹ دینا۔ لکڑی کا پیالہ میرے سر کے نیچے اینٹ کی جگہ رکھنا اور حضرت کے کھڑاؤں میری بغلوں میں رکھنا۔ حاضرین وقت نے حضرت کی وصیت کے موجب عمل کیا۔
(سیر العارفین)

والی عورتوں کو برکت پہنچنے کی غرض سے زینب کے کفن پر رکھنے کے
لئے دیا۔

اخبارالاخیار میں لکھا ہے جب حضرت شیخ نظام الدین کو آپکے وصال کے بعد قبر میں اتار دیا تو حضرت شیخ فرید الحق والدین کا جبہ جو شیخ المشائخ کو عنایت ہوا تھا آپکے وجود پر ڈالا گیا۔ اور شیخ کے مصلی کو سر مبارک کے نیچے رکھا گیا۔

فقیر علیم اللہ الحنفی رسالہ ہذا کا مصنف عرض پرداز ہے کہ میرے والد بزرگوار سید عتیق اللہ (جو شیخ المشائخ شاہ ابوالمعالی کے مرید تھے) نے مرض موت میں مرنے سے ایک دو روز پہلے مشفقانہ وصیتیں اور مفید باتیں فرماتے ہوئے کہا میں نے ایک دفعہ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ مشائخ جو کلاہ اور شجرہ لکھکر مریدوں کو عنایت کیا کرتے ہیں۔ مرید انھیں کس طرح رکھے۔ فرمایا۔ زندگی میں کتابوں کے خریطہ یا پاک کپڑوں کے بقچہ میں پوری احتیاط سے لپیٹ کر محفوظ رکھے۔ مرنے کے بعد بوقت دفن کلاہ اس کے سر پر اور شجرہ اسکے منہ کے بالمقابل لحد کے طاقچہ میں رکھیں تاکہ اسکی برکت سے عذاب وعتاب الٰہی سے محفوظ رہے۔ اسکے

بعد میرے والد بزرگوار نے مجھ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے کلاہ اور شجرہ جو شاہ صاحب نے عنایت فرمایا ہوا ہے کہاں ہے۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ کتابوں کے فلاں خریطے میں ہے۔ کبھی کبھی فرزندوں اور اہل خانہ کو زیارت کرانے کے لئے باہر نکالتے ہیں اور ہر کوئی تبرک کے طور پر سر آنکھوں پر رکھتا ہے۔ اور میں دیکھا کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا جانتا ہوں اور میں نے جان لیا کہ ان کی غرض یہ ہے کہ مرنے کے بعد کلاہ ان کے سر پر اور شجرہ لحد کے طاقچہ میں رکھا جائے۔ چنانچہ میں نے ان کے انتقال کے بعد انکی وصیت پر اسی طرح عمل کیا۔

پیر کا مرید پر غصے ہونا

دیگر مرید جب دیکھے کہ شیخ اس سے ناراض ہے اور غصے میں اسے منہ نہیں لگاتا۔ تو اسے عادت بیہودہ کی نسبت اپنے باطن کی تفتیش کر کے اچھی طرح غور کرے کہ مجھ سے کون سے مامورات کے ترک اور منہیات کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ و قصور وقوع میں آیا۔ پیر صاحب کے مشاہدہ اور ادب کی رعایت سے اسے معلوم کر کے تلافی کرے۔ توبہ و استغفار کر کے اس کو دوبارہ کرنے کا ارادہ بالکل ترک کر دے۔

اور شیخ کے پاس نہایت ذلت اور انکساری سے عذر کرے اور آستانہ برکت آشیانہ سے گریہ زاری کرتے ہوئے اس کے قہر کو عین لطف سمجھے۔

نفحات الانس میں لکھا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ خفیف شیرازی فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست پیٹ کی بیماری کی علت میں مبتلا تھے۔ وہ شیراز میں آئے تو میں نے ان کی خدمت کرنی شروع کی۔ وہ ہر رات میں سولہ سترہ دفعہ ٹٹی کیلئے اٹھتا۔ ایک رات مجھ پہ نیند نے غلبہ کیا۔ اس نے مجھے ایک دفعہ آواز دی جو میں نے نہ سنی۔ اس کی دوسری آواز پر میں جاگ کر اس کے سامنے فوراً طشت لے کر چلا گیا۔ وہ کہنے لگا۔ بیٹا! جب تم مخلوق کی اپنے جیسا سمجھ کر اچھی طرح خدمت نہیں کر سکتے تو خالق کی خدمت کس طرح ادا کر سکو گے۔

شیخ عبداللہ خفیف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں موجود نہیں تھا کہ اس نے مجھے آواز دی میں نے نہ سنی۔ دوبارہ آواز دے کر کہا شیرازی تم پر خدا کی مار۔ میں بھاگ کر طشت ان کے پاس لے گیا۔ علی دیلم نے شیخ عبداللہ سے پوچھا۔ تم نے اس سے خدا کی مار کس طرح سن لیا۔ شیخ نے کہا جیسے تم پر خدا کی رحمت سنا کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں

کہ مرید جب تک پیر کے سامنے ذلیل ہو کر تھپڑ نہ کھائے۔ لَعَنَکَ اللّٰہُ اور یَرْحَمُکَ اللّٰہُ سنکر درد و ناکامی سے مارا نہ جائے۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مشہور ہے کہ پیر دستگیر نے بہت سے طالبوں کو لمحہ بھر میں گالیاں دے کر، لاتوں اور چھڑیوں سے پیٹ کر مقصد تک پہنچا دیا ہے اس میں یہ راز ہے کہ مقصود کے چہرے کا نقاب نفس اور اسکی صفات کو شکست دینے کے بغیر نہیں اٹھ سکتا۔ سب مجاہدے اور ریاضتیں جو طالبان مولیٰ اختیار کرتے ہیں صرف نفس کو صفات ذمیمہ کی نجاست سے پاک کرنے اور اسے شکست دینے کی غرض سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ مکمل ایک قسم کا طبیب حاذق ہے۔ جب طالب صادق قہر و غضب (جس کے پردے میں لطف و رحم مستور ہے) میں مبتلا ہوگا یقیناً اس کے نفس کو شکست ہوگی۔ اور ریاضات شاقہ (جن کو سر انجام دینا سالہا سال اور لمبی عمر میں بھی مشکل ہے) کا نتیجہ ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِیْمِ الْحَکِیْمِ۔

فصل اول ختم ہوئی

ترجمہ

نزہۃ السالکین

فصل دوم

سلوک کے بیان میں

فصل دوئم

سلوک کے بیان میں

واضح رہے سلوک کے معنے لغت میں چلنے کے ہیں اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف چلنا انتقال کرنے کی جس ہے صوفیا کی اصطلاح میں ایسے چلنے کو جس سے مجاہدہ اور ریاضت سے مالوفات (جن چیزوں سے الفت ہو) اور طبیعت کی بلندیوں اور پستیوں کے راستے کو قطع کیا جاتا ہے سلوک کہتے ہیں۔

مولوی عبدالحکیم بیضاوی کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ سلوک افعالِ ذمیمہ کی ظاہراً اور اخلاق کے رویہ کی باطناً تہذیب ہے پس اس کا مبادی ظاہری شریعتوں اور قوانین الہیہ کا استعمال ہے اور منتہیٰ اخلاق حسنہ کی انتہائی تجلی۔ مختصراً یہ کہ ایسا رستہ چلنا جو خدا تک پہنچائے۔

اکابر طریقت رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے مقصود میں وصول کا طریقہ تین نوع سے زیادہ نہیں۔

نوع اول۔ اخیار یہ ان ارباب معاملہ کا طریقہ ہے جو کثرت سے نمازیں پڑھنے۔ روزہ۔ تلاوت قرآن مجید۔ خانہ کعبہ کی زیارت۔ کفار سے جنگ وغیرہ اعمال کو جو بدن سے ظاہر ہوتے ہیں ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اخیار کہتے ہیں۔ اس رستے پر چلنے والے لوگ باوجود مدت دراز چلنے کے منزل مقصود پر کم پہنچتے ہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ اعمال ظاہری کا معاملہ ہے۔ جب انتہائے کمال کو پہنچیگا تب یہ پہنچ سکتے ہیں بنابراں ہوسکتا ہے کہ ظاہرا اعمال کی طہارت سے ظاہرا وجود۔ اور ظاہری طہارت باطن میں سرایت کرے۔ جیسا باطن کا حال ظاہر میں سرایت کرتا ہے۔ اور باطنی طہارت آئینہ باطن کی جلا کا موجب ہوتی ہے اور ممکن ہے اس درجہ تک پہنچ جائے کہ مقصود حقیقی کا چہرہ نظر آئے اس کی توضیح میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اگرچہ دل اور ہے تن اور۔ دل عالم ملکوت سے ہے اور تن عالم شہادت ہے۔ دل کو جسم کے ساتھ دو علاقے ہیں ہر ایک معاملہ جو تن سے صادر ہو۔ اس سے ایک نور جو

سعادت کا تخم ہے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جو برا معاملہ تن سے صادر ہوتا ہو اس سے دل میں ظلمت جو شقاوت کا تخم ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی علاقہ کے سبب آدمی اس جہان میں لایا گیا ہے کہ وہ اپنے تن سے ساز و آلات دور کرے۔

امر کمال حاصل کرے۔ جب وہ افعال حمیدہ کی مداومت اور افعال ذمیمہ سے پرہیز کرے گا تو اس کے باطن کے شیشہ سے غفلت کا زنگار دور ہو کر اس پر جمال و کمال ربوبیت کا پرتو پڑے گا۔ چونکہ جمال و کمال محبوب بالذات ہے۔ عشق و محبت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہاں تک تو سیر ہے۔ اس سے پرندگی حاصل ہوتی ہے کہ محبت کی قوت سے وجودی مرحلوں کو بڑی سرعت سے طے کرے گا۔ اور نسبت افعال بندہ کے منقطع ہو کر توحید افعالی اس پر ظاہر ہو جائے گی۔ وہ دیکھے گا کہ لا فاعل الا اللہ (فاعل اللہ کے سوا کوئی نہیں) مگر اس مرتبہ میں صفات ذاتی کی نسبت خلق سے باقی رہے گی۔ اور صفات ذاتی سے آراستہ ہو کر دیکھے گا کہ حیات۔ علم۔ سمع۔ بصر وغیرہ جو صفات ظاہری کی حیثیت سے منسوب ہو کر مجھ میں ظاہر ہوئی ہیں۔ حقیقت میں اسی کی صفتیں ہیں

اس کے بعد وہ توحید ذاتی میں مستغرق ہو جائے گا کہ لاموجود الا اللہ (کوئی موجود نہیں مگر اللہ تعالیٰ) پس اس قسم کے سب سالکوں کا اہتمام ظاہری اعمال کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور تہذیب پیغمبر سیل نمدنت مدت درازکی پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔

نوع دوئم ابرار ارباب مجاہدہ و ریاضت کی روش ہے کہ اخلاق ذمیمہ کو اخلاق حسنہ سے بدلنے اور آلائش سے نفس کا تزکیہ اور دل کا کدورتوں سے تصفیہ اور زنگ کی کثرت کا ازالہ وغیرہ جو اس سے باطن میں تعلق رکھتا ہے پر عمل درآمد کرتے ہیں یہ زاہدوں کا طریقہ ہے جنہیں ابرار بھی کہتے ہیں۔ اس طریقے سے خدائے تعالےٰ تک پہنچنے والے نوع اول کی نسبت بہت ہیں لیکن نادر۔ کیونکہ یہ لوگ باطن کی تربیت کرتے ہیں اور باطن کے تجلیہ کے باعث سالکان نوع اول کی نسبت (قرب الی اللہ میں) بہت نزدیک ہیں مگر وہ لوگ جو کم پہنچے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ راستہ حجاب صفات میں جاتا ہے۔ اور ان کی نظر میں کدورات و رذائل باطن کا تصفیہ بہت اہم چیز ہے۔ اور انوار فضائل سے اعمال ظاہری میں باطن کے تجلیہ پر

حسب ضرورت اکتفا کرتے ہیں۔ اور باطن کو جو جمیل حقیقی کی محبت کا منبع ہے اس کی جلا کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

نوع سوئم شطار یہ خداوند تعالےٰ جل ذکرہ کی طرف چلنے اور اس کی درگاہ مقدس میں اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اس کی طاقت وقوت سے اڑنے والے عشاق کا راستہ ہے۔ جنہیں شطار (یعنی شوخ وبیباک لوگ) بھی کہتے ہیں ان پر رحمت کا استیلا ہوتا ہے۔ اسی کی کشش سے چلتے ہیں۔ اس گروہ میں سے ابتدائی حالات میں بہت لوگ ملتے ہیں لیکن اس طریق کے واصلین کم ہیں۔

شیخ المشائخ شیخ جلال الدین تھانیسری ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں کہ شطار عاشقوں کی سیر یہ ہے۔ جو زہد سے پرہیز کریں۔ ریاضت سے گریز کریں۔ کشف وکرامات کی پرکاہ کے برابر قدر نہ کریں کہ اَلْعَابِدُوْنَ مَحْجُوْبُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَالْعَالِمُوْنَ بِعِلْمِهِمْ وَالزَّاهِدُوْنَ بِزُهْدِهِمْ وَاَهْلُ الْکَرَامَاتِ بِکَرَامَتِهِمْ (اپنی عبادت کے سبب پردے میں عبادت کرنے والے ہیں اپنے علم کے سبب پردہ میں عالم ہیں۔ اور اپنے زہد کے سبب درپردہ زاہد ہیں اپنی کرامت کے سبب درپردہ صاحبانِ کرامت

ہیں اور عشاق منزلوں میں توقف کو ناجائز خیال کرتے ہوئے اور ترقی
کرتے ہیں کسی چیز کے مقید نہیں ہو سکتے پھٹے بہت بڑے جانباز
جہان پر عبور کرنے والے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ عبادت زہد و تقویٰ
اور ریاضت سے پرہیز اور برا جانتے ہیں۔ بلکہ جانیں گنواتے خونِ دل
پیتے اور مرنے سے پہلے مرتے ہیں لیکن اسے اصلی مطلوب نہ سمجھتے
ہوئے اسے ایک راستہ خیال کرتے ہیں۔

اس مقام پر اکثر جاہل مدعیان سلوک راستہ بھول کر گمراہ ہو گئے ہیں

اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ رُوِیَ عَنِ السَّلَفِ رض انما حرموا الوصول لتضیعہم الاصول والاصول رعایۃ الشریعۃ والطریقۃ (جاہل صوفیوں نے جو اس کلام کے معنے سمجھے ہیں میں پناہ مانگتا ہوں)۔

گزشتہ بزرگوں سے (خدا ان سب سے خوش ہو) روایت کیا گیا ہے۔
بیشک جنہوں نے شریعت اور طریقت کی رعایت کے اصول کو ضائع
کر دیا ہے (وہ وصول سے محروم کئے گئے ہیں) اور کہتے ہیں۔

تِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ وَالْاِشْتِغَالُ بِالْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ اُمُوْرٌ حَسَنَۃٌ وَلٰکِنْ شَانُ الطَّالِبِ شَانٌ اٰخَرُ (قرآن پڑھنا اور شریعت کے امور کا مشغلہ نیک

کام ہے لیکن طالب کی شان کچھ اور شان ہے) سنتیں اور زائد نفلوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ طالب حق کا کام سنتیں اور فرائض ادا کرنے کے بعد محض باطنی شغل ہے نہ کہ کثرت سے نفل پڑھنا اور دیگر اعضا کے اعمال جو عباد و زہاد کا طریقہ ہے۔ اور یہ پیچھے رہ جاتا ہے

سلوک کیلئے مرشد پکڑے

حضرت محی الدین غوث الثقلین وغیرہم مشائخ فرماتے ہیں۔ جب کسی کو حق تعالیٰ و تقدس کی تلاش کا شوق دامنگیر ہو تو اسے لازم ہے کہ اس رستے کے لئے ہمراہی حسب مضمون الرفیق ثم الطریق (پہلے رفیق پیدا کرے پھر رستہ پائے) پیر پکڑے۔ اغلب یہ ہے کہ سلوک کا راستہ پیر کی مدد کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ اگر بر سبیل قدرت بغیر پیر کے کوئی منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ ضروری ہے کہ اس کے لئے راستہ بہت لمبا ہوگا یہ بھی پیروں کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا چنانچہ مولوی معنوی فرماتے ہیں ؎

ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را برید ۔ ہم بعون ہمت پیراں رسید

ہر کہ در راہ بے قلاوزی رود ۔ ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

ارشاد الطالبین میں لکھا ہے۔ طالبِ حق کو لازم ہے کہ تلاش
راہِ حق کرنے میں کسی صدیق کی خدمت کرے جو اس ستی میں سے
گذرا ہو اور نشیب و فراز سے واقف اور علم شریعت و طریقت و
حقیقت و معرفت میں اقتدا کے قابل ہو۔ وہ مرشد کامل طالب
صادق کو رستہ دکھائے۔ اور صرف صادق افعال و اخلاق حمیدہ
سے تہذیب یافتہ مرشد کے سایۂ تربیت میں کامل ہو۔ ارشاد حاصل
ہوتا ہے جب مرشد کی صحبت میں بہت مرشد کے افعال و اخلاق و احوال کی
اصلاح اور اس پر عمل کرنے میں مداومت کرے اور اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے آہستہ آہستہ مقبول درگاہ حق ہو کر مقتدائے زمانہ ہو جاتا ہے
اس مقام پر ایک مشکل پیدا ہوتی ہے کہ اگر طالب مبتدی ہے تو
مصلح اور مفسد ولی وغیر ولی میں فرق و امتیاز نہیں کر سکتا بلکہ
کے قیاس پر مفسدوں کو مصلح جانتا ہے۔ یا مصلح کو مفسد اور مفسد
کو مصلح خیال کرتا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے رسالہ مکیہ
میں لکھا ہے۔

فَاِنْ كَانَ مُبْتَدِيًا لَا يَعْرِفُ ذَالِكَ مِنْ اَحْوَالِ النَّاسِ وَمِنْ

اَحْوَالِ الْجَمَاعَةِ الَّذِیْنَ یَقْتَدُوْنَ بِہٖ وَیُحِبُّوْنَہٗ وَلَا یُنْکِرُوْنَ عَلَیْہِ فَاِنْ عَلِمَ اَنَّہٗ لَا تُنْکِرُ عَلَیْہِ عُلَمَاءُ زَمَانِہٖ وَرَایٔ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ وَیَقْتَدُوْنَ بِہٖ وَاکیاس الناس مِنَ الشیوخ والشباب یبایعونہ وَیَرْجِعُون الیہ فی طلب الطریقۃ والحقیقۃ یعلم انہ ماھرٌ فی ذالک۔

(پس اگر مبتدی ہوا سے لوگوں کی افواہ سے اور اس جماعت کے احوال سے جو اس سے اقتدا کرے اور محبت رکھتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کرتے۔ تو اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اسکے زمانہ کے علما رچند ایک علما کے سوا اس سے انکار نہیں کرتے بلکہ اس کی اقتدا کرتے ہیں اور بڑے بڑے دانا بوڑھے اور جوان اسکی بیعت اور اس کی طریقت اور حقیقت کی طلب میں رجوع کرتے ہیں تو جان لے کہ وہ اس علم میں ماہر ہے) شیخ شرف الدین یحیٰ منیری ان مشکلوں کو حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا یہ قدیمی قاعدہ ہے کہ کوئی زمانہ بھی مشائخ۔ زاہدوں۔ عابدوں۔ نیکوں۔ بخیلوں۔ نقیبوں ابدالوں قطبوں۔ غوثوں اور تمام اہل اللہ اور خدمتگزار بندوں وغیرہم عاشقوں

اور معشوقوں سے خالی نہیں رکھنا نہ رکھیگا۔ پس طالب صادق کے
لئے ضروری ہے کہ ایسے مشائخ کی خدمت میں جو طریقت کے راستے
کے راہبر اور مذکورہ بالا اوصاف سے موصوف ہیں مداومت کرے
کبھی کبھی ان کی مجلس میں آمد و رفت کر کے اپنے دل کا حال معلوم
کرے کہ وسوسوں اور حادثوں کے ہجوم اور مختلف اقسام کے خطرات
جو اس کے دل پر حادی ہیں آنکے وہ فی الفور نجات حاصل کرتا ہے یا اسی
سابقہ حالت پر رہتا ہے اگر معلوم ہو کہ فی الجملہ مذکورہ بالا باتوں
سے رہائی ملتی ہے۔ اس خیال سے کہ یہ دولت اس کی زیارت سے
حاصل ہوتی ہے۔ اسکی محبت کو لازمی قرار دیکر سمجھ لے کہ یہ نعمت
اس کی تھوڑی سی صحبت کا نتیجہ ہے۔ اگر ہمیشہ صحبت رہے گی تو نعمت
کی زیادتی کی امید ہے۔ اگر کسی حالت میں بھی کوئی فرق محسوس نہ کرے
تو جان لے کہ اس شیخ کے پاس میرا حصہ نہیں۔ اپنی دوا حاصل کرنے
کے لیے دوسرے حکیم کی تلاش کرے۔ بغیر اسکے کہ اس کے باطن
سے انکار پیدا ہو۔

شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کہ جو شخص آدھی رات کو قیام کر کے وضو کرے دو رکعت نماز ادا کر کے قرآن مجید پڑھے۔ پھر سجدہ کر کے عجز و زاری سے استغفار کرے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں دعا کرے۔ یَا رَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَبْدٍ مِنْ عِبَادِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ یَدُلُّنِیْ اِلَیْکَ وَیُعَلِّمُنِیْ طَرِیْقَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ (اے میرے پروردگار مجھے اپنے کسی ایسے مقرب بندے کا پتہ بتا۔ جو میرے لئے تیرے پاس پہنچنے کی دلیل ہو اور تیرے پاس آنے کے راستے کی تعلیم کرے۔ یقیناً خدا اس پر وصول کے دروازے کھول دیگا۔ اور اپنے ولیوں میں سے ایک ولی جو اس کی جناب میں پہنچا ہو بھیج دیگا جیسا کہ شیخ کامل و مکمل شیخ کلیم اللہ دہلوی نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ بیعت و ارشاد کا پیر ایک ہو۔ مگر اس صورت میں کہ پیر بسبب فقدان حال یا دور رہنے کے سبب ارشاد کرنے میں معذور ہو یا پیر دار فنا سے انتقال کر گیا ہو تو ایسی حالت میں پیر سے دور یا معذور پیر کی رضامندی اور حقوق کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے طریق طلب دوسرے پیر سے کر سکتا ہے

چنانچہ پیروں میں یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ "گو دا ایک سیوا ایک" اگر دو نو ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں اور لطف ہے اور حقوق بھی سہولت سے ادا ہو سکتے ہیں۔ لہذا فرماتے ہیں۔

باپ بیٹے کا مرید یا بیٹا باپ کا مرید ہو

لڑکا باپ کا مرید ہو تو بہتر ہے

کیونکہ ہیکر عنصری کی ترتیب سے حق ثابت ہے۔ اگر طریقت کی ترتیب بھی کرے تو دو حقوں کا اجتماع اور دو نسبتیں بہم پہنچ جاتی ہیں اگر باپ بیٹے کی بیعت کرے یہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ جب شیخ احمد ابدال کو سلوک کی توفیق حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ ابی اسحاق شامی کے بیعت ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے والد سلطان فرسنافہ کا ایک شراب خانہ تھا جہاں جا کر وہ شراب پیا کرتا تھا۔ شیخ نے ایک دفعہ موقعہ پا شراب خانہ میں گھسکر دروازے خوب اچھی طرح سے بند کر کے شراب کے مٹکوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ان کے والد کو اطلاع کی۔ اس نے غضبناک ہو کر ایک بہت بڑا پتھر اٹھا چھت کے روزن میں سے ان پر مارا۔ خدا کی قدرت سے وہ پتھر

ہوا میں معلق کھڑا ہوگیا۔ شیخ کو کوئی صدمہ نہ پہنچا۔ جب باپ نے یہ صورت حالات مشاہدہ کی تو فی الفور توبہ کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے لڑکے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے لڑکے کے ہاتھ پر بیعت ہونے کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

پیر اور مرید کا مختلف المذہب ہونا

سبع سنابل میں لکھا ہے اگر مرید (مذاہب اربعہ میں سے) ایک مذہب میں ہو۔ پیر دوسرے مذہب میں تو پیر کو اسے مرید کرلینا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ پیر و مرید ایک ہی مذہب میں ہوں تاکہ مرید مشرب و مذہب میں پیر کی اچھی طرح متابعت کرسکے۔

آداب سلوک

کہتے ہیں جب طالب صادق سچائی سے اس راستے میں قدم رکھے اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے دشمنوں کو خوش کرے اور حقوق العباد ادا کرکے پیر و مرشد کے پیچھے لگے اور پکا ارادہ کرلے کہ باقی تمام عمر اسی شغل میں صرف کریگا اور کبھی اس سے آزاد نہ ہوگا۔ اور اس خطرے کو

خیال میں نہ آنے دے کہ اس شغل کو انجام تک پہنچا کر کوئی دیگر کام کریگا۔ تاکہ اس کا سلوک مکمل ہو۔ ورنہ وہ صراطِ مستقیم سے منزلوں دور رہیگا۔

مخدوم شیخ فیضی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ درویشی کی راہ موت کا راستہ ہے۔ یعنی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرو) اور لوگ زندگی کی تدبیریں کرکے اس راستے میں قدم رکھتے ہیں۔ اکثر لوگ درویشی کو کسبِ معاش کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور لوگوں کے رجوع اور قبول پر فریفتہ اور خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ اس چیز سے جس کا وہ مدعی ہے قطعی روگردانی ہے۔ جتنا کہ زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اتنا ہی وابستہ ہو جاتا ہے۔

جب شیخ کی خدمت میں بغرض ارادت حاضر ہو تو اعتقاد کرے۔ کہ یہ شیخ مریدوں کی تربیت اور ارشاد کے بارے میں واحد شخص ہے۔ اگر کوئی دیسا اور یا اس سے کامل اس کی نظر میں آئے تو اس کی محبت والفت کم ہو جائے گی۔ جس کے باعث شیخ کے حالات واقوال اس پر تاثیر نہ کرینگے۔

شیخ کو پہلے علوم شرعیہ

شیخ مرید کو پہلے علوم شرعیہ حسب ضرورت سکھائے

(جن کی مرید کو حاجت ہے) سکھا کر صوفیا کے بعض عقائد اجمالاً سکھانے چاہئیں پھر اس کے حسب حال شغل میں اسے مشغول کرکے ایسا کام جسے وہ آسانی سے اٹھا سکے ہیں سر رکھے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ ریاضت ایک نہایت مشکل کام ہے۔ لیکن اگر طبیب استاد ہو تو بالکل آسان ہے۔ استاد طبیب وہی ہے جو ابتداءً مرید کو حق تعالےٰ کی حقیقت جسے وہ سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے نہ بتائے۔ اگر بچے کو یہ کہا جائے کہ پڑھنے کے لئے مدرسہ میں جا تجھے نواب بنا دینگے۔ تو بچہ کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ نوابی کیا چیز ہے اسے تو یہی کہنا چاہیئے کہ انکو تجھے چوگان اور گیند اور ایک چڑیا کھیلنے کے لئے دینگے۔ بچہ حریص ہو کر بڑی خوشی سے مکتب میں جائے گا۔ بڑا ہونے پر اسے کھیل سے منع کرنے کی غرض سے اچھے اچھے کپڑے پہننے اور اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی ترغیب دیں جب اور بڑا ہو تو اسے سرداری اور ریاست کا وعدہ دیکر سمجھا

۵۵ نمبر ا ہو جائے

دیں کہ ریشمی کپڑے پہننا عورتوں کا کام ہے۔ جب [illegible]

اسے یہ کہکر کہ سرداری و ریاست مرنے کے بعد میاں ہو جائیگی [illegible]

ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ بادشاہی جاہ و مرتبہ کی ذلت [illegible]

کہ شروع شروع میں مرید پورے خلوص سے [illegible]

کی نظروں میں نیکوکار ہونے کے لئے مجاہدہ سے کرنے کا [illegible]

حتیٰ کہ دکھلاوے کے لئے اس سے کرنے [illegible]

جب اس سے فارغ ہو جائے گا تو اس میں [illegible]

توڑنے کے لئے اسے بازار میں گدائی کرنے کا حکم [illegible]

گداگری برداشت کرلے تو اس سے بھی منع کر کے [illegible]

خدمت مثلاً جاروب کشی وغیرہ پر مامور کرے [illegible]

اس میں پیدا ہو بتدریج اسکا علاج کرے یہاں تک [illegible]

کیونکہ مذکورۂ بالا باتیں ابتداً اس کی طاقت سے باہر [illegible]

نیکنامی اور دکھاوے کیلئے تمام تکلیفیں برداشت [illegible]

کی مثال سانپ اور بچھو کی سی ہے۔ یا اس اژدہے کی [illegible]

سب کو نگل لے۔

مشائخ کبار فرماتے ہیں۔ اگر کوئی طالب شیخ کے پاس آئے تو اسے محروم نہ لوٹائے بلکہ اس کی استعداد کو دیکھے۔ اگر عشاق کی طرح سلوک کی قابلیت رکھتا ہو تو اس کی رہنمائی کرے یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔ لیکن شاذ و نادر ہی کوئی ایسا ہوتا ہے۔ اگر زاہدانہ خیالات کا ہو تو اسی طریق پر اسے سلوک کی تعلیم دے۔ لیکن اس مشرب کے لئے بھی بلند ہمتی درکار ہے۔ اگر یہ استعداد نہ رکھتا ہو تو عابدوں کے طریق پر شغل کرا دے۔

مشائخ کبار جب تک اعتقاد و اطاعت کی کسوٹی پر پرکھ نہیں لیتے تھے مریدوں کی تربیت جلدی نہیں کرتے تھے۔ حضرت پیر دستگیر نے فقیر (مؤلف رسالہ ہذا) کو فرمایا تھا کہ جب تک ہماری ارادت میں مرید کو چھ سال نہ گذر جائیں ہم اسے مریدوں میں شمار نہیں کرتے صرف سید عبدالرشید کو تین سال کے بعد اعتقاد راسخ کی وجہ سے اپنے مریدوں میں شمار کیا تھا۔

سالک کا علم اور کسب

اخبار الدین میں حضرت سلطان المشائخ کا قول تحریر ہے۔ جب میں نے

شیخ المشائخ حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ سے بیعت کی عرض کیا کہ ترک تعلیم کرکے اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاؤں یا نہ۔ آپ نے فرمایا ہم کسی کو تعلیم سے نہیں روکتے یہ بھی کرو وہ بھی جہانتک ہوسکے درویش کو علم کی قدر کرنی چاہیئے۔

ایک روز فقیر (مؤلف رسالہ ہذا) حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضرت پیر دستگیر کے بے تکلف اور گہرے دوست شیخ محمد شاہد کربالی نے شفقت بزرگانہ سے فقیر کی گردن میں ہاتھ ڈالکر اپنے پہلو میں بٹھایا اور اونچی آواز میں کہا کہ پڑھنے اور پڑھانے کے شغل کو نہ چھوڑنا۔ حضرت پیر دستگیر نے سنا اور آپکے چہرے پر کراہت کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ فقیر کو معلوم ہوا کہ محمد شاہد کی زبانی حضرت پیر دستگیر نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنے دوستوں میں سے کسی کے نام خط لکھا کہ تمہیں تحصیل علوم سے منع نہیں کیا جاتا مگر اس طریقہ پر کہ مقصود حقیقی کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

اور توجہ خاطر سے اس میں غفلت نہ ہو۔ آخر وقت میں جب ملک الموت اپنا چہرہ دکھائے گا۔ تمام کتابیہ علوم و معارف دھرے کے دھرے رہ جائینگے۔ البتہ مسود حدت کی تحقیق اور مطلوب حقیقی کی محبت جو حقیقت انسانیہ کے ساتھ متحد ہوتی ہے باقی رہیگی۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سیدی علی مرصفی کو ایک مرید سے فرماتے ہوئے سنا۔ کسی چیز کا اپنے علم سے مطالعہ نہ کرو۔ شب و روز ذکر خدا میں مشغول رہو اس نے کہا یا سیدی علم شرعاً مطلوب ہے اور اکثر اوقات فرض عین بھی ہوتا ہے اور ذکر سنت ہے۔ پس اس پر عملدرآمد اور ترک کرنے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اے فرزند یہ متعلم صاحب نفس ہے۔ جتنا بھی اس کا علم بڑھیگا اتنا ہی تکبر بھی زیادہ ہوگا اس کا نفس بھی قوی ہوگا۔ اس لئے میں نے اسے ذکر کرنے کے لئے حکم دیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا حجاب باعث ننگ ہو کر عجب و ریا زائل ہو جائے۔ بعد ازاں اخلاص اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے لئے علم کا شغل جاری رکھے۔

صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ ایک روز نقان نے ابوالفضل
کے پاس آکر ان کے ہاتھ پر ایک جزو دیکھ کر کہا اے ابوالفضل
اس جزو میں کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا وہی جسے تو ترک کرنا چاہتا
ہے۔ پھر اس نے کہا یہ خلاف کیوں ہے۔ کہا تو خلاف دیکھتا ہے
جو مجھ سے پوچھتا ہے۔ تو کیا چاہتا ہے۔ مستی سے ہوشیار رہو اور
ہوشیاری سے بیدار۔ تاکہ خلاف رفع ہو۔ تو جانتا ہے کہ میں اور
تو کیا چاہتے ہیں۔ (ملفوظات)

شیخ ابوالعباس اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بیعت
کے لئے ہمارے پاس آتا ہے۔ ہم اسے یہ نہیں کہتے کہ اپنا پیشہ اور
کسب چھوڑ کر ہمارے پاس حاضر رہ۔ بلکہ ہر شخص کو اس کے پیشہ پر
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قائم رکھتے ہیں۔ علاوہ
ازیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ اپنے کام میں خیانت اور دغا نہ کرے
سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کسب شغل کے باوجود خدائے
تعالیٰ کے پاس حاضر رہنا بہت طاقتور لوگوں کا کام ہے ہر شخص
اس کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ پس شیخ مرشد کو چاہئے کہ طالب کے حال

اور اسکی استعداد کو ملاحظہ کرے۔ اگر کوئی شغل اس کے مناسب حال ہو تو وہ بتا دے اور اسے شغل میں مشغول کرے۔ ورنہ حکم کرے کہ سب کاموں کو چھوڑ کر مطلوب حقیقی کی تلاش میں سرگرم کار ہو اور ہمت کو اس کا بدرقہ بنائے۔ واللہ الموفق والمعین۔

سلوک و جذبہ کی تحقیق

عارف گرامی مولانا عبدالرحمٰن جامی لمعات کے مقدمہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ موجودات میں سے ہر موجود کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت کے لحاظ سے دو جہتیں ہیں۔

جہت اول۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ اسکی معیت اور اس کا حق سبحانہ تعالیٰ کا بالذات محیط اور ساری ہونا۔ بغیر کسی واسطہ کے اس عمل کو طریق وجہ خاص کہتے ہیں اور اس طریق سے جو فیض پہنچتا ہے وہ بے واسطہ ہوتا ہے اور بندے کی توجہ کو اس لحاظ سے توجہ بوجہ خاص کہتے ہیں۔ بندے پر اس جہت کے غلبے کو اسکی پریشانی اور ہلاکت کو جذبہ کہتے ہیں۔

جہت دوم۔ وجودی تربیت کا سلسلہ ہے۔ وہ فیض جو

سے بعض امور کی وساطت سے حق سبحانہ تعالیٰ کی معیت میں
با وجود دخل رکھتا ہو۔ اور وہ فیض جو اسے پہنچتا ہے پہلے اس
کے مراتب پر گذر کرتا ہے جب بندہ اس طریقہ سے حق سبحانہ تعالیٰ
کی طرف متصاعد ہوتا ہے۔ تو ایک ایک مرتبہ کے احکام کو چھوڑ کر
اس کے بالائی مرتبہ پر ترقی کرتا ہے حتیٰ کہ اس اسم تک جو اسکے تعین
کا مبداء ہے پہنچکر پریشان و ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ نسبت
اس کے ساتھ ذاتی برقی تجلی کی ہوتی ہے۔ اس طریق کو سلسلہ ترتیب
کا طریق کہتے ہیں اور بندہ کی روش کو اس طریق پر مرتبہ بعد مرتبہ
سلوک کہتے ہیں۔ اس طریقہ کے واصل پہلے طریق کے واصلین کی
نسبت کم ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں احوال مراتب پر احاطہ ہے۔ جو
پہلے طریق کے واصل کو نہیں۔ اور طریق اول کے سالک کو جب لوٹا دیں
اور سلسلہ وجود کے طریق پر پھر مطلوب تک پہنچائیں اسے سالک و
مجذوب کہتے ہیں۔ اور دوسرے طریقے کے سالک کو جب اس کا
سلوک بوجہ خاص منتہی ہؤا وہ اس میں ہلاک ہو جاتا ہے تو اسے
سالک و مجذوب کہتے ہیں یہ دونو صاحب دولت اقتدا کے قابل

ہیں اور مریدوں کی ترتیب کرسکتے ہیں۔

مجذوب۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے۔ جب عنایت الٰہی سے سالک اپنے عین ثابتہ کو پہنچتا ہے۔

ینتھی السلوک فی ھٰذا المقام ویبتدی السیر بالجذبۃ الجلیلہ ولا یمکن الوصول الی اللہ تعالیٰ الا بالجذبۃ الجلیلۃ۔ ترجمہ۔ (اس مقام پہ سلوک تمام ہو جاتا ہے۔ اور جذبہ روشن سے سیر شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا وصول جذبہ روشن کے سوا ممکن نہیں)۔ اس سلوک کے سالک کو مجذوب کہتے ہیں۔ جب وہ اس مقام سے نزول کرکے اپنے اصلی مقام کی طرف رجوع کرے۔ تو وہ طالبوں کی تربیت کے لئے قابل ہوتا ہے۔

مجذوب سالک۔ اگر عنایت ازلی سے اچانک سلوک کے واسطہ کے بغیر سلوک کا جذبہ حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد کسی ایسے بزرگ کی جناب میں جس کا کام دونو سلوکوں کے مقصد میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ اس کا منہ سلوک کے سلسلہ ترتیب کی طرف کرے۔ پھر

سلہ لطائف اشرفی ص ۱۳۸

جذبہ میں لائے ۔ اسے مجذوب سالک کہتے ہیں ۔ ایسا آدمی بھی اقتدا کے قابل ہوتا ہے ۔ اگر سالک درگاہ جذبہ میں پہنچے اسے مجرد سالک اور ابتر سالک بھی کہتے ہیں ۔ اگر کوئی جذبہ کی سرحد میں رہا اور سلوک کو طے نہ کیا اسے مجذوب مجرد اور مجذوب ابتر بھی کہتے ہیں ۔ ان دونو بزرگوں سے سالکوں کی ترتیب نہیں سکتی ۔ لیکن ان کا نفس بہت جلد کار آمد ہو سکتا ہے ۔

مجنوں اور مجذوب میں فرق

امام شعرانی یواقیت میں فتوحات کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔ مجنوں اور مجذوب میں یہ فرق ہے کہ جنون کا سبب کوئی اثرات ۔ ناموافقت غذا ۔ بھوک ۔ خوف کی وجہ سے مزاج کا فساد وغیرہ ہے ۔ لیکن مجذوبوں کی عقل کے سلب کا سبب تجلی الٰہی ہے ۔ جو اچانک ان پر وارد ہو کر ان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے ۔ یہ ویسے صاحب عقل ہوتے ہیں لیکن بغیر عقل کے ۔ انھیں عقلاء المجانین بھی کہتے ہیں ۔ یعنے ایسے عقلمند جو اپنی عقل کی تدبیر سے معذور اور تدبیر پر کوئی قدرت نہیں رکھتے ۔

اول مجذوبوں کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جیز جو ان پر وارد ہو۔ اسکی قوت سے اتنی بڑی ہو جسکی وہ تاب نہ لا سکے۔ اور حال اس پر غلبہ کر کے اسے تدبیر سے باز رکھے۔ ابو عقال مغربی اسی قسم کے مجذوب تھے۔

دوئم۔ جسکی عقل انسانی حضرت خداوند جل و علا پر محبوس اور عقل حیوانی سلامت ہو۔ بغیر کسی تدبیر اور ادب کے عیش طبعی ہیں حیوانات کی طرح سے کھائے پیئے اور تصرف کرے۔

سوئم۔ جو مذکورہ بالا حالت میں پہنچ کر پھر عقل انسانی سے مشرف کیا جائے اور وہ تمام کاموں میں تدبیریں کرے اور تمام چیزو تمیز جب اس سے کہا جائے تو سوچ سمجھ کر انسانوں کی طرح تصرف کرے یہی قسم ہے جو ولیوں میں سے کامل ہے۔

یواقیت میں یہ بھی لکھا ہے واعلم ان حالته حذب المجذوب تکون بحسب الحالته التی جذبه الله تعالیٰ علیها فان جذبه فی حال قبض فعمره کله قبض وحزن و ان جذبه فی حال البسط فعمره کله بسط وضحك و بسرور

ان جذبه فی حال کلام دنیوی فکذلک او اخروی فکذا ممّا حقق
ثبت بعض الثقات جذب فکنت لا ازال یقول لا حق ولا استحقاق
ولا دعوی ولا طلب الی آخره و رایت بعض اصحاب جذب فکنت
لا ازال اراه یقول باب الصفت الصفت تابع للموصوف فی
رفعه و نصبه و وقفه الی آخره۔

(اور جاننا چاہیئے کہ ہر مجذوب کے جذب کی حالت اسی حالت کے
موافق ہوتی ہے جس پر اسے اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف جذب کیا ہے
پس اگر اسے گرفتگی کی حالت میں جذب کیا ہے تو اسکی تمام عمر گرفتگی
اور حزن و ملال میں گزریگی اور اگر اسے کشادگی کی حالت میں جذب
کیا ہے تو اس کی تمام عمر کشادگی ہنسی اور تبسم میں گزریگی
اور اگر اسے کلام دنیوی یا اخروی کے حال میں جذب کیا ہے تو
علیٰ ہذا القیاس ہے اگر میں نے بعض مجذوب قاضیوں کو دیکھا ہے
میں ان کو ہمیشہ یہی کہتے سنتا رہا ہوں کہ نہ کوئی حق ہے نہ استحقاق
نہ دعوے نہ ڈگری الیٰ آخرہ اور میں نے بعض نحویوں کو جذب
کی حالت میں ہمیشہ یہ کہتے سنا ہے۔ باب الصفت۔ صفت موصوف

کے تابع ہے رفع نصب اور خفض میں تا بآخر) ۔ لطائف اشرفی میں اور دیگر محققین کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حقیقت انسانی جو اس کی طبیعت ثانیہ ہے مرتبہ وجود علمی سے وجود عینی کے مرتبہ تک تنزل کیا پہلے عالم ارواح ۔ اس کے بعد عالم مثال ۔ پھر عالم اجسام (افلاک اور عناصر و موالید ثلاثہ جس سے مراد جمادات و نباتات و حیوانات اور وہ سب چیزیں جو انسان میں ہیں) آئیں پس حقیقت انسانی نے تمام مراتب مذکورہ سے عبور کرکے یہاں پر ظہور کیا ۔ دیگر موجودات میں سے انتہائے کثافت اور بعد لطافت کے لحاظ سے یہ بھی ایک موجود ہے ۔ اور ان سب موجودات کی شرط ان کا وجود ہے ۔ باوجود جودرنگی کے اس میں ان سب کا رنگ موجود ہے ۔ ظاہر ہے کہ وجود موجود کی شرطیں زیادہ ہوتی ہیں پھر وہ موجود حضرت حق سے جو موجود مطلق ہے زیادہ ہوتی ہے اس حیثیت سے بُعد موجودات وجود عنصری سے ماہیت انسانی سے ہے کیونکہ وہ موالید ثلاثہ کے مولود کی آخری نوع ہے اور امکان احتیاج کی جہات اس میں سب موجودات کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں

اور وحدت کی طرف رجوع کرنے سے بہت سے حجابات اٹھ
جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت انسانی ہیں ان حجابات کے ارتفاع
کے لئے ان سب حقیقتوں کے برخلاف کہ ان میں سے ہر ایک
وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مُقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ترجمہ:۔ (ہم میں سے کوئی
ایسا نہیں جس کے لئے ایک مقام مقرر نہیں ہے) کے اقتضا سے
اپنے اپنے مقامات میں محبوس ہیں۔ اس سے تجاوز کی استعداد نہیں
رکھتے۔ پس خدائے تعالےٰ جب کسی کے دل میں ڈالتا ہے کہ بیعت
کرکے کسی مرشد کامل کا پلہ بغرض وصول حق پکڑے تو شیخ کو
لازم ہے کہ پہلے مرید کو علوم شرعی (جس کی اصل میں ضرورت ہوتی
ہے) سکھائے اگر زیادہ نہ جانتا ہو تو کم از کم بعض عقائد صوفیہ
سے تو ضرور خبردار کرے۔ بعدہٗ اس کے مناسب حال شغل میں
اسے مشغول کرے تاکہ وہ قیود انسانیہ سے نکل کر حیوان کے مرتبہ
میں پہنچے۔ اور اس مرتبہ سے ترقی کرکے مرتبہ نبات۔ یہاں سے
مرتبہ جماد میں پہنچے۔ علیٰ ہذا القیاس ترتیب نزول کے برعکس
عروج کرکے اپنے عین ثابتہ کی حد تک پہنچے۔ اور وہ اسم جس کی

حقیقت ثابتہ اس کی مظہر ہے۔ کلی استعداد کی صورت میں کامل اوصاف سے اس پر متجلی ہوتا ہے۔ اور یہاں سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ جب تک سالک جذب اور بیخودی کے مرتبہ میں نہیں پہنچتا خواہ عابدوں، زاہدوں۔ اخیار و ابرار میں سے ہو، ولایت حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اس میں ہمیشہ کی بے خودی لازمی نہیں ہے۔ بعضے سالہا سال بیخودی میں گذار دیتے ہیں بعضوں کو ایک گھڑی کے بعد ہوش میں لایا جاتا ہے۔ اور بعضے تمام عمر بیخودی میں گذار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مجاذیب کہتے ہیں۔ یہ طالبوں کی تربیت کے قابل نہیں ہیں۔

فتوح الغیب کی شرح میں لکھا ہے کہ تمام سلوک (جس سے مراد سیرالی اللہ ہے) فنا میں ہے اور ولایت کا دروازہ کہ جس میں داخل ہو کر ولایت کے شہر میں پہنچتے ہیں فنا ہے۔ انتہا کے یہی معنے ہیں۔ منتہی وہ ہے جو اس مقام پہ پہنچا ہوا ہو۔ یہاں پہنچ کر کمال کے لباس سے ملبوس ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بقا اور ابتدا سیرفی اللہ ہے۔ اس مقام میں صفات حق کی تجلیات سے تربیت پا کر تکمیل

کے درجہ کو پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد سیر من اللہ ہے۔ کیونکہ ناقصوں کی تکمیل کے لئے اس مقام سے آتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی قدرت سے ان میں تصرف کرتے ہیں اسے سیر باللہ کہتے ہیں۔

تمام شد

معرفت نفس کے بیان میں

اخبار الاخیار میں بحوالہ رسالہ معرفت النفس تالیف میر سید ابوالعلی اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ نفس (متصوفہ کی اصطلاح میں) ایک لطیف بخارہ کو کہتے ہیں جو صنوبری دل کے اندر سے حرارت غریزی کے صعود کرنے سے اوپر کو چڑھتا ہے۔ اسوجہ سے کہ جب جگر سے خون دل کے دائیں طرف کے حصہ میں جذب ہوتا ہے تو اس حصہ کی حرارت اس میں تاثیر کرتی ہے اور اس میں سے ایک بخار اٹھکر بائیں حصہ میں جاتا ہے۔ اس مقام کی حرارت بلحاظ لطافت اس بخار کی اجرام سماوی سے تشبیہ ہوکر وہ متصاعد ہوتا ہے۔ اور مجاری عروق کے راستے سے تمام بدن کے اعضاء و اجزا بدن میں جاری ہوکر سر سے پاؤں تک تمام بدن میں ساری ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ دو شخص قد و قامت لاغری اور فربہی کے لحاظ سے متماثل ہوں۔ ایک ظاہری بدن اور ایک باطنی جسے نفس کہتے ہیں بدن ودیعتی پر ایک پیراہن کی مانند ہے اور نفس بخاریہ عود کی مانند پیراہن

کے تمام اجزا میں پیراہن کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ گویا ایک بخاری
(دھوئیں کا) آدمی ہر آدمی کے بدن میں قائم ہے اور بدن کی
حس و حرکت اور حیات اسی سے ہے۔ بھوک پیاس۔ حرص و ہوا
تمام نفسانی صفات اسی سے تعلق رکھتی ہے۔ اطبا کی اصطلاح میں
روح حیوانی سے یہی مطلب ہے۔ اور روح انسانی جو نفس ناطقہ
سے تعبیر کی جاتی ہے۔ انتہائی درجہ میں لطیف اور صاف ہوتی ہے
اس کثیف اور ظلماتی بدن سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور ان
ذوالیقینین[1] روح حیوانی کے واسطے سے ایک وجہ سے کثیف اور ایک
وجہ سے لطیف تعلق اس سے اختیار کرتی ہے۔ مقام قرب کے لحاظ
سے اول مرتبہ میں نہایت محزون ہوتی ہے۔ لیکن بتدریج روح
حیوانی سے مالوف ہو کر اپنے مقام کو بھلا دیتی ہے بعض ارواح نفس
کے تابع ہو کر معرض ہلاکت میں پڑ جاتی ہیں۔ اور بعض نفس کو سواری
بنا کر اپنی ترقی کے آلات اور کسب کمال کا وسیلہ بناتی ہیں۔ کیونکہ
مذہب تحقیق کے رو سے ارواح مجرد ہیں آلات و اعضا نہیں رکھتیں
اور ترکیب سے پہلے ان کی ترقی کا امکان نہیں چونکہ روح علوی

[1] ذوالیقینین ص ۳۵

مبدع کمال جلت قدرت کے کامل اثر کے قرب میں تھی۔ مردیت اور والدیت کی تاثیر اس میں پیدا ہو گئی۔ اور روح سفلی چونکہ روح علوی سے دور واقع تھی۔ اس میں زنانیت اور مادریت کی تاثیر پیدا ہوئی۔ ان دونوں روحوں کے ازدواج سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام دل ہے اور اس کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ باپ کی دوسرا ماں کی طرف۔

لمحات میں لکھا ہے کہ قدیم علماء و مشائخ نے دل کی حقیقت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ علماء و عکماء میں سے شیخ الاسلام امام غزالی اور بیساری کا قول ہے کہ قلب نفس اور روح مترادف الفاظ ہیں ہر ایک سے مراد قلب ہے اور گو نفس ناطقہ کا جوہر ہے اور کشف و تحقیق اس بات کے مقتضی ہیں کہ دل جو تجلی حق کا مقام اور عرش لاہوت ہے۔ ان ہر دو کے علاوہ ہے اور قلب کی واحد ہیئت تمامتر روحانی خواص کا مرکز ہے۔ اور جسم کی ہیکل کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کمال قدرت سے نفس ناطقہ کو (جو روح لطیف ہے اور بسیط اور اعلیٰ نور ہے) اور تن خاکی کی ہیکل کو (جو کثیف مرکب

بے نور اور سفلی ہے) حکمت سے جمع کیا۔ اور دونوں جوہروں کے خواص اس میں سرایت کئے تو معنوی ملاوٹ حاصل ہوئی چنانچہ ہر ایک کے خواص اپنے اپنے رنگ میں ظاہر ہوئے۔ اور کیفیت مزاجی ظاہر ہو گئی۔ جیسے مازو پھٹکڑی میں پانی ملانے سے سیاہی پیدا ہوتی ہے۔ پتھر اور لوہے سے آگ۔ اور یہ کیفیت مزاجی جو اس روحانی اور جسمانی حقیقت سے پیدا ہوئی اسی سے مراد حقیقت قلب ہے۔ پس قلب نہ تو تنہا روح ہے اور نہ تنہا نفس نہ وہ صنوبری شکل کا لوتھڑا ہے جسے مجازاً دل کہتے ہیں۔ بلکہ ایک لطیفہ ہے کہ نفس اور روح کے ازدواج سے پیدا ہوتا ہے۔ اور معلوم رہے کہ محسوسات کو پہچاننے والا نفس ہے اور معقولات کا ادراک روح کرتی ہے۔ اور معقول و محسوس اشیاء کو دل پہچانتا ہے۔ پس ان اشیاء کے لئے جو نہ محسوس ہیں اور نہ معقول اور وہ خداوند تعالےٰ کی ذات و صفات ہے۔ دوسری چیز کی ضرورت تھی۔ پس اس نے اپنی رحمت سے اعلیٰ اوصاف والا ایک اور لطیفہ بھیجا۔ اور قلب سے اسکا تعلق کیا جسکو سِر کہتے ہیں۔ ایک اور سب سے اعلیٰ اور برگزیدہ لطیفہ بھیجا۔ اور

اسے سِرّ سے متعلق کیا۔ جسکو خفی کہتے ہیں اور ذات باری تعالےٰ
کا کشف خفی پر نور انداز ہوتا ہے گویا ذات الٰہی سے سِرّ کا اتصال
اسماء و صفات کی جہت اور خفی کا اتصال اس کے تجرد اور تنزہ کی
جہت سے ہوتا ہے۔ بعضوں نے اخفی بھی ثابت کیا ہے گویا ذات سے
اسکا انجذاب اس جہت سے ہے کہ وہ تجرد اور تنزہ کی قید سے
مبرا اور معرا ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ لطیفے ہر انسان کی روح کے
محلوں میں موجود ہوتے ہوں اور نفس کے تاریک پردوں اور
صفات کے سبب چھپے رہتے ہوں۔ اور نفس کے تزکیے۔ قلب
کی صفائی اور روح کی جلا کے بعد ظاہر ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سعی
کی جلا کے بعد پیدا ہوتے ہوں۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

جاننا چاہیئے کہ نفس انسانی بدن اور اسکے تمام اعضاء و
اجزاء میں متصرف ہے۔ فرض کیجئے کہ نفس اتنا قوی ہے جو بدن
میں تصرف کر کے تمام گھر در اور دیواروں کو تہ وبالا کر دے یعنی
شرقی دیواروں کو غربی اور غربی کو شرقی بنا دے۔ اور دوسرا
نفس اس سے بھی قوی ہو جو تمام شہر پر متصرف ہو۔ اور تمام شہر اس

کے اعضاء کے طور پر ہو۔ ایسا ہی ایک نفس ہوتا ہے جو عنصریات
پر تصرف کرتا ہے۔ اور دوسرا نفس تمام افلاک و عناصر پر۔ مثلاً
روح جبرائیل علیہ السلام جس کا بدن تمام افلاک و عناصر ہیں ساتوں
آسمانوں پر محیط ہے۔ اور اس کا ٹھکانا ساتوں آسمانوں سے اونچا
سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو
کوئیں میں پھینکا گیا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندے
کو بچا۔ یوسف علیہ السلام ابھی کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبرائیل
علیہ السلام نے ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا۔ اس موقعہ پر یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ سات ہزار سالہ مسافت ایک لحظہ میں طے کر کے کوئیں تک
پہنچے۔ بلکہ تمام آسمان و عناصر ان کے اعضاء تھے جن پر ان کا
تصرف ایک آدمی کے اپنے اعضاء پر تصرف کی طرح تھا۔ اسی طرح
حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک روح جنکی تمام ارواح اعضاء ہیں
روح قبض کرنے ہیں ان کا تصرف بھی ویسا ہی ہے۔ اور اس بیان
سے انبیاء علیہ السلام کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کا اثبات
ہے۔ نبیوں اور ولیوں کا نفس خاص بدن میں بھی ایسا ہی تصرف

رکھتا ہے جیسا کہ بدن میں روح مقدس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام عالم کی جان ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ تمام اجزائے عالم پہ متصرف ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اشارے سے چاند کو اس طرح دو ٹکڑے کر دیا جیسا ناخن کے فیصلے کو ناخن سے جدا کر دیا۔

ارباب کشف وشہود نے جو لکھا ہے کہ ان کی روح انسانی روح القدس ہے تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پہ فتوح سے مراد ہے۔

محمد افضل راجپوت چوہان ساکن موضع رنیاں علاقہ کرنال (جو حضرت پیر دستگیر کے مریدوں میں سے ہے) نے بیان کیا کہ حضرت پیر دستگیر شاہجہان آباد تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ ایک روز ایک بوڑھی عورت کو خبر ہوئی۔ اور دربان خادموں سے عرض کیا کہ میرے آنے کی اطلاع حضور میں پہنچا دیں۔ لیکن دربان خوف کے مارے اطلاع نہ پہنچا سکے۔ دوسرے روز پھر حاضر ہو کر محروم واپس لوٹ گئی۔ تیسرے روز پھر حاضر ہو کر اتنے زور سے چلائی کہ حضرت پیر دستگیر کے سمع مبارک تک آواز پہنچ گئی

حضور کی اجازت سے سامنے حاضر کی گئی۔ بڑھیا نے عرض کیا کہ میں
تین روز سے آرہی ہوں۔ کسی نے میری عرض جناب تک نہیں پہنچائی
ارشاد ہوا اپنا مدعا بیان کر۔ عرض کیا کہ میرا بیٹا چالیس سال سے
گم ہے اور مجھے اسکا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ جا
نہا دھوئے اور پاک کپڑے پہن اور خوشبو لگا کر آ۔ چار کوری
اینٹیں بھی اپنے ساتھ لیتی آنا۔ بڑھیا نے اسی طرح کیا۔ حضرت پیر دستگیر
نے خادموں سے ایک حجرہ خالی اور صاف کرایا۔ اور بڑھیا کو حکم دیا
کہ اس حجرے میں جا اور دروازے بند کر کے چاروں گوشوں میں
ایک ایک اینٹ رکھ دے۔ آپ دروازے کے باہر بیٹھ گئے
آدمیوں کو علیحدہ کر دیا اور بڑھیا کو حکم دیا کہ ایک اینٹ پر بیٹھ کر
ایک سمت منہ کر کے دونوں آنکھیں بند کرے۔ اور اس طرف
جتنے شہر اور بستیاں ہیں ان میں اپنے لڑکے کو تلاش کر۔ بڑھیا نے
شہر شہر گاؤں گاؤں محلہ محلہ کوچہ کوچہ میں تلاش کیا لیکن نہ ملا۔
اس نے عرض کیا تو فرمایا کہ دوسری اینٹ پر بیٹھ کر دیکھ۔ بڑھیا نے
دیکھا تو یہاں بھی کوئی نشان نہ ملا۔ حضور نے فرمایا کہ غور سے دیکھ

بڑھیا نے کہا تمام چیزیں یہانتک کہ درختوں کا ایک ایک پتہ مجھے نظر آرہا ہے لیکن میرے بیٹے کا کوئی پتہ نہیں۔ حکم ہوا کہ تیسری اینٹ پر بیٹھ اور دیکھ۔ بڑھیا نے کہا کہ فلاں شہر فلاں جزیرہ میں دیکھ رہی ہوں۔ ارشاد ہوا کہ نظر تیز کر۔ بڑھیا پکار اٹھی۔ حضرت سلامت میں نے لڑکے کو دیکھ لیا۔ فلاں شہر میں بالاخانے پر کھڑا ہے۔ اس شہر کا راجہ کرسی پر بیٹھا ہے اور میرا بیٹا چنور ہلا رہا ہے۔ فرمایا تجھے اپنے بیٹے کی کوئی نشانی یاد ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ بچپن میں اسکی پیشانی پر تیر سے زخم کا نشان ہوگیا تھا۔ وہ اسی طرح سے موجود ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو مضبوط پکڑ کر پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا آنکھیں کھول دے۔ جب بڑھیا نے آنکھیں کھولیں تو اپنے بیٹے کو اپنے پاس کھڑا پایا۔ پوچھا کہ تجھے لڑکا مل گیا اس نے کہا ہاں۔ حکم ہوا کہ دروازے کھول دے بڑھیا نے حضور میں حاضر ہو کر تمام حقیقت عرض کر دی۔

منقول ہے کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ نے

حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کیف الطریق الیک (یا خدا یا تجھ تک پہنچنے کا راستہ کیسا ہے) فرمایا دع نفسک و تعال (اپنے نفس کو چھوڑ اور آ) ایک قدم اپنے آپ پر دوسرا یار کی گلی میں۔ اور نفس کو چھوڑنے سے یہ مراد نہیں کہ اس کو کلیۃً دور کر دے بلکہ اسے مہذب کر کے اخلاق ذمیمہ سے روکے اور اخلاق حمیدہ سے موصوف کرے تاکہ قرب الٰہی کے قابل ہو کر یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف خوش کرتا ہوا اور خوش ہوتا ہوا رجوع ہو) کے خطاب سے مخاطب ہو۔

لطائف المنن میں لکھا ہے۔ المراد بترک النفس ترک العمل بخواطر المذمومۃ فی الشرع فان عرضہا علی الشرع فلم یظہر لک موافقۃ ولا مخالفۃ فتوقف عن العمل ولا تبادر الیہ لانک لا تدری ما عاقبۃ وما یؤل الامر الیہ فیہ ولاہل الحق علامات فی کل خاطر یعرفونہا بقلوبہم وان خفی معناہا علی غیرہم (ترک نفس سے مراد ترک عمل ہے

شرع میں مذموم خطرات سے پس اگر تو اسے شرع کے پیش کریگا توجہ سے اس کی موافقت اور مخالفت ظاہر نہ ہوگی تو عمل میں توقف کر۔ اس کی طرف جلدی نہ کر۔ کیونکہ تجھے اس کے انجام کا پتہ نہیں ہے [1] اور اہل الحق کے لئے ہر خطرہ علامتیں ہیں جن کو وہ اپنے دلوں میں پہچانتے ہیں۔

مفتاح الفیض میں اخبار الاخیار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عربی لغت میں سلوک کے معنی چلنے کے ہیں اور چلنا ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کی جس ہے۔ یہاں محاورات صوفیہ میں معنوی چلنے اور انتقال سے مراد ہے۔ اور اس سلوک و انتقال کو نفس کے بارے میں تزکیہ کہتے ہیں۔ نفس کا تزکیہ یہ ہے کہ اسے حیوانی اوصاف ذمیمہ سے صاف کر کے ملکی اوصاف حمیدہ سے آمادگی کے ساتھ پر کر کے مطمئنگی میں موصوف کرے۔ دل کے سلوک کا نام تصفیہ رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دل کے شیشے کو دنیاوی رنج و آلام دنیا اور دنیا داروں سے میل ملاپ اور محبت۔ لایعنی تفکرات کی کدورت سے صاف کرے۔ اور سر کا تخلیہ یہ ہے کہ سر کو ماسوا اللہ کے انا دیشتہ

[1] لؤلؤ الاخر ملا ص ۲۲

اور غیر حق کے شور وغل سے (اگرچہ بہشت ہی ہو) خالی کر کے بہتر کی پاسبانی کرے۔ یعنی غیر حق کے اندیشہ کو اپنے دماغ میں جگہ نہ دے۔ اگر کوئی چیز یکایک دماغ میں آئے تو خطرات کی نفی سے اس کی نفی کرے۔ روح کا تجلیہ یہ ہے کہ حق کے مشاہدہ کے انوار سے روح کو آراستہ اور متجلی کرے۔ پس حقیقت سلوک کا مطلب اخلاق حیوانی کی تبدیلی اور اوصاف بشری سے خروج اور تخلق باخلاق اللہ ہے۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ تمام ریاضتوں اور مجاہدوں کی انتہا یہ ہے کہ جب کوئی توحید میں پہنچے اسے دیکھے اور اسی کی ہی بندگی کرے۔ پس اس کے باطن میں کوئی اور تقاضا نہ ہو۔ جب ایسا ہو جائیگا تو خلق کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی بلکہ عالم بشریت سے نکل کر حق کی حقیقت کو پہنچ جائے گا۔

ذکر سے تبدیلی اخلاق

جاننا چاہیئے کہ مشائخ نامدار طالبوں کو ذکر جہر یا خفی میں اس لئے مشغول کرتے ہیں کہ ذکر سے بھی اخلاق تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ

ذکر باشہر ائطا کی کثرت جو بزرگوں کے نزدیک معتبر ہے باطن سے
ذمائم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر حمائد کے پودے قائم کر دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے
کہ ذکر کی کثرت ذوالجلال کی طلب جمال کا شوق پیدا کر کے خبریت
کے شور و غل کو مغلوب کر دیتی ہے۔ اس سے ذمیمہ اخلاق حمیدہ
اخلاق سے بدل جاتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ تبدیل اخلاق کا اعتبار نہیں۔

ایک دن محمد شاہد کرنالی نے حضرت پیر دستگیر سے کہا
تعیشوں تھوتوں وکھا تموبون تنحتوں (جیسے جیتے ہو ویسے ہی
مروگے۔ جیسے مروگے ویسے ہی اٹھائے جاؤگے) کے معنے دریافت
کئے۔ مؤلف رسالہ ہذا بھی اُس وقت اُس مجلس میں حاضر تھا۔ آپ نے
فرمایا جو شخص دنیوی کاروبار میں مشغول اور اسی میں منہمک ہو کر وقت
گزارتا ہے وہ اسی خیال میں مرے گا اور اسی میں اٹھایا جائے گا۔
جو شخص عاقبت کے کاموں میں منہمک اور اسی میں مشغول ہے۔ وہ
اسی کام کی مصروفیت میں مریگا۔ اور اسی کی حمیت میں اٹھایا جائیگا
جو شخص مولے کی تلاش میں گرفتار ہے وہ اس خرابی میں مرے گا۔
اور اس خرابی میں اٹھایا جائے گا۔ یہاں پر آپ نے لفظ خرابی بیان

کر کے فقیر کو مخاطب کیا اور فرمایا اے فاضل جالندہری اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اخلاق بد سے پرہیز کرے اور اخلاق نیک سے متخلق ہو۔ اپنے اخلاق حسنہ پر مغرور نہ ہو۔ بلکہ پروردگار کی جناب میں دعا مانگے کہ مجھے نیک اخلاق پر عامل ہوتے ہوئے زندہ رکھ میں نیک اخلاق پر ہی مروں اور اسی پر ہی اٹھایا جاؤں۔ پھر فرمایا کہ اخلاق کی تفصیل اور اس کی تہذیب کی تدبیر کتابوں میں مذکور ہے وہاں سے مطالعہ کرو۔ آپ نے اس انداز سے گفتگو فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ سلوک صرف تہذیب اخلاق ہی ہے اور بس اسی پر عملدرآمد ہونا چاہیئے۔

چنانچہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعمال اگرچہ اعضا سے متعلق ہیں لیکن ان سے مقصود دل کی گردش ہے جس سے اس عالم کا سفر کرے گا۔ لازم ہے کہ کمال و جمال سے آراستہ ہو کر حضور الٰہی کے قابل بنے اور مصفا شیشے کی مانند ہو جس میں ملکوت کی صورت نظر آئے اور ایسا جمال دیکھے کہ بہشت جس کی صفت سنی ہوئی ہے اس کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہو۔ اگرچہ اس عالم میں بدن کا بھی حصہ ہے

لیکن اصل دل ہے اور تن دل کے پیچھے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ ذکر کرنا شیخ کامل سے سیکھے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ کیونکہ تقلیدی ذکر اور ہے تحقیقی اور۔ وہ ذکر جو عام لوگوں یا ماں باپ کی زبان سے سننے میں آتا ہے تقلیدی ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ذکر شیطان کو دور کرنے میں کام آتا ہے۔ لیکن اس سے مقصود کا وصول نادر ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ تیر جو تیرگر کی دکان سے لاتے ہیں۔ اس سے دشمن کا دفعیہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جو تیر بادشاہ کی ترکش سے لیتے ہیں اس سے بڑے بڑے کام نکل سکتے ہیں۔

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شمس الدین صفی امام جامع شیراز ایک نیک و پاک بزرگ تھے۔ انکا تمام وقت ذکر اور تلاوت قرآن مجید اور مختلف قسم کی عبادتوں میں صرف ہوتا۔ لیکن انہوں نے کسی بزرگ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی تھی۔ ایک دن اپنے ذکر کو نور کی صورت میں مشاہدہ کیا کہ منہ سے علیحدہ ہو کر زمین پہ پھیل جاتا ہے دل میں کہا یہ خیر کی علامت نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ (پاک کلمات خدا کی طرف چڑھتے ہیں) کے برخلاف معلوم

ہوتا ہے۔ اس نقصان کا سبب شاید مشائخ سے تلقین نہ لینا ہے۔
پس شیخ نے بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہ کے ایک مرید کی طرف رجوع کر کے
ذکر کی تعلیم حاصل کی۔ اسی رات خواب میں اپنے ذکر کو نور کی صورت
میں اوپر جا کر آسمانوں کو پھاڑتا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد شیخ شہاب الدین
سہروردی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہنچا جہاں
تک پہنچا۔

لطائف المنن میں لکھا ہے کہ سیدی علی مرضی فرماتے تھے کہ
شیخ کے اشارے کے بغیر کسی علم۔ نماز یا ذکر میں مشغول نہ ہو۔ اکثر
ایسا ہوتا ہے کہ کسی کام میں ایک پوشیدہ آفت ہوتی ہے جو مرید کو
ترقی سے روک دیتی ہے اور وہ اسے معلوم نہیں کر سکتا۔ جیسے غرور۔
ریا۔ سمع وغیرہ۔

سلسلہ اویسیاں

نفحات وغیرہ میں لکھا ہے اولیاء اللہ کی ایک
قوم ہے جنہیں مشائخ طریقت اور کبرائے
حقیقت اویسی کہتے ہیں انہیں ظاہراً کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی۔
کیونکہ انھیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اویس رضی اللہ

عنہ کی طرح بے واسطہ غیر اپنے سایہ عاطفت میں پرورش کرتے ہیں۔
یہ بہت عالی و بلند مقام ہے۔ یہاں تک کے پہنچاتے ہیں؟ یہ دولت
کسے حاصل ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔
(یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے) اسی طرح بعض
اولیاء اللہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبع ہیں خواہ زندہ ہوں
یا نہ ہوں۔ ایسے بعض طالبوں کو گو ان کا ظاہر میں کوئی پیر نہ ہو۔ اپنی
روحانی حیثیت سے تربیت کرتے ہیں۔ یہ جماعت بھی گروہ اویسیاں
میں داخل ہے۔ اکثر مشائخ طریقت کو ابتدائے سلوک میں اس مقام کی
جانب توجہ ہوتی ہے۔

حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدومی کے پاس حاضر
ہونے سے پہلے اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی کہ حضرت اویس
کی متبرک روحانیت نے اس راستہ پر ڈالا اور سلوک کا شوق بڑھ گیا۔
اور یہ دولت حاصل کرنے کا سبب خضر علیہ السلام ہوئے ہیں۔ اکثر مشائخ
کو ابتدائے سلوک میں یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اخیر میں کسی

ط یہ مرتبہ بلند ملا جسکو مل گیا، ہر بوالہوس کے واسطے دارورسن کہاں مترجم غفرلہٗ

بزرگ کے طفیل سے سلوک کا شرف بھی ملجاتا ہے اور بعضے ابتداء سے انتہاء تک اسی گرداب میں پھنسے رہتے ہیں۔ چنانچہ نظامی گنجوی جو اویسی تھے۔ ابتداء سے انتہا تک منزل میں رہے۔ اور خواجہ حافظ شیرازی جو زمانہ بھر کے مجذوبوں کے معتقد تھے اسی دولت سے مشرف تھے۔

حضرت شیخ بدیع الدین ملقب بہ شاہ مدار بھی اویسی تھے۔

نفحات میں لکھا ہے کہ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ شیخ مجدالدین بغدادی کے مرید تھے۔ بعضوں کے نزدیک اویسی ہیں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے اقوال میں مذکور ہے کہ ڈیڑھ سو سال کے بعد منصور کے نور نے فریدالدین عطار کی روح میں تجلی کر کے ان کی تربیت کی۔

سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ اویسیوں کے سلسلہ کو ان لوگوں کی طرح خیال نہیں کرنا چاہئے۔ جو کسی شیخ کامل و مکمل کے ارشاد کے بغیر صاحب کشف ہو جاتے ہیں۔ انہیں بے پیر نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کی روح سے ان کی تربیت ہے۔

کسی ولی کا انکار نہ کرے

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ مرید کو مناسب ہے اپنے پیر کی نسبت ایسا اعتقاد کرے کہ وہ ارشاد اور مریدوں کی تربیت کرنے میں فرد واحد ہے اور اس کی مانند دوسرا نہیں ہے لیکن اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کا انکار نہ کرے بلکہ سب کو دوست سمجھے۔

چنانچہ امام شعرانی لطائف المنن میں لکھتے ہیں

كما انه يجب محبة الرسل كلهم عليهم الصلوٰة
والسلام وان اختلف شرائعهم فكذالك الاولياء يجب
محبتهم كلهم وان اختلف طرقهم كما من امن بالانبياء
والمرسلين الا واحدًا منهم عليهم الصلوٰة والسلام لا يصح
ايمانه فكذالك من اعتقد اولياء الله كلهم الا واحدا
بغير عذر شرعي لا يصح محبته ولا يصح ذالك الاعتقاد سيئا فانهم
لا يدعون الناس الا ما دعت به الانبياء وليس عند الاولياء
تشريع من قبيل انفسهم فجميع ما يدعون به الناس انما
هم نواب فيه الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام۔

(ترجمہ) جیسا کہ تحقیق جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت واجب ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کی شریعتوں میں اختلاف ہو۔ ایسا ہی تمام اولیاء کی محبت واجب ہوتی ہے۔ اگرچہ ان کے طریقوں میں اختلاف ہو۔ مثلاً کوئی شخص سب انبیاء اور مرسلین پر ایمان لاوے مگر ایک نبی پر ایمان نہ لاوے تو ایسی حالت میں اس کا ایمان درست نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس جو شخص سب اولیاء اللہ کا تو معتقد ہو جائے مگر کسی ایک ولی کا بغیر کسی عذر شرعی کے معتقد نہ ہو اس کی محبت درست نہیں ہوتی۔ اور ایسا اعتقاد کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہو سکتا کیونکہ اولیاء اللہ لوگوں کو اسی مقصد کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی طرف انبیا علیہم السلام نے اپنی امتوں کو دعوت دی ہے اولیاء اللہ کے پاس اپنی کوئی ذاتی تشریح نہیں ہوتی یہ بھی لوگوں کو انبیاء کی طرح دعوت دیتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم کے نائب ہیں۔

حضرت شیخ مہر محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں جو شخص اولیاء اللہ میں سے کسی کی بدگوئی کرتا ہے۔ اس کا دل مرجاتا ہے۔ پس اس زمانے کے بعض صوفی جو غیر طریقے کے مشائخ اور درویشو

کو شرعی وجہ کے بغیر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ سراسر تعصب اور گمراہی ہے۔ اعاذنا اللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ (خدا ہمیں اپنے نفسوں کی شرارت اور ہمیں برے اعمالوں سے بچائے) ہر فیض جو مرید کو ظاہر طور پر کسی دوسرے سے پہنچے اپنے پیر کی برکت خیال کرے۔

چنانچہ لطائف المنن میں لکھا ہے وکل مرید محبوس فی دائرۃ لا یمکنه ان یتجاوزها فلا یمده الا شیخه واسطة

ترجمہ۔ (ہر مرید اپنے شیخ کے دائرہ میں بند ہوتا ہے جس سے متجاوز ہونا اس کے لئے ممکن نہیں۔ اس کا شیخ ہی اس دائرہ میں پہنچنے کے لئے اسے مدد دے سکتا ہے۔

بہت سے مشائخ سے تربیت پانا

لطائف اشرفی میں بزرگان روزگار کا ارشاد مرقوم ہے کہ سالک کی تربیت ایک انڈے کی مانند ہے جو مرشد کے تربیت و ارشاد کے پروں کے نیچے پرورش پاتا ہے اگر معاذ اللہ پرورش کے دوران میں مرشد کی نسبت انکار ظاہر

ہو تو بند گندہ ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ کتنے ہی سالکوں اور تاریخ عالم کے پرورش کے پردے کے پیچھے رکھا جائے سود مند نہیں ہو سکتا اگر طالب صادق کی قابلیت کا پرندہ بہت بلند اڑنے والا ہو تو شیخ کو مناسب ہے کہ اسے کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دے جو اس سے اعلیٰ ہو۔ اگر ایسا نہ کرے تو معلوم ہوگا کہ اس شیخ نے ارشاد کا مقام امر الٰہی سے اختیار نہیں کیا بلکہ اس نے حب جاہ کے لئے اپنے آپ کو اس کام کیلئے مستعد کیا ہے۔

حضرت شیخ کی خدمت کا انکار کر کے ترک کرنا اور دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا بہت برا اور طریقت کا ارتداد ہے۔ اگر حضرت شیخ مرید کے مسکن سے دور فاصلہ واقع ہو۔ جس کی وجہ سے مرید عند الضرورت حضرت شیخ سے ملاقات نہ کر سکتا ہو۔ یا شیخ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکا ہو تو ہو سکتا ہے کہ مرید کسی دوسرے پیر کا دامن تھام لے جو اسے انتہائے مقصد تک پہنچائے۔ مقصد حاصل کرنا جائز ہے خواہ ایک شیخ سے ہو یا دو سے یا تین سے۔ لیکن ایک شیخ سے سلوک کے تمام مراحل طے کرنے میں کچھ اور لطف ہے۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقدوس حنفی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شیخ کی طرف متوجہ ہو اور شیخ کا سایۂ تربیت بحکم كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ اس کے سر سے دور ہو جائے۔ اس کے لئے حسب تقاضائے طلب فرض عین ہے کہ اپنے کام میں خلل اور فساد پیدا ہونے سے پہلے پہلے اپنے زمانہ کے کسی شیخ کی طرف متوجہ ہو اور اس کے غلاموں کے زمرہ میں شامل ہو کر اسکی خدمت کر کے اپنے کام کو سرانجام دے۔ اس کی مثال مرغی کے انڈے کی مثال ہے جو مرغی کے پروں کے نیچے پرورش پا رہا ہو۔ اور اتفاق سے مرغی کو بلی لے جائے تو مناسب ہے کہ فوراً ہی خراب ہونے سے پہلے اس انڈے کو دوسری مرغی کے پروں کے نیچے جو انڈا سینے کی اہلیت رکھتی ہو رکھدیا جائے تاکہ وہ اس انڈے میں سے بچہ نکال لے اور بتدریج مقام مرغ تک پہنچ جائے۔

لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ان حالات میں طالب کو مناسب ہے کہ زندہ شیخ کی طرف رجوع کرے میت پر قناعت نہ کرے کیونکہ مردے دنیا پر لات مار کر آخرت پر متوجہ ہوئے ہیں۔ دنیا کی خرابی

ہدایت ان کے لئے یکساں ہوتی ہے مگر بصورتیکہ اس شیخ کی
حیثیت ان لوگوں میں سے ہو جنکی باتوں کی اقتدا کر سکتے ہیں جیسے
ائمہ مجتہدین و مصنفین۔ لیکن یہ اقتدا ناقص ہے کیونکہ مرض کی تشخیص
و علاج اچھی طرح سے مریض کے روبرو ہو کر اور دریافت کے بغیر
نہیں ہو سکتا اس لیے بعض مشائخ مقام برزخ سے مریدوں کی تربیت
کرتے ہیں اور یہ خصوصیت ایسے مرید صادق کیلئے مخصوص ہے جو
یہ استعداد ہو کہ مردہ شیخ سے کلام کر سکے۔ اور اپنے سوال کا جواب
بخوبی حاصل کر سکے۔

سید علی خواص فرماتے ہیں۔ لا یجوز العمل بقول
الاشیاخ الذین ماتوا اذا تصوروا انہم خاطبوہم بعد
بامر او نہی الا بعد عرض ذالک علی علماء الشریعة فان
کان الناطق من القبر لعدم عصمة الولی عن مثل ذالک

ترجمہ: (مردہ مشائخ کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب یہ خیال
کیا جائے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو امر و نہی کے متعلق خطاب
کیا ہے۔ مگر اکثر اوقات علماء شریعت پر یہ بات ظاہر کرنے کے بعد

معلوم ہوتا ہے کہ شیطان قبر سے یہ کہا کرتا ہے کہ وہ ولی اور معصوم نہیں ہے وغیرہ۔

حاصل کلام یہ کہ اس بات کی احتیاط کرے کہ مردہ شیخ سے تربیت کے امور اور اپنی مرضوں کی دوائیں اخذ نہ کرے انتہی ملخصاً۔

نفحات میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت میں آخیر وقت اپنے دوستوں سے فرمایا ہے کہ میرے انتقال کرنے سے تم لوگ غمگین نہ ہونا کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیڑھ سو سال بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کی اور ان کے مرشد ہوگئے لیکن تم بہر حالت میرے ساتھ رہنا اور مجھے یاد کرنا تو میں جس لباس میں ہونگا تمہاری مدد کروں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جہان میں ہمارے لئے دو تعلق ہیں۔ ایک بدن کے ساتھ، دوسرا تمہارے ساتھ۔ جب خدائے تعالے کی مہربانی سے میں فرد و مجرد ہو جاؤں گا۔ اور عالم تجرید و تفسیر بد ظاہر ہوگا۔ وہ تعلق بھی تمہارے لئے ہوگا۔ پوشیدہ نہ رہے جبکہ مردہ شیخ سے تربیت حاصل کرنا

کا معدوم ہے۔ حضرت قطب الاقطاب نے بنا براغیبت جس پر احکام کی بنا ہوتی ہے۔ زندہ شیخ کی طرف رجوع لانے کے وجوب کا حکم کیا ہے۔

اگر مکمل شیخ نہ ملے

لطائف المنن میں لکھا ہے جس شخص کو اپنے زمانے میں کامل و مکمل شیخ نہ مل سکے اسے مناسب ہے کہ محقق صوفیوں کی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرکے ریاضت اور مشاہدات کا شغل جاری رکھے بیکار نہ رہے۔

تنک و لاگر شدہ تشکل ویلے ادب پا سوئے او می خیزد و او رامی طلب
دوست دارد دوست این آشفتگی پا کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

کہتے ہیں جب طالب اپنے مطلب میں سچا ہو یا اسکی سچی طلب اسے کسی مکمل شیخ کی خدمت میں پہنچا دے یا پوری ارادت سے مکمل کرے۔ نیز مولوی معنوی فرماتے ہیں۔ جو پرندہ زمین سے اونچا اڑتا ہے۔ اگرچہ وہ آسمان تک پہنچ نہیں سکتا لیکن اس قدر ضرور ہوگا کہ وہ کسی کے جال سے دور اور آزاد ہوگا۔ علی ہذا القیاس اگر کوئی درویش ہو جائے اگرچہ کمال درویشی کو نہ پہنچے۔ لیکن اتنا تو ضرور ہوگا کہ خلقت

کے گروہ اور اہل بازار سے ممتاز ہوگا۔ اور دنیا کی زحمتوں سے چھوٹ کر ہلکا ہو جائے گا کہ نجا المخففون و ہلک المثقلون (سبکساروں نے نجات حاصل کی اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہوگئے۔

رسالہ کلیہ میں مرقوم ہے کہ مرید پر لازم ہے وہ یقین جان لے کہ شیخ کی روحانیت متحیز نہیں جو ایک جگہ پر ہو اور دوسری پر نہ ہو خویش و بیگانہ کے ساتھ اس کی نسبت مساوی ہوتی ہے۔ پس مرید جہاں ہوگا شیخ کی روحانیت اس سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کا جسم دور ہو۔ والبعد انما یتعلق بالمرید (اور بعد کی حالت میں شیخ کی روحانیت مرید سے تعلق رکھتی ہے) اور جب مرید شیخ کو یاد کرتا ہے تو اسکے دل کے نزدیک ہو جاتا ہے تاکہ استفادہ کرے چونکہ مرید کسی واقعہ کے حل کرنے میں شیخ کا محتاج ہوتا ہے اس لئے وہ شیخ کو پہلے اپنے دل میں حاضر کرکے دل کی زبان سے اس سے سوال کرے تو شیخ کی روح اس کو حل کرتی ہے۔ وانما یتیسر له ذالک بواسطہ ربط قلبه بالشیخ (اور بے شک اسکی

مشکل شیخ سے وابستگی کے باعث آسان ہو جائیگی۔

شیخ کے ساتھ دل کا ربط

لطائف المنن میں لکھا ہے کہ جب مرید کا اعتقاد درست ہو جاتا ہے تو وہ اپنے پیر کو (اگرچہ وہ سالوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہو) جب چاہے دیکھ سکتا ہے

حلیۃ المریدین سے منقول ہے کہ مرید کے دل کی ربط کی صورت یہ ہے کہ وضو کی تجدید کر کے غسل کرے اور دو رکعت نماز بنیت پیر ادا کر کے قبلہ رو ہو کر مصلے پر مراقبہ میں بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھ کر خیال کرے کہ گویا وہ اپنے پیر کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور ایسا تصور جمائے کہ گویا اس کا پیر سامنے حاضر ہے اور کلام کرنا چاہتا ہے تو اس وقت اپنی عرض پیر کی روح کے سامنے کرے کہ جو کچھ حق تعالے پیر کے دل میں القا کرتا ہے۔ پیر اسے مرید کے دل میں ڈالتا ہے اگر شیخ فوت ہو چکا ہو اور وہ خدا تعالے کی تجلیات کی سیر کر رہا ہو۔ ایسی حالت میں تجلیات الٰہی کی تربیت اور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تکمیل کے مرتبہ تک رسائی

حاصل کر کے فنا کے مقام میں پہنچ جائیگا۔
اور فرماتے ہیں کہ شیخ و مرشد کی ضرورت سلوک کے مرتبہ میں ہوا کو
کے توڑنے کے لیئے (جسکی سالک قوت باطنی کے ضعف کے باعث مزاحمت
نہیں کر سکتا) ہوا کرتی ہے۔

رشحات میں لکھا ہے کہ مرید کی توجہ پیر کے دونوں ابروؤں
کے درمیان ہونی چاہئے۔ اور پیر کو ہر وقت اور ہر حال میں اپنے
لئے خبردار اور حاضر جانے۔ پھر پیر کی بزرگی و عظمت مرید میں تصرف
کر کے وہ برائیاں جو پیر کی غیر حاضری میں مرید سے سرزد ہوتی سب
دور ہو جائینگی۔ اس بات کے حاصل ہونے سے مرید اسقدر ترقی کریگا
کہ پیر اور مرید کے درمیان کا حجاب کلیتہً رفع ہو کر پیر کے تمام مقصد
اور ارادے مرید پر ظاہر ہو جائیں گے۔

کیا پیر کی حاجت ہمیشہ ہوجاتی ہے

لطائف المنن میں لکھا ہے

میں نے سید علی خواص سے پوچھا کہ جب مرید عرفان کے مقام میں
پہنچتا ہے تو اسے شیخ کی حاجت رہتی ہے یا نہیں۔ فرمایا جب مرید

اپنے شیخ کے مقام میں پہنچتا ہے۔ تو شیخ سے اس کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی عنایت و مہربانی سے اس کی مدد کر کے مخلوقات سے اسے علیحدہ رکھتا ہے۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کا واسطہ منقطع ہونا کبھی بھی ممکن نہیں۔ اور شیخ مرید کے لئے ایک دایہ کی مانند ہے جس کی ضرورت بچے کے لئے دودھ پلانے کی مدت کے بعد نہیں رہتی۔ علیٰ ہذا القیاس شیخ کی حاجت مرید کو خواہشات نفسانی اور ارادت کے دور کرنے کے لئے ہوتی ہے جب خواہشات و ارادت کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو شیخ کی حاجت نہیں رہتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فتوح الغیب (جو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ہوا و ارادت کے دور ہونے کے بعد شیخ کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ ارادت و ہوا کے ازالہ کے بعد تیرگی بالکل نہیں ہوتی۔ اس لئے فنا کے حصول کے بعد جس سے مطلب ہوا اور ارادت کا ازالہ ہے۔

زوال ارادت و ہوا کا تمام فنا سے | بعد (جس سے

مطلب ہوا و ارادت کا ازالہ ہے) کام پورا ہو جاتا ہے اور سلوک
(جس سے مراد سیر الی اللہ ہے) کے انتہا کو پہنچ کر کمالیت حاصل
کر کے ولایت کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے ۔ اس کے بعد بقا ہے
اور اس کی توجہ سیر فی اللہ میں شروع ہوتی ہے ۔ اب تجلیات الٰہی
کی تربیت اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد وساطت سے
تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ کر بقا کے مقام میں پہنچ جاتے ہیں

اور فرماتے ہیں کہ سلوک کے مرتبے میں شیخ و مرشد کی ضرورت
ہوا و ارادت (جن کو مرید کی قوت باطنی ضعف کے سبب دور
نہیں کر سکتا ۔ اور اس کی مزاحمت سے فنا کے مقام میں نہیں پہنچ سکتا)
کے کسر و ازالہ کے لئے ہوا کرتی ہے ۔ جیسا کہ شیر خوار بچہ ضعف
بدن کے باعث مقوی کھانے اور غذائیں نہیں کھا سکتا ۔ اس کے
بعد ارادت و ہوا کے فنا کی مثال بشریت کے انڈے سے نکلنے
کی ہے ۔ اور عادت کے جاری ہونے اور تربیت پر موقوف ہے
اور شیخ کامل و مکمل کے تصرف کے بعد شیخ کی حاجت نہیں رہتی
اور بعض مجذوب اور محبوب ہوتے ہیں جو ابتدا حال میں اگرچہ شائع

اور اہل تربیت کی صحبت میں رہتے ہیں لیکن وہ حقیقت اہل تربیت دوسری جگہ سے حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا حال شریف (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) جنہوں نے کہ فرمایا ہے۔ انا ما ربانی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس لاحد علی منتہ بعد اللہ ورسولہ (ترجمہ) میں وہ ہوں جس کو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے کسی نے تربیت نہیں کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے بعد کوئی منتہا پر نہیں ہے)۔

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری شیخ مکین الدین اسمر سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا۔ انا ما ربانی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں وہ ہوں جسکو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے تربیت نہیں کیا۔ اور شیخ عبدالرحیم قناری سے منقول ہے کہ فرمایا۔ انا لا منتہ علی لاحد الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

( ) اس کے باوجود ادب کی رعایت اور نعمت شناس اور ولی نعمت کا حق اور اس کی شکر گزاری واجب ہے۔

لطائف اشرفی میں بعض اکابر سے مرقوم ہے کہ جب طالب
اپنے مقصد حقیقی کو پہنچتا ہے تو پیر سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور یہ
معاملہ بہت سے محققین کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایسا
کوئی وقت نہیں ہوتا۔ جس میں مرید پیر سے بے نیاز ہو مگر آنکھ جھپکنے
میں جس سالک کی فنا ہوئی ہو۔ یہ مشربوں اور مذاہب کا اختلاف
ہے۔ جس کسی کو تحقیق کا داعیہ ہو مشرب کمال سے معلوم کرے لیکن
حضرت قدوۃ الکبرا سید جہانگیر کے نزدیک مرید شیخ سے ہرگز کسی
حالت میں بھی بے نیاز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے جو کچھ حاصل ہوتا ہے
سب کچھ پیر کی ہمت و برکت سے ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں جب
طالب صادق شیخ کامل و مکمل کا دامن پکڑ کر قولاً و فعلاً اس کی
متابعت دل و جان سے قبول کرتا ہے تو سلوک کے راستے میں اگر
اسے بڑی مصیبتیں اور سختیاں آئیں۔ البتہ اپنی حفاظت تو کرے گا
لیکن زبان سے ایسی بات جس سے انانیت اور پیش دستی کی بو
آئے ہرگز نہ نکالے گا۔ کیونکہ بہت سے سالک اس گزرگاہ میں
وصول الہٰی کی متاع کو کھو چکے ہیں۔ کیونکہ سالک نے اگرچہ سلوک

کی بہت سی منزلوں کو قطع کر لیا ہو لیکن پھر بھی شیخ کا محتاج ہے۔

معنے اهدنا الصراط المستقیم

قاضی بیضاوی خداوند تعالے

کے قول :- اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

إذا قال له العارف الواصل عنی به ارشدنا طریق السیر فیك لتمحو عنا ظلمات احوالنا وتمیط غواشی ابداننا لنستضی بنور قدسك

یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ وصول کے بعد (جس سے مراد حصول فنا ہے) بھی ارشاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ شیخ کے واسطے بغیر ہو۔ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی قول او ظلمات احوالنا کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ظلمات احوال فنا کے بعد بھی ہوتی ہے کیونکہ سالک فنا کے وقت حق سے خلق میں محجوب ہوتا ہے یعنی اگر خلق کو دیکھیگا تو حق سے محجوب رہیگا۔

فاذا حصل البقاء لا یحجبه الخلق عن الحق بل یراہ قائماً بالحق موجوداً بوجودہ بحیث لا یحجبه رویة احدهما عن رویة الآخر من غیر اتصال بینهما ولا انفصال ترجمہ جب

بقا حاصل ہوتی ہے خلق کا حق سے حجاب نہیں ہوتا۔ بلکہ خلق کو حق میں
قائم دیکھتا ہے اور موجود اس کی ہستی ہیں اس حیثیت میں کہ کوئی
روکاوٹ نہیں ہوتی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ دونو
میں کوئی اتصال اور انفصال نہیں ہوتا۔ اور قول او فراق بندولت
سے بھی یہی مطلب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دونو قولوں میں کوئی تخالف
نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ عدم احتیاج کے قائل ہیں۔ ان کی مراد یہ ہے
کہ سیر ہوا اور ازالہ ارادت کے بعد شیخ کی تربیت کی ضرورت نہیں
رہتی اور جو لوگ احتیاج کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ مرید
کمال کے درجہ کو پہنچ جائے۔ لیکن شیخ کی رضا اور اسکی ہمت کی
امداد کی ضرورت ہے تا کہ حق سبحانہ تعالےٰ اس کو ترقی بخشے۔ اگر
شیخ ناراض ہوگا۔ تو فیض ہمت اس سے منقطع کر دے گا۔ ارشاد کا
راستہ جو مطلوب ہے بقول اھدنا الصراط المستقیم مسدود ہو
جائیگا اور مرید ترقی سے محروم رہیگا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اپنے مرتبے
سے نیچے گر جائیگا۔ چنانچہ لطائف اشرفی کی عبارت اس کی تصریح
کرتی ہے۔ اور شیخ مجدالدین بغدادی کی حکایت جب وہ درویشوں

سے ایک گروہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر سکر کی حالت طاری ہوگئی
کہنے لگا ہم دریا کے کنارے مرغابی کے انڈے تھے اور ہمارا شیخ
(شیخ نجم الدین) ایک دانشور پرندہ تھا۔ اس نے تربیت کا پر ہمارے
سر پر رکھا تو ہم انڈے سے نکل آئے۔ چونکہ ہم مرغابی کے بچے تھے اور
ہم میں پرندگی کی استعداد بہت قوی تھی۔ ہم دریا میں چلے گئے اور
ہمارا شیخ کنارے پر رہ گیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے باطن کے نو
سے اسبات کو معلوم کر لیا۔ اچانک ان کی زبان سے نکل گیا کہ خداو
اسے دریا میں مارنا۔ شیخ مجدالدین یہ فقرہ سنکر بہت خائف ہوا و
بھاگا ہوا شیخ سعیدالدین حموئی (جو شیخ نجم الدین کے بڑے گہرے
دوستوں میں سے تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر گڑگڑایا کہ آپ
شیخ نجم الدین سے میرے گناہ معاف کرانے کی درخواست کریں۔ شیخ
سعیدالدین نے کہا۔ تم اس بات کا خیال رکھو کہ جب حضرت
شیخ مزے میں ہوں اسوقت تم مجھے اطلاع دینا میں ان کی خد
میں حاضر ہو کر تمہارے لئے عذر خواہی کروں گا۔ ایک روز شیخ نجم ا
خوش بیٹھے ہوئے گانا سن رہے تھے۔ شیخ مجدالدین نے شیخ سعی

کو خبر کی۔ اور خود ننگے پاؤں آیا۔ اور ایک طشت آگ کا بھرا ہوا سر پر رکھ کر جوتوں کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے اسکی جانب نظر کر کے فرمایا۔ اے حیکر تو نے درویشوں کے طریق پہ بیہودہ باتوں سے اظہار ندامت کیا ہے تیرا دین و ایمان تو سلامت رہیگا۔ لیکن تیرا سر کاٹا جائیگا اور تو دریا میں مرے گا۔ ہم بھی پیچھے لگیں گے۔ اور ملک خوارزم کے سردار بھی تیرے دشمن ہوں گے۔ اور تیری دنیا خراب ہوگی۔ سلامتی دین و ایمان کا مژدہ سنتے ہی شیخ مجدالدین شیخ کے قدموں پر گر پڑا سلامتی ایمان کے مقابلے میں اسے اپنی جان کا کوئی فکر نہ رہا۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد شیخ کی پیشینگوئی کا ظہور ہوا۔ چنانچہ شیخ مجدالدین خوارزم میں لوگوں کو وعظ نصیحت کیا کرتا تھا۔ اور سلطان محمد کی ماں ایک نہایت حسین و جمیل عورت تھی جو اکثر شیخ مجدالدین کا وعظ سنا کرتی اور کبھی کبھی شیخ کی زیارت کو بھی حاضر ہوا کرتی تھی دشمنوں نے جو موقع کی تلاش میں تھے ایک رات سلطان محمد کے پاس اجبکہ وہ عین مستی کی حالت میں تھا) جا کر عرض کی کہ آپ کی والدہ

نے ابو حنیفہ رح کا مذہب اختیار کر کے شیخ مجدالدین سے نکاح
کر لیا ہے سلطان نے طیش میں آکر کہا کہ شیخ کو دریائے دجلہ
میں غرق کر دیں۔ یہ خبر حضرت شیخ نجم الدین کو پہنچی تو چہرہ
کا رنگ فق ہو گیا اور کہا اِنّا لِللہ وانا الیہ راجعون۔ فرزند
مجدالدین کو پانی میں پھینکتے ہیں اور وہ مر گیا ہے۔ پس اسیوقت
سجدہ میں گر پڑے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سجدہ سے
سر اٹھا کر کہا۔ میں نے حضرت رب العزت سے اپنے فرزند کے خون
بہا کے عوض سلطان سے ملک چھین لینے کی درخواست کی جو خداوند
تعالےٰ نے قبول فرمائی۔ لوگوں نے بادشاہ کو اس بات کی اطلاع
دی۔ بادشاہ پشیمانی کی حالت میں حضرت شیخ کی خدمت میں
پا پیادہ برہنہ سر اور ایک طشت سونے کا بھرا ہوا لے کر حاضر ہوا
اور جوتوں کی جگہ کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اگر آپ کو خون بہا کی ضرورت
ہے۔ تو یہ سونے کا بھرا ہوا تھال۔ اگر آپ قصاص چاہتے ہیں یہ
تلوار اور میرا سر حاضر ہے۔ شیخ نے اس کے جواب میں فرمایا: کان
ذالك فی الکتٰب مسطورًا۔ ترجمہ (جو کچھ ہوا یہ لوح محفوظ میں

اسی طرح لکھا ہوا تھا) اس کا خون بہا تیرا تمام ملک ہے۔ تیرا سر کاٹا جائے گا۔ اور بہت سی خونریزی ہو گی۔ جس میں ہم بھی تباہ ہو گئے۔ یہ سنکر سلطان محمود نا امید ہو کر وہاں سے واپس لوٹا تھوڑے عرصہ کے بعد چنگیز خان نے خروج کیا اور ملک میں تباہی آگئی تھی سو جو ہوا سو ہوا۔

کبھی مرید کا درجہ پیر سے بھی بڑھ جاتا ہے

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک روز سری سقطی سے لوگوں نے پوچھا کہ کبھی مرید کا درجہ پیر سے بھی بڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کی بیّن دلیل یہ ہے کہ جنید کا درجہ میرے درجہ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

تیسری فصل ختم ہوئی

نزہتہ السالکین

فصل چہارم

طالب کے لئے حلم کا ہونا ضروری ہے

طالب کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے

اس کا منشا یہ کہ ہر طالب کے لئے لازم ہے کہ کسی کام کے کرنے سے پہلے وہ دیندار عالموں اور شریعت کے پابند بزرگوں کی طرف رجوع کرے۔ اور اس حکم کے مطابق مشغول کے لئے عام طور سے اور اپنی ذات پر بالخصوص عمل کرے، بعد ازاں اس پر عمل کر کے اس کے لئے فائدہ مترتب ہو سکتا ہے۔
شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ہر معاملہ یعنی علم مجاہدہ اور ریاضت کے لئے ایسا ہی ہے جیسے نماز کے لئے طہارت۔ کوئی معاملہ بغیر علم کے نہیں ہو سکتا جیسے کوئی نماز بغیر پاکیزگی جسم اور وضو وغیرہ نہیں ہو سکتی اگر کوئی شخص عمر بھر بغیر علم کے مجاہدہ اور ریاضت کرے اس کا یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے بغیر وضو نماز پڑھنا اور بغیر ایمان کے قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔
علم کی دو قسمیں ہیں:-

قسم اول:۔ قسم اول کسبی علم ہے جو استادوں سے سیکھنے یا کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسم دوئم۔ وہ علم ہے جو سینے ہیں سے ظہور کرتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علم جو خدائے بزرگ و برتر کی درگاہ سے انبیا علیہم السلام کے دلوں پر پہنچا ہے۔ جس کو وحی کہتے ہیں۔

(۲) وہ علم جو اولیاء کے دلوں پر ظاہر ہوتا ہے اس کو الہام کہتے ہیں۔

(۳) وہ علم ہے جو پیغمبروں کی وساطت سے صدیقوں کے سینوں میں اور صدیقوں کی وساطت سے پیروں تک اور پیروں کے ذریعہ مریدوں کے دلوں تک پہنچتا ہے پس اگر مرید اسکے احکام معلوم کئے بغیر اس پر عمل کرنا شروع کر دیگا تو لازمی ہے کہ وہ اپنی عقل اور دین کی پونجی کو ضائع کر دیگا۔ اسی لئے کہتے ہیں: من تزھد بغیر علم جن فی اخر عمرہ او مات کافرا۔ ترجمہ (جو شخص علم کے بغیر زہد میں کوشش کرے گا۔

وہ اپنی آخری عمر میں یا تو دیوانہ ہو جائے گا یا کافر ہو کر مرے گا۔

فرماتے ہیں کہ جاہل عابد شیطان کا کھلونا ہے۔ وہ جس طرح چاہے اس سے کھیلتا ہے۔

رسالہ مکیہ و سبع سنابل میں بعض مشائخ کبار سے مرقوم ہے کہ شیطان جب کسی جاہل آدمی کے متعلق معلوم کر لیتا ہے کہ اسے دین کا علم نہیں اور اس پر غیب سے کشف بھی ہوا ہے۔ تو شیطان اس پر ہنسی کر کے اسکو عجیب و غریب حرکتوں سے بے وقار کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس پر پیشاب کر کے ظاہر کرتا ہے کہ گلاب چھڑکا گیا ہے اور اس ضعیف انسان کو بہت لوگوں کو گمراہ کرنے کا وسیلہ گردانتا ہے اسی لئے حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الفقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ترجمہ (ایک عالم شخص شیطان پر غلبہ کرنے کے لئے ایک ہزار عبادت گزار سے قوی ہے) اس کا سبب یہ ہے کہ عالم اگرچہ طاعت و عبادت میں تو سست ہوتا ہے۔ لیکن

اپنے علم کے ذریعے سے بہت سے لوگوں کو صراط مستقیم پہ لے آتا ہے۔ اور جاہل عبادت گذار اپنی عبادت اور مکاشفات سے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور شیطان کا پورا پورا معاملہ اس جاہل کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ شیطان پہلے اس کو گمراہ کر کے اسے عجیب وغریب صورتیں دکھا کر اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ یہ تمام صورتیں حق سبحانہ تعالےٰ کی تجلیات ہیں وہ اس کا یقین کر کے مجسمہ اور مشبہ کے زمرہ میں آ کر اس بات کا معتقد ہوتا ہوا کہ خدائے تعالےٰ اشکال وصورت میں متمثل ہے گمراہی میں مبتلا ہو کر ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ پھر شیطان اسے علمائے محقق اور مشائخ حق (جو حق وباطل میں تمیز کر سکتے ہیں) کی صحبت اختیار کرنے سے منع کر کے کہتا ہے کہ تیرے جیسا جہاں میں کون ہے جس کی طرف تو رجوع واقتدا کرے گا۔ خدائے تعالیٰ نے تجھ پہ تجلی کرنے کا مرتبہ جو تجھے بغیر درخواست کے حاصل ہو چکا ہے یہ کسی پیغمبر کو بھی میسر نہیں حالانکہ موسےٰ علیہ السلام نے آرزو کی کہ رَبِّ اَرِنِیۡ اَنْظُرۡ اِلَیۡکَ۔ ترجمہ (اے میرے پروردگار مجھے

اپنا آپ دکھا کہ میں دیکھوں، حق تعالےٰ نے نہ اس پر تجلی کی۔
اور نہ اپنا آپ دکھایا بلکہ فرمایا کہ لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھ
سکتا) پیر شیطان یہ بھی اسے سمجھاتا ہے کہ تو کسی عالم یا شیخ
کی طرف رجوع کرے گا درحالیکہ خدائے تعالےٰ تجھ پر انعام کرکے
اپنے فضل سے تیری پرورش کرتا ہے۔ شاید تجھے یہ خیال ہے
کہ وہ شیخ یا عالم، تیری اصلاح و پرورش اور شیطان کی خرابیوں
سے بچائے رکھنے میں خدائے بزرگ و برتر سے زیادہ جاننے والا
اور زیادہ قادر ہے۔ جب یہ جاہل شیخ شیطان کی پیش کردہ
باتیں قبول کر لیتا ہے تو شیطان اس کا پیر ہو جاتا ہے۔ اس
حالت میں اگر کوئی کامل درویش اسے نیک خواہی کے طریق پر
اس گمراہی سے مطلع کرے تو وہ اسے برا محسوس کرکے مخالفت
کرتا ہے۔ اگر اس کے مریدوں اور معتقدوں کو اسکی طرف رجوع
کرنے سے روکتا ہے تو ایسے لوگ روکنے والے کے دشمن بن جاتے
اور کہتے ہیں کہ ہماری قبولیت اور شہرت سے اسکی دکانداری پھیکی
پڑ گئی ہے اور اس بغض و عناد کی وجہ سے وہ بہت سی خلق خدا

کو گمراہ کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ اور کبھی شیطان پیش آیندہ خطرات سے اطلاع دیتا ہے۔ تا یہ جاہل شیخ اپنی آگاہی کے موجب لوگوں سے ذکر کرتا ہے۔ اور لوگ روشن ضمیر سمجھ کر اس شیخ جاہل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کبھی کبھی شیطان اسے غیب کی چیزوں کی اطلاع دیتا ہے اور جاہل شیخ عالم غیب کی خبروں کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے اور اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے کہ لوگوں نے اسے صاحب کشف سمجھا اور اپنے اخلاص اور توجہ کو زیادہ کیا اور شیخ جاہل نے بھی اپنے آپ کو صاحب کشف جان لیا۔ اور وہ شیطانی اور رحمانی کشف میں فرق نہیں کر سکا۔ اور اس نے اپنے کشف کی تعریف میں بہت سی باتیں گھڑ لیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اپنے تخت کو زمین اور آسمان کے درمیان قائم کر کے اس پر بیٹھ کر جاہل شیخ پر ظاہر کرتا ہے کہ خداوند تعالےٰ عرش پر جلوہ گر ہو کر اپنی تجلی دکھا رہا ہے اور اس ذریعہ سے شیطان بہت سے جاہلوں کو تجسیم اور حلول کا قائل کر دیتا ہے۔

اباحت یہ ہے کہ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اصلی مقصود

حق تعالیٰ کا وصال ہے سو تجھے حاصل ہو گیا ہے۔ اب تجھے ریاضت اور مجاہدے کی حاجت نہیں رہی۔ چنانچہ وہ متزلزل ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ خدا تعالیٰ طاعت و عبادت سے بے نیاز ہے اور عبادت تیرے نفس کی پاکیزگی اور باطن کی صفائی کے لیے فرض کی گئی تھی۔ وہ تجھے مل گئی تو نور باطن سے علویات اور سفلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی ان کو گناہوں میں مبتلا کرتا ہے اور ان گناہوں کو انوار کاذبہ کے لباس اور صورت سے آراستہ کر کے کہتا ہے کہ: اذا احب اللہ عبدا لا یضرہ ذنبا ترجمہ (جب خدا کسی بندے کو محبت کرتا ہے اس کو گناہ ضرر نہیں پہنچاتا)۔

تجسیم و تشبیہ کا ذکر گزر چکا ہے کہ شیطان ایسی صورتیں دکھاتا ہے جو مختلف شباہتوں اور جسموں میں نظر آتی ہیں۔

حلول اسلام میں جاہل صوفیوں کے واقعات سے پیدا ہوا ہے کہ جن دلوں پر شیطان نے غلط القا کیا۔ انہیں روحانیات اور علویات کے جلوے دکھائے اور انہوں نے سمجھا کہ یہ باطن

ہیں خدا کی تجلی ہے۔ اس سبب سے ظاہر میں کچھ نہیں۔ اس کے نفس کے باطن میں ہے پس وہ نفس کو رب جانتا ہے جو بدن میں داخل ہے۔ کبھی ان سے کرامتیں ظاہر کرا کے القا کرتا ہے کہ یہ ربی تصرف ہے جو تیرے باطن میں ہے اور اسی سبب سے یہ کرامتیں تجھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ میرے باطن میں خدا نے حلول کیا ہے تجسیم اور حلول کے گرداب سے نجات پانے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حق تعالےٰ کا نہ تو جسم ہے۔ وہ صفات جسمانی سے پاک ہے۔ اور اسپاٹ سے بری ہے کہ وہ کسی جسم کے مشابہ ہو اور کسی جسم میں حلول کرے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والے امتی علماء راسخین اور مشائخ عارفین اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

اباحت کے گرداب سے نکلنے کا یہ طریقہ ہے کہ صوفیوں کا گروہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا تبع ہوتا ہے اور انبیا حقیقتوں کا مشاہدہ کرنے میں بہت قوی ہوتے ہیں اور حق تعالےٰ سے بہت

قریب اور عبادات وطاعات میں سرمو فرق نہ لانے کے باوجود
وہ نافرمانی اور گناہوں کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔ اور قرآن مجید
اور حدیث شریف میں ایک حرف تک نہیں مخطورات کی اباحت
میں کہ کسی شخص کو کہ وہ کسی حال اور صورت میں کہ جب تک
اسکی عقل قائم ہے تکلیف کی حد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سل

القرآن والاخبار
الی اخرہ حتی یاتیک الیقین[1]۔ ترجمہ: بلکہ قرآن
مجید اور حدیث شریف اور اجماع علماء کا اسبات پر متفق ہے
جو شخص شرعی امر و نواہی کی تعظیم نہ کرتے ہوئے اس کی توہین
کرتا ہے اس پر سختی کی جائے اور حدود سزا کے ذریعہ اس کو روکا
جائے۔ خداوند تعالے نے فرمایا ہے۔ اپنے رب کی عبادت کر
یہانتک کہ تجھ کو یقین آجائے۔ اور گروہ مفسرین کے نزدیک
یقین سے مراد موت ہے۔ کیونکہ بعضے عارفوں نے کہا ہے کہ مرنے
کے وقت نظر تیز ہو جاتی ہے اور انسان دیکھ لیتا ہے جو کچھ
کہ اس کی انتہا ہوتی ہے اور یہ یقین اسکی طرف اشارہ ہے۔

[1] بل القرآن والاحاد واجماع العلماء ظاهرة غالبة على التشديد والزجر بالحدود والسياسات على من اهان بشيء من التكاليف تعظيم الاوامر والنواهي الشرعية قال الله تعالى واعبد ربك حتى ياتيك اليقين ورجع

لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : اذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب ۔ ترجمہ (جب خدا بندے کو دوست رکھتا ہے تو گناہ اسکو نقصان نہیں پہنچاتا)۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خدائے تعالیٰ اسکو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اور گناہ سے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد توبہ کی توفیق ہے ۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں) اور وہ جو بعض عارفوں سے منقول ہے کہ جب بندہ عرفان کے مقام پر پہنچتا ہے اس سے تکلیف ساقط ہو جاتی ہے ۔ اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ تکلیف سے مراد کلفت اور مشقت ہے ۔ اس لئے کہ عارف عبادتوں میں لذت حاصل کرتا ہے ۔ اسی سبب سے کہتے ہیں : الدنیا اکمل نشاۃ من الآخرۃ ترجمہ (دنیا آخرت کی زندگی سے بہت زیادہ مشکل ہے) لیکن دوسرے کہتے ہیں کہ یہ مقام بہت ناقص ہے اسلئے کہ نفس کی خواہشات سے منسوب ہے ۔ بلکہ کامل شخص

عبادت کے وقت اس بات کو محسوس کر لیتا ہے کہ عبادت کے
وقت اس کے سر پر بھاری پہاڑ رکھا ہوا ہے۔ اسکے ادب کے
ساتھ پورا ہونے اور فوت ہو جانیکے خوف کے سبب سے۔ چنانچہ
منقول ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہٗ نماز
کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا جسم مبارک کانپنے لگتا۔
فرماتے کہ ایسی امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا ہے جس
کے بوجھ کو آسمان و زمین برداشت نہیں کر سکتے۔ امام زین العابدین
بن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما جب نماز کے لئے گھر سے باہر
آتے تو ان کے رنگ میں ایسا تغیر واقع ہوتا کہ لوگ ان کو
پہچان نہ سکتے۔ لوگوں نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے
فرمایا تمھیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے لگا
ہوں۔ احقر کے خیال میں اس طرح سے آتا ہے کہ ہر شخص کا
عبادت میں لذت حاصل کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ حصول لذت
تجلی کے تابع ہے۔ اگر حق تعالےٰ عارف کے دل پر عبادت کرنے
کے وقت جمال کے ساتھ تجلی کرتا ہے تو وہ لذت حاصل کرتا ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اغلب حال یہی تھا اسی واسطے آپ نے فرمایا ہے۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ وارحنا یا بلال - ترجمہ - (میرے لئے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے - اے بلال مجھکو راحت دے) اور اگر خدائے تعالے اجلال کے ساتھ تجلی کریگا خوف اور قلق کا غلبہ ہوگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت بھی گذرتی تھی کہ آپ کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے جوش کھانے کی آواز نکلتی تھی جو مدینہ شریف کی گلیوں میں سنی جاتی تھی - پس معلوم ہوا کہ سقوط کلفت عارف کے حق میں اسوقت درست ہوتا ہے جبکہ وہ جمال کی تجلی سے مشرف ہو نہ کہ صاحب تجلی جلال کے لئے۔ حضرت غوث الاعظم قطب عالم میرمحی الدین عبدالقادر جیلانی روحہ اللہ روحہٗ وافاض علینا فتوحہ فرماتے ہیں کہ ولی خدائے تعالےٰ کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ اسے اپنے احوال وافعال کی متعلق خبر نہیں ہوتی - لیکن اس استغراق کے باوجود اس سے کوئی کام شرع کے خلاف رونما نہیں ہوتا اور اسے خدائے تعالےٰ محض اپنی عنایت

فضل سے بغیر اس کے کہ اسکو کسی قسم کی تکلیف اور مشقت پہنچے شریعت کی مخالفت سے محفوظ رکھتا ہے اور شیطان اس کے نزدیک تک نہیں پھٹک سکتا۔ اور شریع کی تعمیل میں متاہی اور سختیں اس کو تکلیف نہیں دے سکتیں۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ترجمہ (اسلئے کہ ہم اس سے بدی اور بے کاموں کو ٹال دیں۔ واقعی وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا) جس مقام میں عارف سے تکلیف کا سقوط ہو جاتا ہے وہ یہ ہے نہ یہ کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہو اور تکلیف کو اپنی مرضی سے ترک کر دے اور جو کچھ اسے مرغوب طبیعت ہو کرتا جائے۔

حضرت ابو القاسم جنید رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے ان لوگوں کی نسبت جو سقوط تکلیف کے قائل ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ تکلیف ہی وصول کا ذریعہ ہے اور ہم واصل ہو چکے ہیں آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو وہ واصل تو ضرور ہو چکے ہیں لیکن دوزخ سے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے سے زناکار اور چور بہت بہتر ہے

اس فقیر کے خیال میں جیسے وہ یہی ہے۔

اور اس خاکسار کے خیال میں تکلیفوں سے مراد (جو بندہ
کے عرفان کے مقام پر پہنچنے سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔ طریقت
کی تکالیف ہیں نہ کہ شریعت کی تکلیفیں۔ جو کہ کامل بزرگوں نے
چند ایک از قسم ریاضات و مجاہدات مقرر کی ہوئی ہیں۔ احکام
شریعت کے بعد جن پر عمل درآمد کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا
باطن کی صفائی اور انقطاع ماسوے اللہ کا باعث ہوتا ہے
و مریدوں کو ان کی استعداد کے مطابق ان باتوں کا حکم دیا
جاتا ہے۔ اور تکالیف طریقت سے مراد ہے کہ جب مرید
معرفت الٰہی کے درجہ کو پہنچتا ہے۔ یہ تکالیف اس سے دور
ہو جاتی ہیں یہ نہیں کہ عقل اور دوسری شرائط کے باوجود جنکو
شرع نے معتبر کیا ہے شرعی تکالیف اس سے ساقط ہو جائیں
اس لیئے کہ صوفیوں کا منصب امور طریقت کے مطابق ہے
شریعت کے احکام میں تصرف کا نہیں۔ یہاں یہ نقطہ جاننے
کے لائق ہے جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف میں

فرماتے ہیں کہ منتہی کمال حال کے باوجود نفس کی سیاست اور اسے خواہشات سے روکنے سے بے پرواہ نہیں ہوتا۔ صوم و صلوٰۃ کی کثرت اور مختلف قسم کی گرمی و سردی کی تکلیفوں سے بے نیاز نہیں ہوتا۔ یہاں پر بہت لوگوں نے غلطی کھا کر یہ گمان کیا ہے کہ منتہی نوافل اور عبادات کی زیادتی سے مستغنی ہے خواہشات اور لذات کا حاصل کرنا اسے کوئی ضرر نہیں پہنچاتا یہ سراسر خطا ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ وہ معرفت الٰہی سے محجوب ہو جائیگا۔ بلکہ اس لئے کہ مزید ترقی کے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ان سے سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنے کمالات کے جوان میں تھے۔ طاعات، عبادات میں کسی قسم کی فروگذاشت نہیں کی تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ امت کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے۔ اباحت کی اجازت ہے کہ آپ کے قول کی

حد پر قائم ہو اور اس ارادے میں مضبوط ہو کہ آپ کے
افعال کی اقتدا کریگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ
مخلوقات کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں منتہی
لوگ بھی مریدوں کو اس ذات پاک کی طرف دعوت دیتے
ہیں۔ پس انہیں بھی مریدوں کی تعلیم کے لئے ایسا ہی کرنا چاہئے
جیسا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امت کی تعلیم کے لئے کیا
کرتے تھے۔ والصحیح الحق ان رسول اللہ صلی اللہ لم یفعل
ذالک لمجرد الاقتداء بل کان یحد بذالک زیادۃ وھو
منتھی الی الزیادۃ غیر مستغن عن ذلک نری دلک سرًّا
غریبہ و ذلک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابطہ
جنسیۃ النفس کان یدعوا الخلق الی الحق ولولا
رابطہ لجنسیۃ ما وصلوا الیہ ولا انتفعوا بہ
وبین نفسہ الطاہرۃ ونفوس الاتباع رابطۃ
التالیف کما بین ازواجھم رابطۃ التالیف و
رابطۃ التانیث ان النفوس الفت انفاکما ان

الارواح الفت اولاً ولكلّ روح منه
نسبة تالبف خاص والسكون والامتزاج
واقع بين الارواح والنفوس وكان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يديم العمل لتصفية
نفسه ونفوس الامة فما احتاجت اليه
نفسه من ذلك نال وما فضل من ذلك
وصل الى نفوس الامة وهكذا ينتهى
مع الاصحاب والاتباع على هذا المعنى
فلا تخلف عن الريادات والنوافل
ولا يرسل فى الشهوات الا بدلا له بحض
النفس ولا يعطى الاعتدال حقه من
ذلك الا بتائيد الله تعالى ونور الحكمة
وكل من يحتاج الى صحبة الجلوة والعسير
لا بد له من خلوة صحيح بالحق حتى
يكون خلوة فى حماية خلوة ـ

ترجمہ:۔ صحیح اور حق یہ ہے کہ رسالتمآبؐ نے صرف اقتدا کے لئے نہیں کہا۔ بلکہ اسلئے کہ اس کے سبب سے زیادتی کے خواہاں تھے۔ کیونکہ حضرت زیادتی کے محتاج تھے۔

پھر اس میں ایک عجیب راز یہ ہے کہ حضرت نفس کی جنسیت کے رابطہ کے سبب سے آپ خلق کو حق کی دعوت دیتے تھے۔ اگر رابطہ جنسیت نہ ہوتا تو آپ حق سے واصل نہ ہوتے اور نہ حق سے فائدہ حاصل کر سکتے اور نفس طاہرہ اور نفس الاتباع کے درمیان رابطہ تانیث ہے جیسا کہ ان نفوس کے ارواح کے درمیان رابطہ تالیف ہے۔ اور رابطہ تانیث یہ ہے کہ نفوس آپس میں ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اولاً ارواح کا میلان انہیں تھا ہے اور ہر روح کو اپنے نفس کے ساتھ تالیف خاص ہے۔ اور سکون و امتزاج ارواح کے درمیان واقع ہے۔ حضور سرور کائنات محمد الرسول اللہ اپنے نفس اور نفوس امت کے تصفیہ کے لئے ہمیشہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور اس میں جتنے کی ضرورت آپ کے نفس کو تھی اتنا آپ کو مل جاتا تھا۔ باقی ثواب امت کی طرف منتقل ہو جاتا تھا

اسی طرح سے جو ثواب اصحاب سے پہنچ جاتا تھا وہ اتباع کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ اسی لئے حضرت ہمیشہ ازدیاد نوافل اور ترک شہوات میں مشغول رہتے تھے۔ اور ترک شہوات سے اعتدال حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر تائید ربانی اور نور حکمت کے سبب سے۔ اور جو شخص غیر کے صحبت جلوۃ کا محتاج ہو اس کے لئے حق کی خلوت صحیحہ ضروری ہے۔ تاکہ جلوت میں خلوت حاصل ہو"۔

اور حضرت پیر دستگیر کمال متابعت نبی علیہ السلام سے کے اقتضاء اور مریدوں اور مستفیدوں کے حال پر نہایت شفقت کی وجہ سے اخیر عمر تک جہر کا وظیفہ رات کے آخری حصے میں کرتے اور بہت تھوڑا کھاتے اور بالکل کم سوتے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنہا وعن سائر الطالبین حسن الخیر وجعل سعیہ مشکورہ

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہماری طرف سے اور تمام طالبوں کی طرف سے بہترین جزادے اور ان کی کوششوں کو پسند فرمائے۔

لطائف اشرفی میں لکھا ہے۔ اگرچہ صوفیوں کا گروہ سلوک میں مخصوص ہے۔ لیکن اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اہل

صنعت کے تمام گروہ سلوک کے مقام میں ہیں یہ بات تمہاری سمجھ
میں اس مثال سے آسکتی ہے ۔ فرض کرو کہ آسمان اور زمین کے
درمیانی خلا کو ایک خانقاہ کا گنبد تصور کریں اور حضرت غوث کو ایک کامل
شیخ اور ارباب ولایت اور اصحاب ہدایت کو اسکے خلیفے تصور
کریں ۔ اور تمام مشائخ اور زمانہ بھر کے صوفیوں کو وہاں کے
اصحاب ۔ اور باقی طالبوں اور مریدوں کو ان کے خدمت گار ۔ تو
اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مذکورہ گروہ سلوک کے راستہ میں
مشغول ہیں اور وہ لوگ جو اپنے اپنے کام میں منہمک ہیں ۔ فی الحقیقت
طالبوں کے کام میں مشغول ہیں اس لئے کہ ان میں سب سے بڑا وہ
گروہ ہے جو زراعت کا کام کرتا ہے ۔ اور انواع و اقسام کی کھانے پینے
کی چیزیں مہیا کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضروری ہوتا ہے
اور بافندہ جو بننے کے کام میں مشغول ہوتا ہے ۔ ان کا لباس
مہیا کرتا ہے ۔ اور علیٰ ہذا القیاس تمام قسموں کے پیشے اور زمانے کے
امیر لوگ اور بادشاہ جو ظاہراً امارت اور سلطنت کے مالک ہیں
لیکن وہ بمنزلہ درویشوں کے گھر کے محافظ اور ان کے کاروبار کے

حامی ہیں۔ مختصراً جن اور انسان ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ پس اہل دنیا جو بمنزلہ عمال خانقاہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو لازم ہے کہ کام کرنے وقت یہ نیت رکھے کہ میرے کام سے مسلمانوں کی حاجتیں پوری ہوں اور طاعت گزار لوگ فراغت سے زندگی بسر کریں۔ (کیونکہ انہی طاعت گزار لوگوں کی برکت سے جہاں قائم ہے) اور ہر حالت میں شریعت کے راستے پر ثابت قدم رہے اور اپنے پیشے کو حرام اور مشتبہ ہونے سے محفوظ رکھے۔ زیادہ نہ لے اور کم نہ دے۔ اور جب کوئی ایسا شخص ملے جو اس حرفت کو نہیں جانتا اور اس مال کی قیمت سے واقف نہیں تو اس کے پاس گراں قیمت کو نہ بیچے اور اس بات میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے کسی فقیر کو آرام حاصل ہو۔ تاکہ اس کا سلوک صوری حیثیت سے سلوک معنوی کی شکل اختیار کرے ایسے ارباب صناعت اور اصحاب زراعت کو دنیا میں اتنا ثواب حاصل ہو سکتا ہے کہ اسکی تشریح نہیں ہو سکتی۔

شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے

صنعت کے تمام گروہ سلوک کے مقام میں ہیں یہ بات تمہاری سمجھ
میں اس مثال سے آسکتی ہے۔ فرض کرو کہ آسمان اور زمین کے
درمیانی خلا کو ایک خانقاہ کا گنبد تصور کریں اور حضرت غوث کو ایک کامل
شیخ اور ارباب ولایت اور اصحاب ہدایت کو اسکے خلیفے تصور
کریں۔ اور تمام مشائخ اور زمانہ بھر کے صوفیوں کو وہاں کے
اصحاب۔ اور باقی طالبوں اور مریدوں کو ان کے خدمت گار۔ تو
اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مذکورہ گروہ سلوک کے راستہ میں
مشغول ہیں اور وہ لوگ جو اپنے اپنے کام میں منہمک ہیں۔ فی الحقیقت
طالبوں کے کام میں مشغول ہیں اس لئے کہ ان میں سب سے بڑا وہ
گروہ ہے جو زراعت کا کام کرتا ہے۔ اور انواع و اقسام کی کھانے پینے
کی چیزیں مہیا کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضروری ہوتا ہے
اور بافندہ جو بننے کے کام میں مشغول ہوتا ہے۔ ان کا لباس
مہیا کرتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس تمام قسموں کے پیشے اور زمانے کے
امیر لوگ اور بادشاہ جو ظاہراً امارت اور سلطنت کے مالک ہیں
لیکن وہ بمنزلہ درویشوں کے گھر کے محافظ اور ان کے کاروبار کے

حامی ہیں۔ مختصراً جن اور انسان ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگے
ہوئے ہیں۔ پس اہل دنیا جو بمنزلہ عمال خانقاہ ہیں۔ ان میں سے
ہر ایک کو لازم ہے کہ کام کرنے وقت یہ نیت رکھے کہ میرے
کام سے مسلمانوں کی حاجتیں پوری ہوں اور طاعت گذار لوگ
فراغت سے زندگی بسر کریں۔ (کیونکہ انہی طاعت گزار لوگوں کی
برکت سے جہان قائم ہے) اور ہر حالت میں شریعت کے راستے
پر ثابت قدم رہے اور اپنے پیشے کو حرام اور مشتبہ ہونے سے
محفوظ رکھے۔ زیادہ نہ لے اور کم نہ دے۔ اور جب کوئی ایسا
شخص ملے جو اس حرفت کو نہیں جانتا اور اس مال کی قیمت سے
واقف نہیں تو اس کے پاس گراں قیمت کو نہ بیچے اور اس بات
میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے کسی فقیر کو آرام حاصل
ہو۔ تاکہ اس کا سلوک صوری حیثیت سے سلوک معنوی کی شکل اختیار
کرے ایسے ارباب صناعت اور اصحاب زراعت کو دنیا میں اتنا
ثواب حاصل ہو سکتا ہے کہ اسکی تشریح نہیں ہو سکتی۔

شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے اسکے

یہ زمین اور مزارعہ حکمت سے پیدا کئے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ
چاہتا ہے کہ زمین معمور ہو اور خلقت کو فائدہ پہنچے اگر خلقت
جان لے کہ دنیا کی دخل اور فائدے کے لئے بناتے ہیں
مذ اسراف کی وجہ سے کیا ثواب ہے ہرگز عمارت کو ترک
نہ کریں۔ اگر یہ جان لیں کہ عمارت کو ترک کرنے اور
زمین کو معطل چھوڑنے سے کیا گناہ حاصل ہوتا ہے تو
کبھی اس کے اسباب خراب نہ ہونے دیں جس شخص کے
پاس اتنی زمین ہے جس سے ایک ہزار من غلہ ہر سال
حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ سستی اور کمزوری سے اس
زمین سے نو سو من غلہ حاصل کرے۔ تو اس کے سبب
سے سو من غلہ خلقت کے منہ سے دور نکل جائے گا۔
اس نقصان کے مطابق اس سے باز پرس ہوگی۔ اگر کسی
شخص کا یہ حال ہے کہ وہ دنیا اور اسکی تعمیر میں مشغول
نہیں ہوتا تو وہ خوش رہے گا۔ اور اگر وہ بوجہ
سستی و کاہلی زمین کی عمارت کی تعمیر کو ترک کرکے اس کا

نام ترک و زہد رکھے گا تو اتباع شیطانی کے سوا یہ
اور کچھ نہیں اور کوئی آدمی سے کمتر بیکار نہیں ہے ۔
اُخرو تنّا ہو یا دیوتا ۔

فصل چہارم تمام شد

نزہۃ السالکین

فصل پنجم

ولی اور اصحابِ نوبت کے بیان میں

فصل پنجم

ولی اور اصحاب نوبت کے بیان میں

نفحات اور اس کے حاشیوں میں لکھا ہے کہ ولی کا لفظ بفتح واؤ و سکون لام جس کے معنے قرب کے ہیں لفظ ولایت سے مشتق ہے اور وہ دو قسم پر ہے ولایت عامہ اور ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ سب مومنوں کے لئے مشترک ہے۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور۔ ترجمہ (خدا مومنوں کو دوست رکھتا ہے اور ان کا کام پورا کرتا ہے۔ نکالتا ہے ان کو اندھیرے سے نور کی طرف) اس آیت سے حق سبحانہٗ تعالیٰ کا مومنوں سے صریحاً قرب معلوم ہوتا ہے اور مومنوں کا اللہ تعالےٰ سے قرب مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرب دونوں طرف سے ہوا کرتا ہے۔ ولایت خاصہ ارباب سلوک

میں سے واصلوں کے لئے مخصوص ہے۔ یعنی ارباب سلوک کے
بتدی اور متوسط لوگوں میں نہیں پائی جاتی۔ نہ ہی واصلین کے
اس گروہ کے سوا قطعاً پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ولایت اہل
جذبہ لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

فنا وبقا اور سیر الی اللہ اور فی اللہ کے معنے

ولایت خاصہ سے مراد ہے بندہ کی فنا حق میں اور اس کی بقا حق
کے ساتھ اور ارباب سلوک کی فنا سے مراد نہایت سیر الی اللہ ہے
اور بقا سے سیر فی اللہ مراد ہے اور سیر الی اللہ جسے سلوک الی اللہ
بھی کہتے ہیں۔ تقرباً الی اللہ ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف انتقال کرنا ہے۔ اور یہ انتقال تو ایک فعل سے دوسرے
فعل کی طرف ہوتا ہے یا ایک ترک سے دوسرے ترک کی طرف
یا ایک فعل سے دوسرے ترک کی طرف۔ یا ایک ترک سے دوسرے
فعل کی طرف یا ایک تجلی سے دوسری تجلی کی طرف۔ یا ایک مقام
سے دوسرے مقام کی طرف۔ یا ایک

سلوک کے معنے

حال سے دوسرے حال کی طرف ۔ اور سیر الی اللہ اس وقت منتہی ہوتا ہے کہ وجود کے جنگل کو صدق کے قدم سے یکبارگی قطع کر دے ۔ اور حق سبحانہ تعالےٰ سے آگاہی کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں رکاوٹوں سے مراد احکام جمادی ۔ نباتی حیوانی اور روحی کی آگاہی ہے ۔ انسان کے وجود کی جن سے ترکیب ہے اور ان سے انسان نے انس و آرام حاصل کیا ہے ۔ اور سیر فی اللہ اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ بندہ وجودی اور ذاتی فنا مطلق کے بعد ناپاکی کی آلائش سے دور ہو ۔ تاکہ اس سبب سے متصف ہونے کے عالم میں صفات الہٰی اور اخلاق ربانی سے متخلق ہونے میں ترقی کرے ۔ یعنی سیر فی اللہ لطیفہ انسانیہ کی تطہیر کے بعد رکاوٹوں سے خوب خبردار ہو ۔ اس مقام پر کبھی کسی شخص کو فنا اور ہلاکت میں ڈالا جاتا ہے اور اسے مظاہر قدرت کی طرف واپس نہیں لوٹاتے ۔ جیسے بعض مجذوب ۔ اور کبھی اسے مظاہر قدرت کی طرف واپس لوٹا دیتے ہیں ۔ اس وقت اس کے کمال اور رنگ اختیار کرتی ہیں ۔ اور اس کے لئے ایک حال سے دوسرے

حال میں انتقال پیدا ہوتا ہے۔ اس انتقال کو سیرفی اللہ سمجھتے ہیں اور اس شخص کے صفات کمال سے متخلق ہونے کو تخلق باخلاق اللہ کہتے ہیں۔ رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے من شرط الولی ان یکون محفوظا کان من شرط النبی ان یکون معصوما۔ ترجمہ (ولی کی شرطوں میں سے ہے کہ وہ محفوظ ہو جیسا کہ نبی کے لئے شرط ہے کہ وہ معصوم ہو)۔

حفظ اور عصمت میں فرق

حفظ اور عصمت میں یہ فرق ہے کہ عصمت میں تو گناہ اور معصیت کو بالکل دخل نہیں ہوتا اور حفظ یہ ہے کہ اگر گناہ کو دخل ہو تو وہ زیادہ قائم نہ رہے اور جلدی خارج ہو جائے اور خدا وند عالم کے سامنے توبہ و استغفار کر لے سے اس کی رحمت سے محو ہو جائے۔ حفظ اور عصمت کے یہ معنے ہیں جو بزرگوں نے بیان فرمائے ہوئے ہیں کہ عصمت تو گناہ سے پہلے ہے اور حفظ اسکے بعد جیسا کہ شرح فتوح الغیب میں لکھا ہے۔

نفحات میں لکھا ہے کہ لوگوں نے ایک شخص کے پاس

ابو یزید بسطامی قدس سرہ کی ولایت کی تعریف کی۔ وہ آپ کی زیارت کرنے کے ارادے سے چلا۔ جب آپ کی مسجد کے پاس آیا تو آپ کے انتظار کیلئے مسجد سے باہر بیٹھ گیا۔ پس جب آپ باہر آرہے تھے تو اس شخص نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا تو بغیر علیک سلیک واپس لوٹ گئے اور فرمایا۔ ھذا الرجل غیر مامون علی ادب من اداب الشریعۃ فکیف یکون آمنًا علی اسرار الحق۔

ترجمہ۔ (یہ شخص آداب شریعت کے لحاظ بالکل غیر معتبر ہے۔ یہ حق تعالٰے کے اسرار کا کس طرح امین ہوسکتا ہے۔ علی ہذا القیاس ایک شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے پاس آیا اور اس نے آتے ہی اپنا بایاں پاؤں مسجد میں رکھا۔ شیخ ابوسعید نے اس سے فرمایا یہیں سے واپس لوٹ جا۔ جو شخص دوست کے گھر میں جانے کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ ہمیں اس سے صحبت رکھنی مناسب نہیں۔

جاننا چاہیئے کہ اخلاق بد سے پاک ہونا اور نیک عادتوں کو اختیار کرنا جو ولایت کے لئے مستلزم ہے یہ کہ ولی سے فعل قبیح اصلاً

کبھی سرزد ہی نہ ہو اور فعل حسن فوت نہ ہو۔ اس لئے کہ خلق خاص نفس کا ایک ملکہ ہے جو سہولت صدور فعل فکر و اندیشہ کی حاجت کے ساتھ اس سے مقتضی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فعل محمود کے صدور اور فعل مذموم سے اجتناب کا ملکہ کسی شخص میں موجود ہو جو اس کی سہولت کا مقتضی ہو اور اس ملکہ کے مقتضا سے (اسباب میں سے) کسی سبب کی وجہ سے اس کے خلاف صادر ہو۔

کہتے ہیں کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ العارف یزنی؟ ترجمہ۔ (عارف زنا کرتا ہے؟) یا ابوالقاسم آپ دیر تک خاموش رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا وکان امر اللہ قدراً مقدورا (ترجمہ۔ خدا کا امر اندازہ کیا ہوا تھا)۔

نفحات میں لکھا ہے کہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی نے فرمایا ہے ممکن نہیں کہ کوئی ولایت کے مرتبہ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ اس کے سر پر پردہ ڈال دے اور اسے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھے۔ اولیائی تحت قبائی ترجمہ۔ (میرے دوست میرے پردوں کے نیچے ہیں) کے یہی معنے ہیں۔ اور یہ صفات بشریہ کے پردے

ہیں۔ روئی کے کپڑے وغیرہ کے پردے نہیں ہیں۔ صفات البشریہ ہیں کہ اس بیابہتر کے سامنے عیب ظاہر کرے جو لوگوں کے دیکھنے میں عیب معلوم ہو اور لا یعرفہم غیری ترجمہ۔ (میرے سوا انہیں کوئی نہیں پہچانتا) کہ جب تک ارادت کا نور کسی کے باطن کو منور نہ کرے وہ شخص ولی کو نہیں پہچان سکتا۔ پس اس نور نے اسے پہچانا ہوگا۔ کہ اس شخص نے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

حقارت کی نظر سے کسی کو نہیں دیکھنا چاہیے

خدا کے دوست پوشیدہ ہیں۔ جب تک تجھے اصلی بینائی نہیں ہوتی۔ خلق پر تصرف نہ کر ایسا کرنے سے اپنے آپ پر ستم کریگا۔

لطائف المنن میں لکھا ہے۔ الولایۃ امر باطنی لا یطلع به الله تعالیٰ غیر صاحبه وقد یکون الشخص ولیاً من اولیاء الله تعالیٰ ولا یعلم بنفسه ترجمہ (ولایت ایک باطنی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اس سے کوئی مطلع

نہیں ہوتا لعدہٗ وہ صاحب ولایت اور (الباطنی) ہوتا ہے
کہ ایک شخص اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہو اور وہ اپنے آپ
کو ولی نہ جانتا ہو)۔ فوائد الاسرار میں لکھا ہے کہ امام شعرانی
جواہر میں فرماتے ہیں۔ کہ شیخ نامی نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے
ظاہری لباس پر فریفتہ نہ ہوتا بلکہ دلوں کا اعتبار کرنا کیونکہ آزاد
لوگوں کی صورت میں بہت سے غلام ہیں اور بہت سے غلاموں
کی صورت میں آزاد لوگ ہیں۔ امام مذکور لطائف المنن میں فرماتے
ہیں کہ مجھ پر خدا تعالٰے کا احسان ہے کہ میں اس شخص کا انکار
نہیں کرتا جو بدعت سے منسوب ہے جیسا کہ طائفہ قلندریہ اور
ان جیسے اور لوگ۔ انکار تو میں اسوقت کر سکتا ہوں جب ان
سے میل جول کروں اور ان سے شرع کے مخالف افعال دیکھوں
اور میں منع کروں اور وہ باز نہ آئیں اور یہ اس لئے ہے کہ میں
جانتا ہوں کہ مخلوق کے دل خالق تقدس و تعالٰے کے خزانے
ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بد عقلیوں کے گروہ میں سے خدائے تعالٰے
ایک ولی کو پیدا کر دیتا ہے اور اس کی برکت سے وہ بلیات سے

محفوظ رہتے ہیں۔

نفحات میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی بعض رسالوں میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس گروہ کے بعضے آدمیوں کو دیکھا ہے کہ ان کی روحانیت کی صورت جسمانی صورت کی طرح متجسد اور متشکل ہو جاتی ہے اور اس متجسدہ صورت پر احوال و افعال گذرتے ہیں دیکھنے والے گمان کرتے ہیں کہ وہ ان کی جسمانی پر گذرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہم نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے۔ جو ایسا ایسا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ آدمی ان افعال سے مبرا ہے اس قسم کا حال عبداللہ (جو قضیب البان کے نام سے مشہور ہے) کا تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ افراد عالم میں خدائے تعالیٰ کے اسرار بڑے اور بہت ہیں۔ جنہیں عقل قدرت ادراک بالکل سمجھ نہیں سکتی۔ شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی اہل علم نے مجھکو اطلاع کی کہ فقیروں میں سے ایک فقیر کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔ ایک دن جب لوگ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک فقیر نے انکار کی رو سے اسے کہا کہ اٹھ کھڑا ہو اور جماعت

کے ساتھ نماز ادا کر۔ اس نے فوراً اٹھ نماز کی نیت باندھ کر
ایک رکعت نماز ادا کی۔ ایک فقیہہ منکر اس کے پہلو میں بیٹھا
ہوا تھا۔ دوسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فقیہہ نے
نظر کی تو اس کے ساتھ اس کے سوا کسی اور کو دیکھا جو نماز پڑھ
رہا تھا۔ اس سے وہ متعجب ہوا تیسری رکعت میں ان دونوں
پہلے آدمیوں کے سوا کسی اور آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا۔
اور چوتھی رکعت میں ان تینوں کے سوا کسی اور آدمی کو دیکھا۔
جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ وہی پہلا آدمی ہے۔ وہ اپنی جگہ پر
بیٹھ گیا۔ اور ان بیسوں آدمیوں میں سے جو اس کے ساتھ نماز
میں تھے کوئی موجود نہ تھا۔ اس فقیر نے اس کی طرف دیکھا اور
ہنسکر کہا۔ فقیہہ صاحب ان چاروں میں سے آپ کے ساتھ
کس نے نماز ادا کی۔ شیخ عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم
کا واقعہ جو قضیب البیان سے صادر ہوا میں نے سنا۔ اس لئے
کہ موصل کے قاضی کو ان کی نسبت پورا انکار تھا۔ قاضی نے
ایک روز اسے موصل کے کوچوں میں بالمقابل آتے ہوئے دیکھا

اپنے دل میں کہا کہ اسے گرفتار کر کے سزا دلانے کے لئے یہ معاملہ حاکم تک پہنچانا چاہیئے۔ ناگہاں اس نے جو پھر نظر کی تو ایک فقیر سامنے سے آتا ہوا معلوم ہوا۔ کچھ اور آگے آیا تو گنوار کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بہت قریب ہوا تو ایک فقیہہ کی صورت نظر آنے لگی۔ جب قاضی کے پاس پہنچا تو اس نے کہا قاضی صاحب آپ کونسے قضیب البیان کو سزا دلانے کے لئے حاکم کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ قاضی نے انکار سے توبہ کی اور اس کا مرید ہو گیا شیخ عبدالغادرؒ نے اس سے کہا کہ قصیب البیان نماز نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا کون کہتا ہے۔ اس کا سر تو ہمیشہ خانہ کعبہ میں سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔

سبع سنابل میں لکھا ہے کہ مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ کو ربیع الاول کے مہینہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کے لئے دس جگہ سے دعوت آئی کہ آپ پیشین کی نماز کے بعد تشریف لائیں۔ انہوں نے دسوں جگہوں کی دعوت کو قبول کر لیا۔ حاضرین نے کہا ہمارے مخدوم آپ نے دس جگہ کی دعوت

کو قبول فرما لیا ہے اور طرفہ یہ کہ ہر جگہ پیشین کی نماز کے بعد حاضر ہونا چاہیے۔ سو کیونکر ممکن ہو سکیگا۔ فرمایا کرشن جو ایک کافر تھا وہ تو سو سے اوپر مقامات پہ جا سکتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ پہ حاضر ہو جائے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ چنانچہ پیشین نماز کے بعد ایک جگہ سے ڈولی پہنچی۔ مخدوم حجرے سے باہر آکر ڈولی میں بیٹھ کر چلدیئے۔ پھر دوسری جگہ سے ڈولی آئی۔ علی ہذا القیاس دس جگہ سے ڈولی آئی۔ مخدوم ہر دفعہ حجرہ سے نکلتے تھے۔ اور ڈولی میں سوار ہو کر چل دیتے تھے۔ نیز حجرہ میں بھی موجود رہتے تھے۔

نفحات میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ شیخ سلمان ترکمان رمضان شریف میں کھاتا پیتا رہتا ہے اور نماز بھی ادا نہیں کرتا۔ مگر اس کو مغیبات (غیب کی باتوں) پر کشف و اطلاع تھی۔ اس بات کی خبر مل گئی۔ امام یافعی فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ بات ستر حال اور تلبیس کی قسم سے ہو۔ وہ نماز اوقات معینہ پر ادا کرتا ہو اور کوئی چیز منہ میں رکھی ہو اور چبا کر نگلی نہ ہو۔ علی ہذا القیاس اور

بہت سے مشاہدات کئے گئے ہیں۔

نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن فقرا نے شیخ ابوالغیب عبسی سے عرض کیا کہ ہمارا دل گوشت کھانے کو چاہتا ہے۔ فرمایا کہ جس روز بازار لگیگا۔ اس دن تم گوشت کھاؤ گے جب وہ مقررہ دن آیا اطلاع پہنچی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ کو لوٹ لیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ڈاکو نے شیخ کی خدمت میں ایک گائے حاضر کی شیخ نے فقیروں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کر کے پکائیں۔ مگر اس کے سر کو بہت حفاظت سے رکھیں۔ اس کے بعد ایک اور ڈاکو نے ایک کثیر مقدار گندم حاضر کی شیخ نے کہا کہ اسے پیسکر روٹی پکائیں۔ غرض جو کچھ شیخ نے کہا وہ کرتے رہے پھر کہا کھاؤ وہاں ایک جماعت فقیہوں کی بھی حاضر تھی۔ ان کو بھی دسترخوان پر بلایا گیا لیکن وہ کھانے کے لئے تیار نہ ہوئے شیخ نے فقیروں سے کہا تم کھاؤ۔ فقیہ لوگ حرام نہیں کھایا کرتے۔ جب فقرا کھانے سے فارغ ہو گئے تو اچانک ایک شخص شیخ کے پاس آکر کہنے لگا۔ اے شیخ میں

نے ایک گائے فقیروں کی نذر کے لئے رکھی تھی۔ ڈاکو لے چھین کر لے گئے۔ شیخ نے کہا تو اپنی گائے کے سر کو پہچان سکتا ہے اس نے کہا بیشک۔ فقیروں سے فرمایا گائے کا سر لاؤ۔ اس شخص نے دیکھ کر عرض کیا کہ یہ میری گائے کا سر ہے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آ کر کہنے لگا کہ اے شیخ میں نے ایک کھلیان گندم کا شیخ کی نذر کیلئے رکھا تھا چور اسے چرا کر لے گئے۔ فرمایا فقیروں کی نذر فقیروں کو مل گئی۔ فقیہہ یہ معاملہ دیکھ کر فقرا کی موافقت چھوڑنے پر پشیمان ہوئے۔ یہ تمام باتیں بزرگوں کی خدمتگذاری اور بدگمانی اور بدگمانی نہ کرنے کے بارے میں ہیں۔ مگر معتقد ہونے اور بیعت کرنے کے بارے میں مناسب ہے کہ طالب جس شخص کا توسل چاہتا ہے اس کے افعال اور احوال اور اقوال کو شریعت اور طریقت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھے۔ اگر کوئی نقص معلوم ہو تو بغیر بدظنی کے فوراً ترک کر دے۔ لیکن اگر وہ بہ لحاظ شریعت و طریقت پورا اترے تو استشارہ اور استخارہ کرے۔ جب اشارہ ہو جائے تو اس کی ارادت اختیار کرے۔ اپنے ارادے سب ترک کر کے

اس کی ارادت کی تابعداری کرے اور جان و مال اور اپنی آبرو
کو اس پر نثار کرنے میں دریغ نہ کرے تو دو جہاں کی سعادت
اسکو حاصل ہو سکتی ہے۔ واللہ الموفق والمعین

لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سے لوگوں
نے پوچھا کہ عام و خاص لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے جب
دنیا سے انتقال کیا تو ولایت کسی دوسرے کو بخشدی۔ یہ عجیب
بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ولایت جو ہزار محنت سے یہاں دنیا
میں حاصل ہوتی ہے اور اس سے یہی مقصد ہوتا ہے کہ عاقبت
میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ پس ولایت جیسی بے بہا چیز دوسرے
کو کس طرح دے سکتے ہیں۔ اگر دے سکتے تو بعض اولیا کا تصرف
انتقال کے بعد جیسا کہ حیات میں تھا کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ فرمایا
اس سے مراد وہ نہیں ہے کہ ولایت مخصوص اور اپنی خاص نعمت

ولایت اور ولایت میں فرق

دوسرے کو دیدتے
بلکہ اس سے یہ مطلب
ہے کہ سلوک اور رہنمائی کا طریقہ جو اس سے مخصوص ہوتا ہے وہ دوسرے

کو دکھاتا ہے تاکہ وہ بھی اسی کی طرح اس راستے پر چلے۔ چنانچہ حضرت خواجگی فرماتے ہیں کہ شیخ کے لئے وِلایت بالکسر واؤ اور وَلایت بالفتح واؤ بھی ہوتی ہے۔ جو وِلایت خلق کے درمیان ہوتی ہے۔ وہ وِلایت بالکسر واؤ ہے۔ جیسے مرید کو خدا تک پہنچانا اور طریقہ سکھانا۔ اور دوسری وَلایت بالفتح واؤ۔ حق تعالےٰ کی صحبت اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قربت۔ جب شیخ دنیا سے انتقال کرے۔ قسم اول کی وِلایت جسے چاہے بخش دے اگر وہ نہ دے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں میں سے وہ ولایت کسی کو بخش دے۔ لیکن وَلایت قسم ثانی شیخ کیساتھ ہوتی ہے۔ اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے

الثانی لایبود الی اوصافہ

جاننا چاہیے کہ سالک جب ہر قسم کی صفات بشری کی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں آلودہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ مشائخ متقدمین اور متأخرین کے ملفوظات اس بات پر شاہد ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فتوح الغیب کے ترجمہ میں

(جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) فرماتے
ہیں جب تو خلقت سے مر جائے اور منع و عطا برائی اور تعریف
اور نیکی و بدی اور ان کے تمام حالات سے فانی ہو جائے تو تجھے
کہا جائیگا رحمك الله واماتك عن الهوىٰ یعنی خدائے تعالےٰ
تجھے ہوائے نفس سے مارے اور رغبت کرنا اس کا شہوات اور لذات
کی طرف تاکہ خواہشات حق کے تابع ہو جائیں اور اصلاً ان کے
خلاف نہ کرے اور جب تو ہوائے نفس سے مرے تو تجھے کہا
جائیگا رحمك الله واماتك عن ارادتك ومناك (رحم
کرے اللہ تعالےٰ اور تجھے ارادت سے مارے اور آرزوؤں سے کہ تیرے
دل میں کوئی خواہش اور آرزو باقی نہ رہے۔

یعنی وہی ارادہ اور خواہش جسکو تو اپنی تدبیر فکر اور دوررس
عقل سمجھتا اور اختیار کرتا ہے۔ اپنی تدبیر دل اور اختیارات کو
شارع تعالےٰ نے اپنی عبادات اور طاعات کے لئے بنایا ہے وہ
ارادے طریقہ بندگی کے منافی نہیں ہیں کہ جو اس کے حکم سے
ہیں۔ اور جب تو اپنے ارادوں اور خواہشوں کے اندر مرے اور

فانی ہو جائے اسوقت کہا جاتا ہے۔ تجھپر اللہ رحم کرے اور زندہ اٹھائے۔ اور خدا تعالےٰ تجھے اپنے میں اور اپنے ارادہ میں باقی رکھے۔ کیونکہ ابقا کی فنا لازم شے ہے پس ایسی حالت ہیں جب تو اپنے ارادوں میں ہے۔ تجھکو زندگانی بخشیں ایسی کہ اسکے بعد موت نہ ہو اور تجھے ایسی غنا دیدیں کہ اس کے بعد فقر نہ ہو۔ اور ایسی عطا دیدیں کہ جس کے بعد واپسی نہ ہو۔ اور ایسی راحت جس کے بعد رنج نہ ہو۔ اور ناز و نعمت کہ اس کے بعد سختی اور محنت نہ ہو اور ایسا علم دیں جس کے بعد جہالت نہ ہو اور ایسا امن جس کے بعد خوف نہ ہو اور ایسی سعادت جس کے بعد شقاوت نہ ہو اور ایسا خیر جس کے بعد ولی نہ ہو اور ایسا قرب جس کے بعد بُعد نہ ہو۔ اور ایسی رفعت جس کے بعد وصمت نہ ہو اور ایسی تعظیم کہ اس کے بعد تحقیر نہ ہو اور ایسی پاکی جسکے بعد آلودگی نہ ہو۔ ماحصل یہ کہ جب بشریت کا اندھیرا دور ہو جاوے۔ تو نتیجہ اس کا یہ کہ ربوبیت کی صفات کے انوار تجھ میں پیدا ہوں گے اور ربوبیت کے صفات لازمی طور سے باقی رہنے والے اور پائدار ہوتے ہیں

اور واں زوال کو جگہ نہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ الفانی لا یرد الی اوصافہ۔ اور مثنوی المعنوی شریف میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ رقم فرماتے ہیں ؎

ہر جمادی کہ کند رو در نبات ❊ از درخت بخت او روید حیات
ہر جانے کو بجان رو آورد ❊ خضر وار از چشمہ حیوان خورد
باز جان چون رو سوئے جانان نہد ❊ رخت را در عمر بے پایاں نہد
ہیچ آئینہ دگر آہن نشد ❊ ہیچ نانے گرم و خرمن نشد
ہیچ انگورے دگر غورہ نشد ❊ ہیچ میوہ پختہ با کورہ نشد
پختہ گرد و از تغیر دور شو ❊ ہمچو برہان محقق نور شو
چوں ز خود رستی ہمہ برہان شدی ❊ چونکہ بندہ گشتہ سلطان شوی۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القدوس نعمانی کتاب عوارف اور اس کی شرح کے بیان اور اپنے مکتوبات میں حضرت ذوالنون مصری کے قول کو نقل کرتے ہیں۔ قال ذوالنون رحمہ اللہ مارجع من رجع الا من الطریق ما وصل الیہ احد فرجع عنہ ای الرجوع من الحق فی الطریق لا فی الوصول فان

الوصول هو الاتصال لا انفصال وان الرجوع فی الانفصال
لا فی الاتصال منع ذلك فی الخطر العظیم فی حکم الاعتقاد انتهی

ترجمہ۔ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نہیں واپس لوٹا جو بھی لوٹا مگر اس وجہ سے کہ وہ ایسی راہ پہ چلا جہاں کسی کو رسائی نہیں۔ بس اسکو واپس لوٹنا پڑا یعنی رجوع از راہ حق راستے سے ہوتا ہے ورنہ وصول تو عین وصال ہے۔ بایں وجہ کہ وصول بمعنی اتصال ہے (ملاقات) نہ انفصال (جدائی) اور یہ مسلم بات ہے بازگشت محض انفصال میں ہے نہ اتصال میں۔ باوجودیکہ اسکی مخالفت باب اعتقاد میں سخت خطرناک ہے۔ الخ۔ اور یہ امر قابل پوشیدگی نہیں کہ ولایت ایک امر ظنی کا نام ہے۔ یعنی امارات وعلامات سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کس ولی ہے۔ اور صفات بشریت کی میل غبار سے پاک ہے اگرچہ امر مفید ظن ہے برعکس نبوت کے کہ وہ ایک امر قطعی اور یقینی اور لاریب فیہ کا نام ہے پس احتمال ہے۔ کہ ایک انسان حسب اعتقاد خلق کے ولی ہو۔ لیکن درحقیقت اسمیں اوباس بشریت علی الیقین موجود ہوں اور یہ

بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی بلند منزل سے تنزل میں پڑے اور لوگوں
کا گمان مکذوب ہو جائے اور اسکے رنج کو کشیدگی کہ دو بدیدن
منزل تھی سب کی سب پادر ہوا ہو جائے ۔ یہ امر ممکنات
سے ہے ۔ بخلاف نبی کے کہ اس کی نبوت در حق ثبوت مقطوع
اور یقینی ہوتی ہے اور نبی میں یہ احتمال نہیں ہوتا کہ آپس بالیقین
اوناس بشریت موجود ہوں تاکہ اپنے مرتبہ عالیہ اور مرکز اصلی
کو چھوڑ کر تنزل پذیر ہو ۔ اس لئے پختگی اعتقاد کے لئے کہنا پڑتا
ہے کہ نبی اپنے خاتمہ میں تمام لغزشات سے مامون ہوتا ہے اور
ولی کے خاتمہ علی الخیر ہونیکا یقین نہیں ہوتا ۔ اس کا یہ مطلب نہیں
کہ اس قاعدہ کلیہ میں کچھ اعتراض وارد ہو کہ الفانی لا یرد
الی اوصافہ ۔ ترجمہ ۔ فنا فی اللہ انسان اپنے اوصاف کی
طرف بھی نہیں لوٹایا جاتا ۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ
ولی بسبب ولایت خود عارف بن کر بھی بے خوف نہیں ہوتا کہ
منزل ولایت سے نہ گرے ۔ مگر یہ ممکن ہے کہ خداوند قدوس وجہ
کرامت کسی ولی کو اسکی حسن عاقبت سے عارف گردان کر اصلی

حالت پر قرار عطا فرماتا ہے۔ اور مخالفت نفس سے محفوظ فرمائے کیونکہ

بیان قطب اور ابدال و امثال انکے

اولیاء کرام ہر حین اور ہر زمانہ میں تا قیام قیامت موجود رہینگے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی حیات و ممات انکے وجود ظاہر سے ہے البتہ اور انکی تعداد میں اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اولیاء کرام بحسب تعداد انبیاء علیہم السلام کے برابر ہیں۔ بنا بریں ہر زمانہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ولی ہیں ہر ہر پیغمبر کے نقش قدم پر ایک ایک ولی موجود ہے اور کتاب حواشی نفحات میں مکتوب ہے کہ فلاں بر قدم فلاں است و فلاں بر قلب فلاں است یعنی فلاں ولی فلاں پیغمبر کے نقش قدم پر ہے اور فلاں ولی فلاں پیغمبر کا فیض یافتہ ہے بہر حال ہر دو لفظوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ قریب تر ہے مگر عبارات مذکورہ میں جو لفظ بر قدم فلاں است ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے بر قلب کہا جائے۔ محاورات میں مسلمانوں میں خصوصاً در حق اولیاء کرام بلکہ بر قدم فلاں کہتے ہیں جیسا کہ فلاں بر قدم عیسیٰ علیہ السلام است فلاں بر قدم سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعلمین محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم است اور صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ ہر
عصر میں چار ہزار ولی ہوتے ہیں مگر در پردہ پوشیدگی میں خلق کی
نظروں سے غائب اور اخفائیت کی یہ حالت کہ ایک ولی دوسرے
کو معلوم نہیں کر سکتا کہ یہ ولی اللہ ہے اور اپنے جمال اور حال سے
خود نا واقف ہوتے ہیں اور باہمہ اوقات لینے سے اور تمام خلق خدا
سے مستور اور غائب رہتے ہیں اور ان کو اپنے تفصیل احوال کی وجہ
استغراق فی التوحید کے خبر تک نہیں اور نہ مخلوق ہی ان کے
تفصیل احوال سے واقف اور عالم ہوتی ہے حالانکہ آسمان سے
پانی کا آنا اور زمین سے نباتات وغیرہ کا اگنا اور رائج ہونا ان کے
قدموں کی برکت کا ایک ادنی کرشمہ ہے۔ اور ان کی صفائی احوال
کے صدقہ میں مسلمانوں کو کافروں پر فتحیابی حاصل ہوتی ہے۔ اور
یہ سب ان کی ہمت اور برکت کا صدقہ ہے۔ مگر بوجہ مستغرق فی التوحید
ہونے کے ان کو شعور تک بھی نہیں ہوتا۔ مگر وہ اولیاء اللہ جو اہل
حل وعقد ہیں یعنی اصل تصرف کہ جو درگاہ رب العزت سے ان کو
حاصل ہے اور تمام کام ان سے باختیار صادر ہوتے ہیں۔ انکو

اصطلاح صوفیاء میں اخیار یا ابطال کہتے ہیں اور ان کی تعداد
ایک سو تیس ۱۳۰ تک ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام خواہشات
نفسانیہ کو باطل اور مات کر دیا ہے۔ لہذا ان کو ابطال کہتے ہیں۔
اور چالیس ۴۰ بفضلہ تعالیٰ اور ہیں جن کا نام ابدال ہے اور دنیا
ان کو ابدال ہی کہتی ہے۔ ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے ارادے
حق تعالیٰ جل مجدہ کے ارادوں سے متبدل اور بدل جاتے ہیں۔ لہذا
ان کو اصطلاح صوفیاء کرام میں ابدال کہتے ہیں یا ایسا کہو کہ دنیا
اپنے تمام اوقات میں ان سے خالی نہیں ہوتی بلکہ اگر ایک چل بسے
تو اسکے بدل میں دوسرا تشریف فرما ہوتا ہے۔ غرضیکہ دنیا ان سے
خالی نہیں رہتی اور بعض کا ارشاد یہ ہے کہ ان کو ابدال کہنے کی
وجہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے کہیں جانا ہو تو اپنی
جگہ اپنا بدل اپنے مدرسہ اور مکتب میں دوسرے کو چھوڑ جاتا ہے
اور سات دیگر ہیں جنکو ابرار کہتے ہیں اور دوسرا نام ان کا سیاح
بھی ہے کہ اپنے سیر و سیاحت میں بمقتضائے ارادہ الٰہیہ خدمت
خلق خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ اور چار اور بھی ہیں کہ جنکو اصطلاح

صوفیاء کرام میں اوتاد کہتے ہیں اور مقام ان کا مشرق اور مغرب
اور شمال اور جنوب ہے یعنی ہر چہار اطراف میں تصرف فرماتے ہیں
اور بسبب برکت ان کے خداوند قدوس تمام جہات عالم کو محفوظ
اور نگاہ رکھتا ہے اور چونکہ بنیاد عالم ان کے وجود مسعود پر موقوف
ہے جیسا کہ خیمہ اور تنبو کا وجود پر دند (میخ کیل) ہے لہذا انکو
اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین[۳] اور بزرگ ہیں کہ ان کا نام النقباء (جمع
نقب) ہے اور ان کو قطب الاوتاد بھی کہتے ہیں۔ اور کچھ ایسے
بزرگ بھی ہیں جنکو اصطلاح صوفیاء میں غوث اور قطب کہتے ہیں
اور وہ غوث الثقلین و قطب الکونین مالک دارین حضرت محمد مصطفیٰ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں کہ بواسطہ آپ کے ان کو
درگاہ رب العزت سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک سو[۱۸۵]
پچاسی تن وہ ہیں جو ایک دوسرے کو خوب پہچانتے ہیں اور کاموں
کی کردنی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور بعضوں کا
خیال ہے کہ اس کام کو سرانجام دینے والے ایک سو تیس[۱۳۰] نقباء اور
ستر[۷۰] نجباء ہیں اور چالیس[۴۰] ابدال اور سات اخیار اور چار عمد اور

ایک غوث چنانچہ نقبا مغرب میں سکونت پذیر ہیں اور نجبا مصر کی طرف رہتے ہیں
اور ابدال تمام کی طرف سکونت پذیر ہیں اور اخیار وسط میں سیاح اور
منصرف ہیں اور عمد اطراف ارض و سما میں سکونت فرماتے ہیں اور غوث
کی مکہ مکرمہ میں رہائش رہتی ہے اور جب دنیا میں کوئی حاجت نمودار
ہوتی ہے یعنی مخلوق میں سے کسی کو کوئی حاجت پڑتی ہے تو سب سے
پہلے اس کے پورا کرانے میں درگاہ رب العزت تضرع اور زاری
نقبا فرماتے ہیں اور پھر نجبا اور پھر ابدال اور پھر اخیار اور پھر
عمد اور بعد ازاں تمام غوث اور غوثوں کی شان تو یہ ہے کہ ابھی تک
دعا ان کے منہ میں ہوتی ہے کہ حاجت بر آجاتی ہے اور حضرت شیخ
محب اللہ الہ آبادی اپنی کتاب مناظر میں فرماتے ہیں کہ نقبا جن کی
تعداد بارہ ہیں اور ابدال سات ہیں اور ان سات میں سے چار تو
اوتاد ہیں اور دو امام اور ایک قطب ہے اور حواشی لمعات میں مذکور
ہے کہ اوتاد جن کے وجود مسعود سے خداوند قدوس تمام کو محفوظ فرماتا
ہے وہ درحقیقت چار ہیں کبھی زیادہ اور کم نہیں ہوتے ہیں اور انکو
درگاہ عالیہ پروردگار میں ابدال سے زیادہ اختصاص اور مرتبہ ہوتا ہے

اور امام دو ہیں۔ ایک قطب کی دائیں جانب ہوتا ہے اور دوسرا بائیں جانب
کھڑا رہتا ہے اور ایک ملک کی نگہبانی کرتا ہے اور دوسرا ملکوت کا
محافظ ہوتا ہے اور انکو حق تبارک و تعالیٰ کے ساتھ زیادہ اختصاص
بنسبت اوتاد کے ہوتا ہے کہ ان کو کم اختصاص ہوتا ہے۔ اور قطب
کا اختصاص خداوند تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ اور قوی ہوتا ہے
اور ابدال صوفیا ءعظام وکرام کی اصطلاح میں ایک مشترک لفظ ہے
کبھی اس جماعت پر اطلاق کرتے ہیں کہ جس نے اپنے اوصاف رذیلہ
اور ذمیمہ کو باوصاف حمیدہ وجمیلہ بدل لیا ہوا ہو۔ ان کی کوئی خاص
تعداد نہیں اور کبھی اس لفظ کا اطلاق فرماتے ہیں۔ ایک معین جماعت
پر جسکی تعداد بقول بعض چالیس تک ہے۔ یعنی چالیس اشخاص ہیں جنکو
ابدال کہتے ہیں اور چند اوصاف مخصوصہ میں مشترک ہیں اور بعض کا
قول ہے کہ ابدال فقط سات ہی ہیں اور خداوند کریم نے چونکہ زمین کو
سات یعنی ہفت اقلیم پر منقسم فرمایا ہے۔ لہذا ہر ایک اقلیم پر ایک ابدال
مقرر فرمایا کہ اسکی حفاظت فرمائے اور لطف یہ کہ یہ سب کے سب
کسی نہ کسی نبی من الانبیاء کے نقش قدم پر ہوتے ہیں۔ مثلاً صاحب

اقلیم اول حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نقش قدم پر اور صاحب
اقلیم دوم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور صاحب اقلیم سوم حضرت
ہارون علیہ السلام۔ اور صاحب اقلیم چہارم قبلہ و کعبہ حضرت ادریس
علیہ السلام اور صاحب اقلیم پنجم سردار خوباں حضرت یوسف علیہ السلام
اور صاحب اقلیم ششم روح اللہ و کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور صاحب اقلیم ہفتم ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے نقش قدم پر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعداد سات پر منحصر رہتی
ہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ سات اوتاد ہیں اور ان میں ابدال
داخل نہیں ہیں۔ اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اوتاد بھی از جملہ ابدال
ہی ہیں۔ اور دو از قسم ابدال امام ہیں کہ وہ معروف صوفیاء میں و بزبان
قطب کہلاتے ہیں اور باقی قطب ہیں۔ اور ان سات اولیاء کو ابدال
اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے کسی ایک کا وصال ہوتا ہے۔ تو دوسرا اس
اس سے بھی حسب مرتبہ بلند ہوتا ہے ان چالیس میں سے نکلتا ہے کہ اس کے
مرتبہ اور کام کی حفاظت کرے اور ان ساتوں کی تکمیل چالیس اشخاص
سے ہوتی رہتی ہے۔ اور ان چالیس کی تکمیل تین سو اشخاص سے ہوتی

رہتی ہے۔ یعنی اگر ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسرا مقرر کیا جاتا
ہے اور تین سو کی تکمیل عام مومنوں سے ہوتی ہے۔ یعنی اگر ایک
وصال فرما جائے تو اسکی جگہ کسی عامی مسلمان کو مقرر فرمایا جاتا ہے۔
اور بعض ان کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف
سے انکو ایک قسم کی قوت حاصل ہے کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں
جا سکتے ہیں اور اپنا ہم صورت ہم شکل بدل سکتے ہیں۔ مثلاً ایک موضع
سے کسی ابدال کو دوسرے موضع تک جانا ہو تو وہاں اپنا ہم صورت
بدل چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ اور ایک جماعت کا مسلک ہے کہ جو
ولی بغیر ارادہ ان کے ان کی جگہ پر بدل ہو کر ٹھہرے تو اس کو
ابدال نہ کہنا چاہیئے اور ایسے بہت سے اولیاء کرام ہیں اور کتاب
جواہر الاسرار اور ہدایۃ الاعمیٰ میں لکھتے ہیں کہ رجال الغیب کے مراتب
میں تفاوت ہے اور ان کی تعداد ہر زمانہ میں ایک سو نواسی ۱۸۹ سے
کم نہیں۔ مرتبہ اول میں ایک سو تیس ۱۳۰ ابطال ہیں اور مرتبہ دوم میں
چالیس ابدال ہیں۔ اور مرتبہ سوم میں سات سیاح ہیں۔ اور ان
کو مرتبہ ارشاد حاصل نہیں۔ ہاں تو اشخاص اور ہیں جنکو یہ مرتبہ حاصل

ہے اور وہ تحت تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ مضمحل ہیں اور
حضرت واجب الوجود نے ان کو بار بار تنزل دیا کہ بالضرورت کو عالم پیکر پرداز
فرمائیں اور انکے مراتب بھی مختلف ہیں۔ اول پانچ تو اوتاد ہیں اور تین غوث و
قطب الاوتاد ہیں اور باقی ایک رہا اس کا نام قطب الاقطاب ہے
اور عارفان حق کی اصطلاح میں اسکو قطب ہو جامع ہو جمیع احوال اور
تمام مقامات کا اور گاہ قطب اقطاب بھی کہتے ہیں کہ جس پر مہمات خلق کا
دارو مدار ہو اور باعتبار جنس سے اپنے زمانہ میں یگانگت رکھتا ہو۔
اور متفرد ہو صاحب شہرت کو قطب الشہر کہتے ہیں۔ اور ایک جماعت
کے قطب کو اس جماعت کا قطب کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن
قطب مصطلح قوم صوفیاء ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور اس کو
غوث زماں کہتے ہیں۔ اور اسی طرح کتاب یواقیت اور لطائف
اشرفی میں لکھا ہے کہ اقطاب متعدد ہیں اور آبادیوں میں رہتے
ہیں یہاں تک کہ اگر ایک ولایت بھی قطب سے خالی ہو تو آثار برکات
اور انتظام علیٰ حسن الوجہ ممکن نہیں ہوتا اگرچہ ان اقالیم کے امیر اور
اصلاح کنندگان دیگر بزرگ ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اقطاب کی

ایک اور قسم بھی ہے۔ چنانچہ زاہدوں، عارفوں، اولیاؤں اور عاشقوں ہر ایک کا ایک ایک قطب ہے کہ ان سے وہ جماعت فیض حاصل کرتی ہے۔ مثلاً زاہدوں کو ایک خاص قطب سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح دوسروں کو خاص خاص قطب سے فیضان ملتا ہے۔ مگر ایک قطب الاقطاب ہوتا ہے جس سے تمام دنیا کو فیض ہوتا ہے اور وہ تمام جہان میں ایک ہی ہستی ہوتی ہے اور اس بزرگ ہستی کو چند الفاظ سے اصطلاح صوفیاء میں تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطب الدائرہ غوث اعظم و انسان کامل و قطب الاقطاب و قطب اعلیٰ مظہر کلی و جہانگیر۔ اور لب لباب میں فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں عبداللہ۔ اس کامل انسان کا جس پر خداوند قدوس نے بجمیع اسمائہ (اپنے تمام ناموں سے) تجلی فرمائی ہو اور اکمل اور اتم از خلق خدا ہو۔ اور بلند اور بزرگتر مرتبہ کا مالک ہو۔ وہ عبداللہ ہے اور یہ نام خاص ہے۔ نبی الخلق سرور دوجہاں مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ باعث دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ رب العزت اپنے قرآن پاک میں

فرماتا ہے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ (جب اللہ کا بندہ (محمد رسول اللہ خطبہ پہ قائم تھا) اور یہ مرتبہ درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم کا ہے۔ لیکن بواسطہ آپ کے اقطاب کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی غیر قطب پہ اطلاق ہوگا تو بذریعہ مجاز ہوگا۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ قطب الاقطاب عند اللہ (اللہ تعالے کے نزدیک) عبداللہ ہے۔ اگرچہ لوگ اسے کسی دوسرے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ اور حضرت محب اللہ الہ آبادی اپنی کتاب مناظر میں فرماتے ہیں کہ قطب کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو کسی کو سوائے نبی کے حاصل نہیں ہوتا عرضیکہ قطبیت سے کوئی اونچا مرتبہ نہیں۔ مگر نبوت اور اس مرتبہ کو ولایت میں مقام القربت کہتے ہیں اور حضرت امام شعرانی یواقیت میں فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا ولی بعد صحابہ کرام کے قطب ہے۔ اور بعد ازاں مرتبہ افراد کا اور بعد ازاں مرتبہ امامین کا اور بعد ازاں اوتاد کا اور بعد ازاں ابدال رضی اللہ علیہم اجمعین۔ اور صاحب جواہر اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی ایسا ولی بھی ہے کہ جو اس

ولی سے جس کا دائرہ تصریف قطب ہو بلند مرتبہ رکھتا ہو۔ جواب
میں فرمایا کہ دائرہ امکان وسیع ہے کیونکہ قطب کو قطبیت اس لئے
نہیں ملتی کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل تر ہوتا ہے۔
بلکہ یہ حسب وعدہ پروردگار عالم ہے۔ ورنہ وہاں وہ لوگ بھی ہوتے
ہیں جو اس سے افضل ہوتے ہیں جیسا کہ بادشاہ کو بادشاہی نہیں دی
جاتی کہ اس کے ہم پلہ کوئی علم و معرفت و حسب نسب میں نہیں بلکہ بہت
سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس سے فائق اور لائق ہوتے
ہیں۔ اور حضرت مولانا الافضل اولیاء شیخ ابو طالب مکی اپنی کتاب
قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ قطب زماں ہر زمانہ میں تا قیام قیامت
ضرور ہوتا ہے اور وہ مرتبہ اور مقام میں بمنزل حضرت سیدنا ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالےٰ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح تین دوسرے اوتاد
بھی ہوتے ہیں جو بمنزل حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمانؓ و حضرت علی
رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہوتے ہیں۔ اور ان تین اوتاد کو ان خلفاء مذکورین
کے اوصاف و حالات حاصل ہوتے ہیں۔ اور چھ اشخاص مرتبہ
صدیقان اور ہیں جن کے آثار پر زمین قائم ہے اور دفع بلیات وغیرہ

بھی ان کے وجود کا صدقہ ہے۔ اور اہل دنیا کو رزق بھی ان کے
طفیل سے ملتا ہے اور آسمان سے بارش بھی انہیں کے وجود کی
برکت سے ہوتی ہے اور ان کے بھی نائب ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام
عشرہ مبشرہ کی مثل ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح فوائد الاسرار میں خلاصۃ
المعارف الشیخ آدم البنوری سے نقل فرماتے ہیں کہ اس عبارت
سے معلوم ہوا کہ قطب بھی منجملہ چار اوتاد کے ہے۔

بیان قطب

اور فصل الخطاب میں فرماتے ہیں آسمان میں دو
قطب ہیں۔ ایک جنوب میں اور دوسرا شمال
میں جو ستارہ بہت زیادہ قریب قطب جنوبی کے ہے اسکا نام سہیل
ہے اور جو ستارہ نزدیک تر قطب شمالی کے ہے اس کا نام جدی ہے
اور خداوند کریم نے زمین میں بھی دو قطب پیدا فرمائے ہیں۔ ایک
قطب ارشاد اور دوسرا قطب ابدال اور ہر ایک کا مرتبہ معین ہے پس
جو مرتبہ سہیل کا ہے وہی مرتبہ قطب ارشاد کا ہے اور یہ سہیل سب
ستاروں سے بڑا ستارہ ہے۔ اور فوائد ذخیرہ میں ہے کہ قطب ارشاد
کا دل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوتا ہے۔ اللہ

قطب ابدال کا مرتبہ بعینہٖ مرتبہ حدی ہے۔ چنانچہ دل قطب کا حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پہ ہوتا ہے اور وہ اکثر لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے (قطب ابدال)۔

اور صاحب مفتاح الفتوح فرماتے ہیں کہ ابدال پہ واجب ہے کہ وہ قطب کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کے ارشادات و احکام کو دنیا میں نافذ کرے۔ اسی وجہ سے اسکو قطب ابدال کہتے ہیں۔

اور قطب ارشاد وہ ہے کہ تعلیم علم الٰہی اور اسکی طرف راستہ دکھانا اس کا کام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص قطب ابدال بھی ہو اور قطب ارشاد بھی ہو انتہی۔ اور قطب ابدال کو قطب مدار بھی کہتے ہیں کہ مدار جہاں اس پہ موقوف ہے اور یہ جو مذکور ہوا کہ ہر زمانہ میں قطب ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "قطب ابدال ایک ہی ہوتا ہے۔ اور یہی شان قطب ارشاد کی ہے۔ اور وہ بھی ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اور یواقیت میں مرقوم ہے کہ روحانی جانتے قیام قطب ہمیشہ مکہ کرمہ ہی ہے۔ مگر جسم اسکا کسی مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ اس کی شان سے ہے کہ وہ مخفی رہتا ہے

اور وہ مختلف اشکال میں گذر کرتا ہے۔ کبھی تو تاجر کی صورت
میں اور کبھی آہنگر کی شکل میں کبھی چنے بیچنے والے کی صورتیں وغیرہ
ذالک اور صاحب لطائف المنن فرماتے ہیں کہ قطب الاقطاب بہت
نکاح کیا کرتا ہے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دعوے تو قطبیت
کا ہے لیکن ایک دن میں تین تین دفعہ حمام میں جایا کرتا تھا تو میں
نے اس مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یقین کیا کہ یہ واقعی قطب ہے
اور صاحب جواہر کا بیان ہے کہ قطب کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی
عالم کا علم میں محتاج نہ ہو بوجہ اس نور معرفت کے جو اسے خداوند
قدوس نے عطا فرمایا ہو۔ پس وہ اس علم کے ذریعے تمام مشکلات
کا حل کر سکتا ہے۔ اور لوائیت میں ہے کہ قطب اپنی قطبیت میں
کامل نہیں ہوتا جب تک کہ حروف مقطعہ جو سورۂ قرآن کے اوائل میں
ہیں ان کا اچھی طرح ماہر و عالم نہ ہو جائے۔ جیسا کہ الم والمص
وغیرہ وغیرہ۔ اور جواہر اوراد میں مذکور ہے کہ اکثر اولیاء قطب
کے پاس نہیں رہ سکتے۔ اور اس کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ
اس کی شان اختفا ہے۔ اگر کسی شخص پر جلوہ افروز بھی ہو تو تاب ۔

لا سکیگا۔ اور اپنے سر کو نہ اٹھا کر دیکھیگا۔ مگر وہ اہل اس رتبہ کا کر
دیا جائیگا۔ اور مناظر میں فرماتے ہیں کہ قطب اللہ تعالیٰ کے صیانت و
عبرت کے حجمہ میں محبوس ہوتا ہے اور لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ
یہ قطب ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی طرح عبادت وغیرہ کرتا ہے جیسا کہ
باقی لوگ کرتے ہیں۔ اور عادات اور عبادات اور فرائض اور نوافل
کے میاں میں درگذر کرتا ہے۔ تاہم وجہ اس سے فرق عادات
مثلاً طی الارض (زمین کو طے کرنا) اور ہوا میں چلنا اور پانی پر
چلنا وغیرہ وغیرہ شاذ و نادر صادر ہوتے ہیں اور اپنے فرائض نماز
با جماعت میں گذارتا ہے۔ اور اس کے رہائشی اماکن مختلف ہوتے
ہیں اور مسجدوں میں اور جمعوں میں لوگوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔
اور خداوند کریم بحفاظت خود ان کی کلام میں غلطی واقع ہونے نہیں
دیتا۔ اور لوگوں کے ساتھ کلام بہت کم فرماتا ہے اور ملاقات وغیرہ
بھی کم کرتا ہے مگر ہمسایہ کے ساتھ بہت میل ملاپ رکھتا ہے تاکہ وہ
واقف نہ ہو جائے کہ یہ قطب ہے اور وہ یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں
کی بہت خدمت کیا کرتا ہے۔ اور ایسی عورت سے رغبت وغیرہ بھی

کرتا ہے اور اپنی اولاد سے ہنستا دیبار وغیرہ بھی کرتا ہے تاکہ حق تعالیٰ
اس سے راضی اور لوگوں سے مذاق بھی کرتا ہے۔ مگر مذاق میں بھی صدق و
صفا ہوتا ہے۔ اور اگر لوگوں کو اس کی شان معلوم ہو جائے اور اس کے
حال سے واقف ہو جائیں تو وہاں سے انتقال فرما کر کسی دوسری جگہ
چلا جاتا ہے۔ اور اگر انتقال پہ قدرت نہ ہو اور لوگ اسے رخصت
نہ دیں تو ان سے طلب حاجات بذریعہ سوال کرتا ہے اور سوال بہت
الحاح کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو نفرت کھا کر چھوڑ دیں۔ کبھی مختلف
صورتوں میں متبدل و متحول ہو جاتا ہے جسطرح فرشتے آدمی کی صورت
تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور خوبصورتی یا جمال کو پسند کرتا ہے کیونکہ جمال
ربوبیت میں مقید و محقق ہے اور قطب بغیر کسی سبب کے روزی نہیں کھاتا
یعنی اس کی روزی کا ذریعہ کوئی نہ کوئی کسب ہوتا ہے۔ بہر حال حلال
روزی کھاتا ہے۔ اگر کچھ نہ ملے تو فاقہ کاٹتا ہے۔ لیکن
زاہدوں کی طرح باختیار بھوکا نہیں رہتا کہ باوجود بھوک کے یاد خدا
کرے۔ اور یہ تمام مناظر میں مذکور ہے۔ اور اہل شہر کے تمام مصالح
ملیات اولاً قطب پر نازل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں امامین پر اور

بعد ازیں اوتاد اربعہ پر اور بعد اسکے سات ابدالوں پر اور اسی طرح تنزل اختیار کرتے ہوئے تا آخر دائرہ تک پہنچتے ہیں اور جونکہ یہ قطب اس شہر پر قابض ہوتا ہے۔ لہذا ان مصائب کو اس شہر کے تمام مومنوں پر تقسیم فرما دیتا ہے۔ اور بسا اوقات شہر کی تمام مصیبتیں ایک ہی شخص کے سر پر اٹھا دیتا ہے۔

اسیطرح جواہر میں لکھا ہے کہ تمام مصیبتیں اور تمام نعمتیں اور رجال مردم (یعنیں عمر) اول قطب پر اترتی ہیں۔ پھر باقی لوگوں پر۔ صاحب یوانیت فرماتے ہیں قطبیت کی کوئی مدت نہیں کہ پہلے اسکے قطب اپنی قطبیت سے معزول نہ ہو۔ بلکہ یہ ایک ہی سال رہتی ہے۔ اور گاہ زیادہ اور گاہ کم۔ اور کبھی ایک ہی دن رہتی ہے اور گاہ ایک ہی ساعت بعد ازاں زائد ہو جاتی ہے کیونکہ قطبیت ایک بڑا مشکل مقام ہے۔ کیونکہ صاحب قطبیت تمام ممالک اور تمام رعایا کی مشقتوں کو برداشت کرتا ہے۔

میزان میں فرماتے ہیں کہ جو شخص قطب کی بائیں طرف بیٹھتا ہے وہ از روئے مرتبہ بلند تر ہے اس سے کہ قطب کی دائیں طرف

بیٹھتا ہے اور جب قطب صاحب کا وصال ہو جائے تو بائیں طرف کا شخص اس کا وارث ہو جاتا ہے اور دائیں طرف کا بائیں طرف بیٹھ جاتا ہے اور حضرت سید اشرف جہانگیر سے لوگوں نے دریافت کیا کہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ یہ غوث جو دائیں طرف ہے جانشین ہوتا کیونکہ اصحاب یمین بر اصحاب شمال شرف دارند پس قاعدہ چاہئے تھا کہ صاحب یمین کو خلافت ملتی اور اس کا الٹ ہوا۔ جواب میں فرماتے ہیں کہ شعر از طرف مترجم ؎

مکتب عشق کو کیا ہی دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

چونکہ صاحب شمال (بائیں طرف والا) ناظر اجسام و محافظ دائرہ انام (محافظ دائرہ مخلوق ہے جنہیں تغیر اور تبدیلی بہت واقع ہوتی ہے اور صاحب یمین ناظر عالم ملکوت (عالم روحانیات) ہے جس میں تغیر و تبدیلی بہت کم واقع ہوتی ہے۔ یعنی صاحب شمال کا کام مشکل ہے بہ نسبت صاحب یمین کے۔ لہذا اس کا مرتبہ بھی زیادہ ہے اسلئے بعد انتقال قطب خلافت کا وہ مستحق ہے۔ اور یہ بیان کیا جاتا ہے

کہ غوث کا جنازہ غوث ہی پڑھاتا ہے دوسرے کو جائز نہیں۔ اور غوث لوگوں کی نظروں سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر اور غوث کا جسم دنیا بھر کی تمام لطیف چیزوں سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ یہانتک اگر دو آدمیوں کو آپس میں ملا کر کھڑے کر دو تو غوث ان دونوں کے درمیان سے گذر جائیگا۔ لیکن ان کو پتہ تک بھی نہ ہوگا۔ اور کشف اللغات میں فرماتے ہیں کہ افراد صوفیوں کی اصطلاح میں صرف تین ہیں کہ بتجلی فردیت بواسطہ حسن متابعت عالم ما کان وما یکون مالک رقاب الامم باعث کون ومکان حضرت قبلہ حاجات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وسلم متجلی ہیں۔ اور یہ تینوں بوجہ غایت کمال کے دائرہ قطب الاقطاب سے خارج ہیں۔

اور فصل الخطاب میں مذکور ہے کہ خداوند کریم اپنے جہان کی بوجہ ایک فرد کے حفاظت فرماتا ہے اگرچہ وہ قطب نہ ہو۔

اطلاع غوث و ادراک قطب

اور صاحب لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ مراد خارج از

دائرہ قطب الاقطاب سے یہ نہیں کہ وہ خارج ہیں بلکہ کوئی شخص بھی غوث کی اطلاع سے اور ادراک قطب سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ابدال اور اوتاد اور اخیار وغیرہم غرضیکہ جو بھی سالکان درگاہِ ربانی وتابانِ بارگاہِ سبحانی ہیں سب کے سب جہان کے بڑے بڑے مشہور کاموں میں ایک دوسرے کے نیز ایک غوث کے محتاج ہیں بخلاف افراد کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں۔ اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں اور صاحب فتوحات فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام افراد کے مرتبہ میں ہیں اور حبیب رب العالمین سرورِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم قبل از عطاء نبوت وقبل از بعثت اسی مرتبہ پر فائز المرام تھے

بیان امامین

اور حضرت امامین یعنی دو امام ہیں جو قطب کے وزیر ہیں۔ ایک کا نام عبد الرب ہے جو قطب صاحب کی دائیں جانب مسند وزارت پر تشریف فرما ہیں اور وہ ناظر ملکوت (ناظر روحانیات) ہیں اور دوسرے کا نام عبد الملک ہے جو قطب صاحب کی بائیں طرف مسند وزارت پر جانشین ہے اور وہ

ظاہری ملک کی نظر رکھتا ہے اور وہ عبدالرب پر فوقیت رکھتا ہے
اور صاحب مناظر فتوحات سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ انبیا علیہم الصلوٰۃ
والسلام جن کو امامت سے شرف ملا چار ہیں حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت
اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام
ہیں اور اولیاء کرام میں سے حضرت شباب اہل الجنت امام حسن اور
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں۔ اگرچہ دیگر اولیاء کرام
کو بھی بقدر مرتبہ ملا مگر انکو تو بطریق اتم حاصل ہوئی اور الامامت
وصال (امامت بمعنی وصال ہے) اور وہ امام جو دائیں طرف
کی مسند کا مالک ہے ہمیشہ گریہ وزاری کرتا ہے۔ بوجہ شفقت و ترحم کے
خلق خدا پر کیونکہ وہ خلق کو معاصی اور جرائم کا مرتکب دیکھتے ہیں اور
تحمل نہیں کر سکتے تو لاجرم خداوند کریم کی طاعت اور اتباع شریعت
اور اس کی بارگاہ کی طرف ہمیشہ بلاتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں
بھی ہمیشہ ہی سائل رہتے ہیں کہ الٰہی اپنی مخلوق کو صراط المستقیم کی ہدایت
فرما اور ان کو ارتکاب معاصی و جرائم اور مخالفت حبیب رب العالمین

سے محفوظ رکھو تاکہ یہ دوزخ میں نہ جائیں اور حضرت امام الشمال عبدالملک صاحب مہابت و ولایت ہیں۔ کہ صاحب تصرف جمیع اسمائے الٰہی ہیں۔ جن اسماء کا تقاضا ہے کہ دنیا قائم رہے۔ مثلاً خالق ورازق اور ملک وغیرہ اور وہ خلق خدا پر ہمیشہ کرم و انعام فرماتا ہے اگرچہ مخلوق کو اس کا مطلق علم نہیں ہوتا اور اس کو تمام ارواح ماری یعنی خیالیا ملین پر اچھی طرح سے غلبہ اور تسلط ہوتا ہے۔

ابدال جانداروں کو نہیں ستاتے

لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں کہ ابدال کسی حیوان ناطق اور غیر ناطق کو نہیں ستاتے اور نہ انہیں پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ کہ جانوروں کو تکلیف ہو۔ بطور مثال کہ ایک برتن فروش کچھو کو اپنی دکان سے اٹھا کر جنگل میں چھوڑ آتا۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔ کہ میرا باپ کسی جانور کو نہیں مارتا تھا۔ یہ ہے مذہب ابدال کا۔ اور یہ ہر دو ابدال تھے۔ ایک آدمی نے اپنے احسن اوقات میں فرشتہ کو دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ لوگ تمہیں کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ فرشتہ نے کہا۔ کہ جو کسی جانور کو نہ ستائے

وہ ہمیشہ نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اسی شخص کو ایک دن چیونٹی نے کاٹا۔ تو اس نے کوئی چیز اٹھا کر اس پر ماری یہانتک کہ چیونٹی گر پڑی۔ اس کے بعد اس نے کبھی فرشتہ کو نہیں دیکھا۔

اور لطائف اشرفی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اصفیا نامدار یعنی مشہور (صوفیوں کی جماعت) کا بیان ہے کہ

بیان رجال الغیب کہ سات ہیں

رجال الغیب بحسب تعداد سات

ہیں۔ ابدالوں سے اور ان کے دریا قدس کو معلوم کرنا تاکہ ان کے ہاتھوں پر توبہ کی جائے بہت اہم ہے۔ فتوحات میں مرقوم ہے کہ صوفیا کرام کی ایک جماعت نے ہمیشہ اپنی توجہ انکی منزل معلوم کرنے میں لگا رکھی ہے اور ہر نیت سے کہ ان کی بارگاہ تک رسائی ہو سکتی ہے کر رکھی ہے تاکہ ان کو اپنی ترقیات کا شفیع بنائیں۔ اور ان کو جس کام میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے تو ان سے مدد مانگتے ہیں اور ان کو تصور کرتے ہیں اور اپنا پشت پناہ تصور کرتے ہیں یعنی اس طرح سمجھتے ہیں گویا کہ یہ ابدال ہماری پشت پر کھڑے ہیں۔ اگر کہیں

مل بھی جائیں سفر میں ان سے بات چیت بوجہ ہیبت نہیں کرتے اور
ایام جنگ میں ان کے مدمقابل نہیں ہوتے اور ان کی مواجہت
سے پرہیز کرتے ہیں۔

طریقۂ التزام رجال الغیب

طریق التزام رجال الغیب
یہ کہ صبح کے وظائف وغیرہ

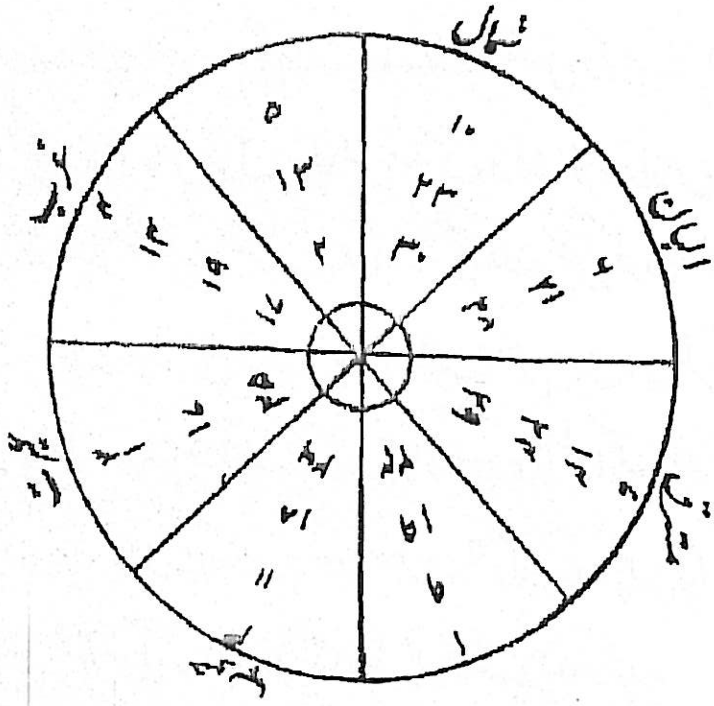
سے فارغ ہو کر ان کے دائرہ میں نظر کرے اور ہر حرف کو جو اس
دائرہ میں ہے متوجہ ہو کر دیکھے اور اپنے دل کا رخ ان کی طرف
رکھے پھر یہ کہے کہ یا ارواح المقدسة ویا رجال الغیب
اعینونی بقوة وانظرونی بنظرة ایّای۔ ترجمہ: اے
ارواح مقدسہ اور اے رجال الغیب اپنی پوری قوت سے اس عاجز
کی مدد فرماؤ اور اسکو نظر کرم سے دیکھو۔ اس عبارت کو پڑھ کر ان کی
طرف خوب توجہ سے کھڑا ہو کر کہے اور آخر میں ان کی طرف پشت کرے
اور ان کو اپنی پشت پناہ سمجھے اور اپنے تفکرات کو بھی اسی خیال میں
غرق کر دے اور ایسا جانے کہ میں کسی چیز پر آسرا لگائے ہوئے ہوں
اور اسی اعتماد پر اپنے آپ کو ڈال دے اور کچھ مدت تک اسی پر بلا

کرے تو جو حاجت ہوگی اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے پوری ہو جائیگی۔ خواہ عامل ملوک و مجالس سلوک و قضاۃ و مدارس وغیرہ وغیرہ میں غرضیکہ مشکل ہر جگہ سے برآئے گی اور یہ تجربہ کردہ شعبدہ ہے۔

فائدہ۔ جس طرف رجال الغیب معلوم ہوں اس طرف سات قدم چلے اور مقابلتاً سامنے آئے اور سورہ فاتحہ ایک بار۔ سورۂ اخلاص گیارہ بار تلاوت کرے اور اسطرف تھوکدے۔ پس جہاں بھی جائیگا فتح ہی فتح ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ مجموعہ سید عبدالرشید۔

اور جس کام میں رجال الغیب اس کے پس پشت ہونگے۔ بہترین وجہ پر کام کو سرانجام دینگے۔ اور جنگ وغیرہ میں اسکی مدد فرمائینگے۔ اور وہ رجال الغیب جو بائیں طرف ہوں کمتر ہیں بنسبت ان کے جو سامنے مقابلۃً ہوں وہ بالکل اچھے نہیں۔ اور اس جنگ میں خطرہ جان ہوگا۔ اس سے بھی کمتر وہ ہیں جو دائیں طرف ہوں اور ہر تینوں طرفیں کہ تصور کی جاویں آگے اور پیچھے کے درمیان بائیں طرف کو وہ تینوں ہی بائیں طرف میں داخل ہیں۔ اور اسی طرح جو تینوں طرفیں دائیں طرف میں متصور ہوں دائیں طرف میں داخل

ہیں اور دائرہ رجال الغیب ذیل ملاحظہ ہو۔



الحاصل دائرہ رجال الغیب بتاریخ سات۔ اور چودہاں[14] اور
بائیس[22] اور نو[9] مشرق میں رہتے ہیں۔ اور چار[4] اور بارہاں[12] اور انیس[19]
اور ستائیس[27] تاریخ کو مغرب میں ہوتے ہیں۔ اور تین[3] اور تیرہ[13] اور
اور اٹھارھویں[18] اور چھبیسویں[26] تاریخ کو جنوب میں تشریف فرما ہوتے
ہیں۔ اور آٹھویں[8] اور پندرھویں[15] اور تیئسویں[23] اور تیسویں[30] تاریخ میں
میں شمال میں موجود ہوتے ہیں۔ اور پہلی اور نو[9] اور سولہویں[16] اور

چوبیسویں[۲۴] تاریخ کو مشرق اور جنوب کے درمیان میں ہوتے ہیں اور اکیسویں[۲۱]
اور اٹھائیسویں تاریخ کو مشرق اور شمال کے وسط میں رہتے ہیں اور
دوسری[۲] اور دسویں اور ستارھویں[۱۷] اور پچیسویں[۲۵] تاریخ کو مغرب اور جنوب
کے وسط میں ہوتے ہیں۔ پانچویں اور انتیسویں[۲۹] اور تیسویں[۳۰] کو وسط مغرب و شمال

ذکر خضر و الیاس علیہم السلام

اب یہ سمجھو کہ خضر بکسر خاء وسکون ضاد اور بکسر خاء
فتح ضاد اور بفتح خاء وکسر ضاد۔ اور ان کا نام بلیان بن ملکان
ہے۔ اور بعضوں نے ان کا نسب نامہ یوں لکھا ہے۔

بلیان بن کلیان بن فالغ بن غابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام
بن نوح۔ اور بعضوں نے یوں تحریر فرمایا کہ نام ان کا کلیان بن ملکان
تھا۔ اور بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ ملکان بن ملیان بن کلیان
بن سمعان بن سام بن نوح۔ اور ان کی کنیت ابو العباس ہے اور
خضر آپ کا لقب ہے۔ اور آپ کو حضرت خضر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ
جس جگہ آپ بیٹھتے تو وہ جگہ سرسبز ہو جایا کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہ
بھی آپ نے اپنی حیات طیبہ میں ایک دفعہ

غار کے اندر کہ وہاں چشمہ آب حیات تھا جا کر کچھ آب حیات نوش فرمایا تھا۔ یہ سب اس کی برکت ہے۔ اکبر نامہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ملک شہیر اد سے دو فرسخ کے فاصلہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ آپکی ولادت ہوئی تھی۔ اور بعض کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بہت کم مدت کے بعد پیدا ہوئے اور برحی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ بہت بعد پیدا ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام فرعون علیہ اللعنت کے فرزند تھے۔ تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ یہ قول بہت غریب و نادر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام مالک کے فرزند تھے جو الیاس کے بھائی تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے اور حضرت لیقوس بیرخی نے اپنے رسالہ امدالیہ میں بیان کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچ

جانتے ہیں مثلاً ملکان بن سمعان بن سام بن نوح علیہ السلام اور فتاویٰ
صوفیہ میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی صفت یہ ہے کہ آپ کا
قد بلند ہے۔ عمر کے پرانے رخسارے کشادہ اور ابرو سفید ہے ہاتھ پاؤں
درمیانے نہ چھوٹے نہ لمبے اور گفتگو بہت کم فرماتے ہیں۔ نرم خوئے غمزدہ
اور کسی طرف بہت کم التفات فرماتے ہیں۔ اور بہت جلدی چلتے ہیں۔
قمیص بہت چھوٹی پہنتے ہیں اور دستار مبارک بھی چھوٹی سراسنے
جوتے سخت چمڑے کے اور لباس ہمیشہ غریبانہ غیر متکلف بے رعونتی
(تکبر کا لباس) ہوتا ہے اور ناگہاں تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ کوئی
جان بھی نہیں سکتا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور ناگہاں غائب
بھی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پتہ نہیں چلتا کہاں تشریف لے گئے۔ صاحب
انجاء الاحیاء فرماتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام کے تشریف لانے کی علامت
یہ ہے کہ قبل ظہور آپ کے تھوڑی سی یاد تیز آیا کرتی ہے اور اکثر نامہ میں
حضرت عروہ شیخ علاء الدولہ سمنانی فرماتے ہیں خضر علیہ السلام نکاح بہت
کرتے ہیں اور ان کے گھر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں اور وہ فرمان برداری
بھی بہت کرتے ہیں۔ کوئی شخص بطاقت خود اس کا پیچھا کر کے ملاقات

نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر خود بخود ملیں تو علیحدہ بات ہے اور خضر علیہ السلام
نے اہل دنیا سے سات ماہ اور ایک سو سال تنہائی اختیار کی یہانتک
کہ اس کا کوئی لڑکا نہ رہا۔ اور وہ بصورت دلال خرید و فروخت
کیا کرتے ہیں اور آپس میں لوگوں کا سودا کراتے ہیں اور دلالی لیتے
ہیں اور اپنا گزارا کرتے ہیں اور وہ کیمیا گری سے بھی آگاہ ہیں اور
حق تعالیٰ کے حکم سے دنیا کے پوشیدہ خزانوں پر مطلع ہیں۔ اور بموجب امر
الٰہی ان خزانوں کو مخلوق کی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے تقسیم
بھی فرما دیتے ہیں اور ان کو اپنے کاموں میں ہرگز صرف نہیں فرماتے
ہیں اور نغمہ و سرود سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ گاہ گاہ رقص میں بھی
آجاتے ہیں اور بسا اوقات تمام دن تک مدہوش رہتے ہیں ہر پانچویں
صدی میں ہزار برس گذرنے سے پہلے از سر نو جوان بن جاتے ہیں یہ
حضرت خضر علیہ السلام کی شان ہے اور بعد ازاں ایک سو بیس سال
پھر از سر نو جوان بنتے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سال
حضرت خضر علیہ السلام حوالی میں تارہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وسلم کی ہجرت مبارکہ سے لے کر آج تک سات دفعہ

نار کی اختیار کر چکے ہیں اور آپ قطب و ابدال سے بہت ملاقات رکھتے ہیں اور ان کی نیابت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک قافلہ مدینہ منورہ میں شتربانوں کا پتھر سے کر پہنچا۔ اور پتھروں کو اونٹوں سے اتار رہے تھے یہانتک کہ ایک پتھر حضرت خضر علیہ السلام کے سر مبارک پر لگا اور وہ زخمی ہوگئے اور لوجہ سردی وغیرہ اس میں ورم پڑ گیا حتیٰ کہ آپ نے تین ماہ تک تکلیف اٹھائی۔ اور آپ کی پیغمبری میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ پیغمبر تھے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ ہرگز نہیں آپ تو ایک ولی تھے لیکن تکمیل میں لکھا ہے کہ اصح قول یہی ہے کہ آپ نبی تھے اور آپ معمر اور محجوب از ابصار ہیں یعنی آپ کی عمر تا قیامت دراز ہوگی اور آپ مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں تا روز قیامت اسی طرح رہیں گے بوجہ اس شرف کے کہ جو آبحیات کی نوشیدگی سے ملا ہے اور بعض آپ کو ولی کہتے ہیں۔ مگر یہ خیال کہ آپ فرشتہ تھے آدمی کی صورت متمثل ہو کر دنیا میں تشریف لائے بالکل باطل ہے اور یواقیت میں تحریر فرماتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام کا مقام برزخ ہے

درمیان ولایت اور نبوت کے چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی
اپنی کتاب فتوحات میں فرماتے ہیں کہ مقام الخضر علیہ السلام
دون النبوۃ وفوق الصدیقیۃ ویسمی مقام
القودیۃ وانکر الامام الغزالی ھٰذا المقام۔
ترجمہ۔ (حضرت خضر علیہ السلام کا مقام نبوت سے کم اور ولایت
صدیقین سے بلند ہے جس کا شرف صوفیہ میں مقام القودیہ اور
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار فرمایا ہے اور آپ
بقول جمہور علماء زندہ ہیں اور کہیں نہیں جاتے جب تک قرآن پاک
کو اپنے ساتھ نہ لے لیں۔ محدثین کی ایک جماعت نے آپ کی
حیات طیبہ کا انکار بھی فرمایا ہے اور اکثر نامہ میں منقول ہے کہ حضرت خضر
علیہ السلام اکثر خشکی میں سیر فرمایا کرتے ہیں اور خشکی کے جنگلوں میں
بھولوں کو راہ دکھاتے اور بتاتے ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام
دریاؤں میں اور سمندروں میں بھولے ہوؤں کی راہنمائی کرتے ہیں
اور بعض کا خیال اس کے برعکس ہے یعنی خشکی میں کام حضرت الیاس
علیہ السلام کرتے ہیں اور تری میں حضرت خضر علیہ السلام۔ اور پھر

ایک کے ساتھ دس دس اللہ کے نیک ستے ہوتے ہیں وہ بہت دیر تک زندہ رہتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں خضر مقام بسط کا نام ہے اور الیاس مقام قبض کا نام ہے۔ (از مترجم مقام بسط سینہ کھل جانیکا نام ہے اور مقام قبض سینہ بند ہو جانے کا نام ہے)۔

پانچویں فصل ختم ہوئی

نزهۃ السالکین

فصل ششم

زیارتِ قبور میں

فصل ششم

زیارت قبور میں

نفحات شریف میں فرماتے ہیں ایک درویش نے حضرت شیخ علاوالدولہ قدس سرہ العزیز سے سوال کیا کہ جب اس بدن خاکی میں ادراک نہیں۔ ادراک تو محض روح کا کام ہے اور روح اس سے جدا ہو کر عالم ارواح میں جا پہنچی کیونکہ اس میں کسی طرح کا حجاب نہیں۔ اب قبر پر جانے کی کیا ضرورت ہے اور کیا فائدہ ہے۔ کیونکہ جس مقام پر کسی بزرگ کی روح کیجانب توجہ کریں وہاں انکی روح موجود ہو جائیگی۔ یہ کہ اسی قبر کی خاک ہی ہو۔ شیخ صاحب جواب میں فرماتے ہیں کہ اس میں بہت فائدے ہیں اول یہ کہ جس کسی بزرگ کی قبر پر بقصد زیارت جائے۔ تو جتنی دفعہ جائیگا اتنی ہی دفعہ توجہ بزرگ کی زیادہ ہوگی۔ اسکا ثواب ہوتا رہیگا۔ اور جب قبر پر پہنچ کر اپنی حس سے (آنکھوں سے) مشاہدہ کرے اور اپنی حس کو اس قبر کی خاک کی طرف اچھی طرح مشغول کر دے تو اس میں بہت

فائدہ ہوگا اور دوسرا اس روح کے اس بدن میں آنیکا فائدہ یہ ہے کہ
ہرچند ارواح کو حجاب نہیں بلکہ انکے آگے تمام عالم یکساں ہے۔ مگر جب سے وہ
روح بدن میں آئی اور اسکے ساتھ کچھ دیر صحبت رکھی اور اسی بدن کیساتھ
بعد از حشر اٹھکر تا ابدالآباد رہیگی اسوجہ سے اسکی نظر اور تعلق اس موضع قبر کی
طرف زیادہ ہوگی۔ پس وہی درویش حکایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جنید
علیہ الرحمۃ کی جائے رہائش میں ایک بار خلوت میں بیٹھا تو بہت ہی
لذت و ذوق پایا۔ مگر جب کچھ عرصہ بعد انکی قبر مبارک پر پہنچ کر
زیارت کی تو اسقدر ذوق حاصل نہ ہوا تو میں نے اس راز کو شیخ کی خدمت میں
پیش کیا فرماتے ہیں کہ یہ بتا کہ وہ لذت و ذوق جو تونے پایا تھا حضرت
جنید علیہ الرحمۃ کے سبب پایا تھا یا نہ۔ تو میں نے عرض کی یہ ذوق ان کے
سبب تھا۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جس جگہ میں آپ اپنی
حیات میں تھے اسجگہ پر آنا جانا بہت دفعہ ہوا کرتا تھا اور آپ بھی وہاں موجود
رہتے تھے۔ پس وہ ذوق جو حاصل ہوا اس حال میں کہ روح بدن میں ہو بوجہ
اسکے اس روح نے چند سال بدن کے ساتھ صحبت رکھی اور اسکا بدن کے ساتھ زیادہ
تعلق تھا لازمی ہے کہ ذوق زیادہ حاصل ہو۔ بنسبت اسکے بعد از وصال۔

کیونکہ اسوقت اسکے ساتھ ملاقات و تعلقات روحانی طور پہ ہوتے ہیں جو بوجہ توجہ کے حاصل ہوتے ہیں تو ممکن ہے کہ توجہ میں کوئی قصور واقع ہوا ہو جسکی وجہ سے وہ ذوق حاصل نہ ہو سکا ہو اور جس خرقہ میں ولی ہوتا ہے اسمیں ایسے وہ ذوق مشاہدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بدن اس خرقہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔ فوائد اور بھی ہیں (۱) اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کیساتھ اسی جگہ میں بیٹھ کر توجہ کرے تو اسے بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ اور اگر مدینہ منورہ جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت طیبہ اسکے چلنے سے اور اسکے راستہ کی تکلیف وغیرہ سے اچھی طرح واقف ہوتی ہے اور جب وہاں پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کلی طور پہ متوجہ ہو کر آپکا تصور کرے تو اس فائدے کے درمیان اور اس فائدے کے درمیان فرق عظیم ہے اور اس معنی و راز کو اہل مشاہدہ خوب جانتے ہیں۔ اور نفحات شریف میں یہ بھی ہے۔ جسکو حضرت علاؤ الدین عطار قدس سرہ سے نقل کیا کہ اگرچہ قرب صوری و ظاہری کو زیارات مشاہدہ مقدسہ میں بہت اثر ہے مگر حقیقت میں توجہ بارواح مقدسہ کیلئے بعد مانع نہیں حدیث شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ ترجمہ۔ (درود بھیجو

مجھ پہ جہاں بھی ہو تم) اس بات کی دلیل ظاہر ہے اور اہل قبور کی صورِ مثالیہ
جو مشاہدہ میں نظر آئیں انکو کچھ زیادہ اعتبار نہیں۔ اس معاملہ میں کہ ان کو توجہ
انکے اوصاف کے بھجلیے اس توجہ میں اور اس زیارت میں کہ جو مرا فیہ اہلِ دل کی
تھی اور بڑے بڑے مشائخ کے مزارات کی زیارت کرتے ہیں زیارت کنندہ کو
اسقدر فائدہ حاصل ہوگا جسقدر وہ اس بزرگ سے واقفیت رکھتا ہوگا اور حواشی
نفحات میں لکھا ہے کہ مراد شناخت سے یہ نہیں کہ شناخت بطریقِ علم ہو بلکہ
بطریقہ ذوق و وجدان ہے کہ اس صفت میں پہنچ جانیکے بعد حاصل ہوتی ہے
اور بعد تحقیق اس مقصود کے اور جب اس صفت میں اسکا شریک ہو جائے تو اسکو
اس صفت میں ترقی واقع ہوتی ہے اور حکم اسکا یعنی صفت کا اس میں ظاہر ہو
جائے اسی حد سے یہ ظرفی ہے شناخت صفت کی بہتر تمثل روح سے ساتھ صورت
مثالیہ کے۔ باایں ہمہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ
تعالےٰ اسکا گواہ ہے ادبنا احسن اور اولیٰ ہے خلق کے محاورہ بیلنے سے اور یہ بیت آپکی
زبانِ حق گو پر بہت رہتی تھی۔ اکثر اوقات اسکو تلاوت کیا کرتے تھے ؎

بیت تو تا کی گورِ مرداں را بینی ؛ بگرد کارِ مرداں کہ درستے

بزرگانِ دین کی زیارت کرنیسے یہ مقصود حاصل ہوتا ہے کہ توجہ بحق تعالےٰ سبحانہٗ ہو

جاتی ہے اور اس بزرگ برگزیدہ کی روح مبارک نے جو الی اللہ کا ایک وسیلہ عظیم
بن جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے ساتھ اس طرح تواضع کرنی
چاہیئے کہ ظاہراً تواضع خلق کی ہو سے مگر حقیقت میں وہ تواضع حق سبحانہ تعالےٰ
عز و جل کی ہو۔ اسلئے کہ تواضع مخلص خلق کی اسوقت پسندیدہ ہوگی جب محض اللہ تعالےٰ کی ہو
بایں وجہ اولیاء کرام مظاہر آثار قدرت و حکمت ہیں اور اگر تواضع للہ نہ ہو تو یہ
تواضع اصطلاح صوفیہ میں تو ایک اسس بندہ کی صفت ہے حضرت مظہر انار
قدرت شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں فرماتے
ہیں کہ علماء حق کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے۔ اسلئے یہ کہ زیارت
سبب ہے رقت قلب اور تذکرہ (یاد کرنا) موت سے اور لوسیلگی استخوان و فنا دنیا

اہل قبور سے استمداد حاصل کرنا

کا علاوہ انہیں امداد کے دعا راموات اور
اسکے لئے استغفا ہے مگر استمداد باہل قبور یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام
سوا کسی اور اہل قبر سے مدد مانگنا اسکا اکثر فقہاء کرام سے انکار فرمایا ہے
مگر تمام صوفیہ کرام اور بعض فقہاء کرام نے اسکو خوب ثابت کیا اور وہ اسکے
قائل اور شیخ بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ یہ امر اہل کشف کے نزدیک محقق اور مقرر
اور مجرب ہے اور بہت لوگوں سے اہل قبور کے ارواح مقدسہ سے مدد و فتوح

حاصل کیئے۔ لہذا حضرت محدث امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ علیہ کی قبر انور حصول مطالب کے لئے ایک تریاق مجرب کا حکم رکھتی ہے اور حجۃ الاسلام و مصدر تصوف حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے آپکی وفات کے بعد مدد مانگی اسطرح ہے کہ آپکی حیات طیبہ میں استمداد کی۔ مشائخ عظام سے ایک حضرت کا بیان ہے۔ میں نے چار اشخاص کو مشائخ کبار سے اپنی قبروں میں یعنی بعد از وصال تصرف فرماتے ہوئے دیکھا جیسا حیات طیبہ میں تصرف فرمایا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زائد۔ ایک حضرت قبلہ حاجات معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ۔ دوم مالک رقاب الاولیاء و تاج العارفین و اکمل الکاملین میراں محی الدین غوث اعظم حضرت پیراں پیر دستگیر عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور دو اور بزرگ ہیں جنکا شمار کیا تھا لیکن اسے حصر مقصود نہیں۔ انہوں نے تو اپنا دیدہ و یافتہ ہی بیاں فرمایا ہے۔ اور حضرت سیدنا احمد بن ازدق جو اعظم فقہاء و علماء کرام و مشائخ دیار مغرب میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ ابوالعباس مغربی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے سوال کیا کہ زندہ سے مدد مانگنا قوی ہے یا میت سے تو میں نے جواب دیا کہ قوم کا خیال تو یہ ہے کہ امداد حی (زندہ) قوی ہے امداد میت سے۔ لیکن بندہ کا خیال یہ ہے کہ میت کی امداد

حی سے قوی تر ہے۔ پس حضرت شیخؒ نے فرمایا درست ہے کیونکہ وہ لساط حق اور اس کی حضوری میں سب ہے اور اسطرح کی روائتیں اس طائفہ سے بیشمار ہیں اور کوئی روایت قرآن پاک اور احادیث شریفہ اور اقوال سلف صالحین میں ایسی نہیں پائی جاتی ہے کہ منافی اور مخالف ہو۔ ان روایات سے اور قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی ہے اور اسکو علم اور شعور ہوتا ہے اور ان کے احوال ثابت رہتے ہیں اور کامل بزرگوں کی روحونکو حق تبارک و تعالے کی جناب قرب و مکان ثابت ہے جیسا حیات مبارکہ میں تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اکوان عالم میں اولیاء کرام کیلئے کرامت اور تصرف حاصل ہے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ مگر انکے ارواح مبارکہ کو اور ارواح باقی ہیں کماسبق اور متصرف حقیقی سوائے خداوند قدوس کے کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اور یہ تمام تصرفات اسکی قدرت کے آثار ہیں۔ اور یہ اولیاء کرام اسکی جلالت میں فانی ہیں اپنی حیات میں اور ممات میں اور اگر حاجتمند کو بوساطت کسی بزرگ کے اللہ تعالےٰ کے بزرگوں سے ایفاء حاجت کیا جائے تو بعید از قیاس نہیں جیسا کہ حالت حیات میں اور ہر دو حالت میں فعل اور تصرف اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کا ہی ہے۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں کہ فرق کرتی ہو درمیان دو حالتوں کے مگر اس پر دلیل ضرور ہو گی اور کثرالعباد

میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب زیارت قبور کو جائے مستحب ہے کہ گھر میں دو
نفل پڑھکر جائے یعنی اگر مکروہ وقت نہ ہو اور ہر رکعت میں بعد از فاتحہ
آیت الکرسی یکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور ثواب ان دو رکعتوں

آداب زیارت قبور

کا اہل قبور کو بخش دے اور راستہ میں کسی چیز کا
شغل نہ کرے یعنی بغیر مشغول ہوئے قبروں
میں چلا جائے اور جب قبر پر پہنچے تو پاپوش کو اتار کر اور قبلہ کی طرف پشت کرے
اور منہ بسوئے اموات کرکے کھڑے ہوکر یہ الفاظ کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ
يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ تم پر
سلام اے اہل قبور اللہ تعالےٰ ہم کو اور تم کو بخشش و مغفرت فرمائے تم ہمارے
آگے چلنے والے اور ہم تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اور اگر کسی شہید کی قبر
ہو تو یہ کہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (سلام ہو تم
پر بسبب اسکے کہ تم نے صبر کیا پس نیک نیت آخرت میں) پھر یہ کلمات کہے
علیکم السلام یا اهل لا اله الا الله من اهل لا اله الا
الله کیف وجدتم قول لا اله الا الله یا لا اله الا الله بحق لا اله
الا الله اغفر لمن قال لا اله الا الله واحشرنا فی زمرة من

قال لا الٰہ الا اللہ و لا نسلبنا قول لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ۔ اور بعد اس سورہ فاتحہ و آیت الکرسی پڑھے
پھر کچھ دیر بعد۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الخ اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ اور
مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں منجملہ آداب زیارت
سے ہے کہ صاحب مزار کی طرف منہ کرے اور پشت قبلہ کی طرف کرکے کھڑا
ہووے اور مسح نہ کرے ہاتھ سے اور نہ بوسہ دے قبر کو اور نہ جھکے کیونکہ یہ
نصاریٰ کی عادت ہے اور نہ خاک کو اپنے منہ پر ملے۔ کنز العباد میں فرماتے ہیں
کہ والدین کی قبر کو بوسہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور خزانۃ الروایات
قنیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ لا یمسح وضع الید علی المقابر
سنۃ و لا مستحبا و لا نری بہ باسا۔ یہ معلوم نہیں ہوا کسی کتاب سے کہ
ہاتھ رکھنا قبروں پر سنت ہے یا مستحب مگر اگر رکھ بھی لیا ہو تو کوئی حرج نہیں
اور مطلوب الطالبین میں بیان فرماتے ہیں کہ جب پیر کے روضہ مبارک پر یا استاد
کے مزار یا کسی اور بزرگ کی قبر پر زیارت کیلئے جائے تو مناسب یہ ہے کہ پھول
یا کسی قسم کی مٹھائی وغیرہ ساتھ لیکر جائے اگر میسر ہوں ورنہ کوئی سبز چیز ساتھ لے کر
جائے خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں اور مزار کے پاؤں کی طرف سے آئے اور وہاں

بوسہ دے پھر تین بار طواف کرے اور خزانۃ الروایات میں لکھا ہے کہ دستور
القضاۃ میں ملتقط ہے وان کان قبر صالح ویمکنہ ان یطوف
فی حولہ ثلث مرات فعل ذالک (اگر کسی صالح آدمی کا مزار ہو اور
ممکن ہو اسکا طواف کرنا تو اس کے گرداگرد تین دفعہ طواف کرے اور جب
طواف سے فارغ ہو تو مزار شریف کے سامنے دائیں کھڑا ہو کر یہ پڑھے۔
علیکم السلام یا اھل لا الہ الا اللہ الخ: پس پھول
یا سبزی کو داہنے ہاتھ میں لیکر مرقد شریف کے دائیں طرف قریب میت کے رکھکر بیٹھ
جائے اور شیرینی اور نقد کو اپنے آگے رکھ لے اور قرآن پاک کی چند آیتیں بھی
پڑھے اور انکا ثواب اس صاحب مزار کو بخش دے اور بعدہ ہر دو ہاتھ اٹھا کر درود
شریف اور فاتحہ اور آیت الکرسی اور اذا زلزلت الارض اور الھٰکم
التکاثر ایک ایک بار اور سورہ اخلاص گیارہ بار اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ
حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ
الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک بار پڑھے اور اسکا
ثواب اس بزرگ کی روح پر فتوح کو ہبہ کرے اور بخش دے پھر اپنی انگشت سبابہ

کو مزار شریف پر رکھ کر تین بار درود شریف پڑھ کر جو حاجت ہو اسکو بیان کرے
اور بڑی انکساری سے وہ شیرینی و روپیہ اس بزرگ کے وارثوں کو یا اس مزار
کے خادموں کو ہدیۃً دے دے اور خود رخصت ہو جائے ۔ اور لطائف
اشرفی میں فرماتے ہیں کلام کا ثواب بخش دینے کے بعد مزار کے قریب آ کر
غلاف شریف کے نیچے ہاتھ لا کر اپنی حاجت عرض کرے اور مشائخ کبار کی زیارت
کو بغیر شیرینی و پھول و سبزہ کے نہ جائے اور اگر قبر مبارک اسکے پیر کی ہو تو وہاں
ہدیہ نقدی لے جائے جس کے دو حصے کر کے ایک حصہ اس بزرگ کی اولاد کو
اور دوسرا خادموں کو دے ۔ مگر اولاد کو زیادہ دے ۔ اور جب مخلوق بہت ہو
تو چاہیے سب کی سب جدا جدا البتہ ہو کر ایک ایک جماعت زیارت کو آئے
یعنی جب ایک جماعت زیارت سے فارغ ہو جائے تو دوسری آئے اور خزانۃ
الروایات میں بیان فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اگرچہ زیارت جائز ہے مگر افضل
و اولی یہی ہے کہ وہ مزار شریف پر نہ جائیں اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ
زیارت تو تمام دنوں میں جائز ہے مگر مستحب ہفتہ کے دن ہے اور افضل زیارت
کیلئے چار روز ہیں ۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ (جمعرات) اور جمعہ اور شنبہ (ہفتہ) اور
جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ہے اور شنبہ کے روز پہلے طلوع آفتاب سے اور

پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت اور ترجمۃ المشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
دن زیارت کرنا بہتر ہے بنسبت باقی زیارتوں کے خصوصاً علی الصبح اور اس
طرح متعارف ہے حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) زادھما اللہ تعظیماً
و تشریفاً کہ وہاں کے لوگ جمعہ کے روز علی الصبح آکر معلیٰ اور جنت البقیع کی
زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور روایات میں آیا ہے اہل قبور کو جمعہ کے دن
علم و ادراک بیشتر دیا جاتا ہے بنسبت دیگر ایام کے تاکہ اپنے زائروں کو جمعہ کے
باقی دنوں سے زیادہ جان سکیں اور یہ مسئلہ جو ہمارے ملک میں اور عام لوگوں
میں مشہور ہے کہ جمعہ کے دن زیارت کرنا منع ہے اور اس کے متعلق روایت
نقل کیجاتی ہیں اسکا کوئی اصل نہیں اور نہ وہ صحیح ہے اور اسی طرح مشکوٰۃ کے ترجمہ
میں فرماتے ہیں کہ سفر کرنا واسطے زیارت قبور صالحین اور مقامات متبرکہ پر جانے
میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ مباح اور جائز کہتے ہیں اور بعض حرام کہتے ہیں
مجمع البحار میں بھی اسی طرح منقول ہے اور وہ حدیث شریف جو بخاری شریف
اور مسلم شریف میں آئی کہ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد
المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا سفر کو نہ
اختیار کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف۔ ایک کعبہ شریف کہ جسکو مسجد الحرام

بھی کہتے ہیں۔ دوم بیت المقدس کہ جسکو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔ سوم مسجد نبوی جو میری مسجد ہے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمائی کہ کسی جگہ کو سفر نہ کرو مگر تین مسجدوں کو اسکی وجہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ان تینوں کو ایسی فضیلت عطا فرمائی کہ کسی اور جگہ اتنی مرتبت نہیں دی گویا کہ فضل و عظمت وکرامت میں ممتاز فرما دیا۔ بخلاف دیگر مواضع کے حالانکہ ان میں بھی ایسے مواضع ہیں کہ جو باعث فضل وبرکت ہیں مگر شارع (خداوند کریم) کی زبان پر چونکہ نہیں گذرے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا تذکرہ فرمایا اس حدیث شریف کا مطلب اور مقصود یہ ہے کہ بحیثیت تقرب وتعبد (قرب حاصل کرنا و عبادت کرنا) جانا ہو تو ان تینوں مسجدوں میں جائے۔ لیکن اگر کوئی حاجت پڑے مثلاً تحصیل علم وتجارت وغیرہ اور واسطے ادا کرنے بعض حقوق بایں قدر سفر کرنا جائز ہے اور بعض نے کہا اسکا مطلب یہ ہے کہ نذر مان کر جانا بغیر ان تین جگہ کے جائز نہیں۔ اور اگر کسی اور جگہ نذر مان بھی لے تو واجب نہیں ہوتی اور بعض علما فرماتے ہیں یہ حدیث مساجد کے متعلق ہے یعنی بغیر ان تین مسجد کے کسی دوسری مسجد کی طرف سفر نہ کرنا چاہیئے باقی مواضع دیگر انکا تو تذکرہ بھی نہیں اور حضرت شیخ العلوم ظاہریہ و باطنیہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان تینوں جگہوں کا نام اہتمام شان کے واسطے لیا ہے کہ یہ تینوں مقامات
متبرک ہیں یعنی سفر میں چونکہ تکلیف ہوتی ہے لہذا کسی نے عبادت وغیرہ کے
لئے جانا ہو تو یہ تین مقام نہایت ہی اعلیٰ ہیں۔ لہذا سفر بغیر ان کے نہ کرنا چاہیئے۔

قبروں پر عالیشان عمارتیں بنانیکے بارہ میں

سفر السعادت کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ زمانہ نبوت وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام میں
مقابر میں بہ تکلفات نہ کئے جاتے تھے مگر بعد میں اسطرح روضوں کو مزین
کرنا اور بطور مفاخرت ادر مباہات شروع کئے گئے ہیں کیونکہ یہ محض واسطے اقتضاء
نظر عوام کے ظاہری مصلحت پر مشائخ کرام صوفیہ عظام کے روضوں اور قبروں کو
تعمیر کرکے اشیاء مزبہ کی زیادتی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اسواسطے کہ ان کی شان و
شوکت معلوم ہو۔ خصوصاً ہندوستان میں۔ کیونکہ اعداء دین ہنود میں سے اور کفار میں سے
یہاں بہت ہیں۔ اور ترویج ان مقامات کی اور اعلیٰ شان بزرگان بذریعہ روضہ وغیرہ
کفار پر رعب کا باعث ہے اور انکو تابع کرنیکا ایک ذریعہ ہے۔ بہت سے اعمال و
افعال و اوضاع ایسے دیکھنے میں آتے ہیں جو زمانہ سلف صالحین میں مکروہات

ہوا کرتے تھے مگر آخر زمانہ میں وہ مستحب و مستحسن سمجھے گئے مگر جو کچھ جہلا اور
عوام الناس کرتے ہیں یقین ہے بزرگوں کی روحیں اس سے خوش نہیں ہوتیں
کیونکہ بوجہ اپنے تقویٰ و دیانتداری کے وہ ان حرکات سے منزہ ہوتے
ہیں اور حضرت عبدالحق صاحب مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ
کسی پیغمبر یا صالح بزرگ کے قرب میں یا اسکی قبر کے نزدیک نماز ادا کرنا
جو قبر کی تعظیم یا توجہ قبر کی جانب کرکے نہ کی جائے بلکہ اسکی مدد کے حاصل
کرنے کی نیت کی غرض سے اسواسطے ادا کی جائے تاکہ اس عبادت کا ثواب
بوجہ برکت قرب اور روح پاک کی مجاورت کے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فصل ششم ختم ہوئی

ہدیۂ تشکر

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت علامہ سید علیم اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کی اس کتاب کے ترجمہ کی اشاعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں جن بزرگواروں کی ادبی امداد مجھے حاصل ہوئی ہے اور جنکے بغیر مجھ ناچیز سے اتنی صحت اور ترتیب کے ساتھ اس کارِ خیر کا انجام تک پہنچنا مشکل تھا، انکا شکریہ ادا کرنا میرے فرائض میں داخل ہے۔ کیونکہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ۔

سنہ ۱۹۱۷ء میں میرے دوست پیرزادہ عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی جالندھر کے والد ماجد حضرت مولنٰا پیرزادہ حکیم غلام قادر صاحب مرحوم و مغفور نے از راہِ لوازش بوجہ قدیمی اخلاص کے جو مرحوم کو حضرت سید علیم اللہ رحمۃ قدس سرہٗ کے خاندان کے ساتھ تھا اسکے ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ نہ صرف یہ بلکہ آنحضرتؒ کی کتاب تنشرالجواہر کا ترجمہ بھی تیار کر دیا جو بجنسہٖ اسوقت زیرِ طبع ہے۔ مگر نزہۃ السالکین کا ترجمہ میرے دورانِ سفرِ افریقہ میں ضائع ہوگیا۔ اسکے بعد میں نے بامداد مولوی غلام محمد صاحب عاقل اور مولنٰا مولوی محمد احمد صاحب و مولانا مولوی مفتی عبدالقیوم صاحب ترجمہ کے کام کو جاری رکھکر سنہ ۱۳۶ھ کے ماہ رمضان المبارک میں ختم کیا۔ ورنہ میرے جیسے ناقص انسان کیلئے اس کتاب کو جسمیں بیشمار عربی اور فارسی کتب کے حوالجات درج ہیں۔ پایۂ تکمیل تک پہنچانا مشکل تھا اور اسکو پورا کرنے میں میرے بہت سے برس صرف ہوئے۔ ناظرین کتاب سے استدعا ہے کہ حضرت پیرزادہ حکیم غلام قادر رحمۃ کی روحِ پرفتوح کے لئے دعا فرمائیں اور ان حضرات کے حق میں جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹایا ہے۔ دعائے خیر فرمائیں۔ میں ان سب بزرگوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶ ہجری } نیازمند سید عطاء اللہ شاہ حسنی

باہتمام لالہ گنیش چندر ماہندہ بی اے مینیجنگ پروپرائٹر ماہندہ الیکٹرک پریس جالندھر شہر

میں چھپا اور سید ذکا ماللہ شاہ نے درگاہ ہستی دروازہ جالندھر

شائع کیا

کتبہ

عطا محمد خوشنویس مرکز کتابت دروازہ سیالاں جالندھر شہر